بلوچستان کے نہری نظام میں پٹ فیڈر نہر، اس سے آباد ہونے والی زمینیں اور کسانوں کی شہادت کی جگہ کی نشاندہی۔

مصنف محمد رمضان گڈو بیراج سے نکلنے والی پٹ فیڈر نہر کو دیکھ رہے ہیں

تحریر و ترتیب

محمد رمضان

بھنڈار ہاری سنگت

C-8 فیز II، نزد علی سی این جی، قاسم آباد، حیدرآباد سندھ پاکستان

فون: 022-2652292

Email:bhandarsangat@yahoo.com

Website: www.bhs.org.pk

کتاب کا نام	:	پٹ فیڈر کسان تحریک
تحریر و ترتیب	:	محمد رمضان
پہلا ایڈیشن	:	جون، 2009ء
تعداد	:	1000-ایک ہزار
اشاعت	:	بھنڈار ہاری سنگت
پرنٹنگ	:	شادمان پرنٹنگ پریس کراچی
ٹائٹل اینڈ کمپوزنگ	:	احمد سولنگی، جمیل پیرزادہ، قمر الدین کھوسو، زاہد علی میسو
چندہ	:	150 روپیہ

بھنڈار ہاری سنگت ملک بھر کے کسانوں اور محنت کشوں کی اہم تحریکوں پر کتابی سلسلہ شروع کر رہی ہے آئندہ چھپنے والی کتابوں کے لئے اس کتاب پر چندہ مقرر کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ساتھی تعاون کر کے اس کتابی سلسلے کو جاری رکھنے میں مدد کرینگے۔
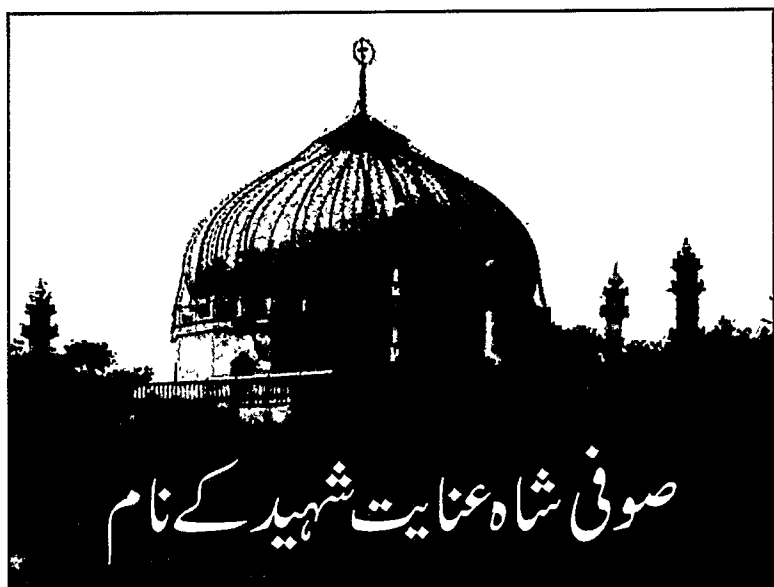
جس نے اٹھارویں صدیں کے شروع میں سندھ کی دھرتی جھوک شریف ضلع ٹھٹہ میں زرعی اصلاحات کا ایسا مثالی نمونہ تخلیق کیا، جس میں مشترکہ پیداوار کے ساتھ غذائی پیداوار کو بھنڈار (جمع کرنے کی جگہ) میں جمع کیا اور پھر کھانا پکانے اور کھانے کا مشترکہ نظام (لنگر) قائم کیا۔

جو کيڙي سو کائي (جو بوئے وہی کھائے)

جیسے مقبول نعرے پر چلنے والی یہ تحریک مغل بادشاہ اورنگزیب کے صوبیدار، سندھ اور بلوچستان کے جاگیرداروں کے نجی فوجی لشکروں کے مشترکہ حملے اور چھ ماہ کے محاصرے کے باوجود جب ختم نہیں ہوسکی، تو قرآن شریف کے واسطے اور بات چیت کے وعدے پر بلوا کر 7 جنوری، 1717ء کے دن صوفی شاہ عنایت کا سر قلم کرنے کے بعد ہزاروں ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا۔

فہرست

تعارف

آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ بظاہر تو پٹ فیڈر کسان تحریک پر ہے لیکن یہ کتاب پاکستان میں کسان تحریک کو سمجھنے کیلئے بنیاد فراہم کرتی ہے۔

کسان تحریک کی تاریخ پاکستان کی تاریخ سے طویل ہے، کسان تحریک کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اٹھارویں صدی کے ابتداء میں شاہ عنایت شہید کی جو کھیڑی سو کھائے (جو بوئے وہ کھائے) 7 جنوری 1717 شاہ عنایت کی شہادت تک یہ دور چلا۔ 1930 سندھ ہاری کمیٹی کے قیام سے لے کر 1970 میں کامریڈ حیدر بخش جتوئی کی وفات تک ہاری حقدار تحریک اور پھر 1977 میں ترقی پسند تنظیموں کی جانب سے سندھ میں ہاری کمیٹی کو نئے سرے سے منظّم کرنا جس میں کئی طالب علم اور سیاسی کارکن سندھ ہاری کمیٹی میں شامل ہوئے اور سندھ اور بلوچستان سمیت پورے ملک میں شروع ہونے والی کسان تحاریک جس میں پٹ فیڈر کسان تحریک کا بنیادی کردار تھا اور پھر چوتھا دور 90 کی دہائی میں شروع ہونے والی جبری مشقت کے خلاف تحریک ہے جس نے پورے ملک خصوصاً سندھ میں منظّم ہونے والی کسان تحریک جس میں سندھ ہاری پورہیت کاؤنسل اور دیگر کسان تنظیموں کی تشکیل، ٹیننسی ایکٹ اور زرعی اصلاحات کی تحاریک شامل ہیں۔

فوجی حکمرانوں نے جب بھی شب خون مارا تو سب سے پہلا حملہ محنت کشوں پر کیا اور ان کے خلاف تحریک بھی سب سے پہلے محنت کشوں نے ہی چلائی۔ ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ختم کر کے جنرل ضیاء الحق نے جب اقتدار پر قبضہ کیا تو ملک کے کسانوں، مزدوروں اور صحافیوں نے جنرل ضیاء الحق کی آمریت کا مقابلہ کیا، پٹ فیڈر کسان تحریک ضیاء الحق کی آمریت، اور جاگیرداریت کے خلاف اعلان بغاوت تھی اور زرعی اصلاحات کے تحفظ کی بھی تحریک تھی۔

کامریڈ محمد رمضان نے پٹ فیڈر کی تحریک پر کتاب لکھ کر جہاں کسان تحریک کے تیسرے دور کو اجاگر کیا ہے وہاں پاکستان میں جاگیرداروں اور فوجی حکمرانوں کے گٹھ جوڑ کو بھی ظاہر کیا ہے، برطانوی سامراج سے آزادی کے بعد پاکستان کی تاریخ امریکی سامراج، جاگیرداروں اور فوجی و سول نوکر شاہی کی حکمرانی کی تاریخ ہے۔

ان حکمران طبقات نے محنت کشوں کے حقوق غضب کرنے اور قوموں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے ملک میں جمہوریت کو پنپنے نہیں دیا، آمرانہ طرزِ حکومت کے ذریعے مضبوط مرکز کا نعرہ لگا کر قوموں کے وسائل، ان کی زبان، کلچر اور جمہوری حقوق کو سلب کیا گیا۔

اس جابرانہ نظام کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے نوروز خان بلوچ، مائی بختاور، حسن ناصر، ذوالفقار علی بھٹو، نذیر عباسی اور بینظیر بھٹو سمیت سیکڑوں رہنما اور کارکن شہید ہوئے۔

ملک میں زرعی اصلاحات قومی و جمہوری حقوق کی تحریک ایک نئے دور میں داخل ہو گئی ہے، جاگیرداروں اور آمروں نے عیسٰی اور رند گوٹھ کی طرح سیکڑوں گاؤں کے کسانوں کے آبائی گاؤں اور ان کے زمینوں پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی ہے اور کسانوں سے حاصل شدہ حقوق چھین کر انہیں جبری مشقت کا شکار بنایا گیا ہے، مہنگائی کے طوفان نے لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے، حکمران آئی ایم ایف کی ہدایت پر لوگوں سے صحت اور تعلیم کا حق بھی چھین رہے ہیں۔

دس لاکھ ایکڑ زمین قدرتی وسائل اور پانی تک کو بیرونی طاقتوں کو فروخت کیا جا رہا ہے، جہاں اس قسم کی عوام دشمن فیصلے کئے جا رہے ہیں وہاں بکھری ہوئی عوامی تحاریک بھی شروع ہو گئی ہیں، اس صورتحال میں بکھری ہوئی عوامی تحاریک کو منظّم کر کے پٹ فیڈر اور کالونی ٹیکسٹائل مل قسم کی تحاریک کو منظّم کرنے کے لئے شہید حسن ناصر اور نذیر عباسی جیسی قیادت کی ضرورت ہے۔

حکمران طبقات کی سیاسی جماعتیں جو کہ جاگیرداروں، فوجی جنرلوں، رجعتی ملاؤں اور عالمی سامراج کی کاسہ لیسی کرتی ہیں ان جماعتوں سے ملک میں جمہوریت کے قیام، جاگیرداری کے خاتمے اور قومی حقوق حاصل کرنے کی امید رکھنا موقع پرستی ہے اب موقع پرستی کے بجائے واضح عوامی پروگرام کے ساتھ محنت کش عوام، محکوم قوموں اور جمہوری تحاریک کو از سرِ نو منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔

اس لئے پٹ فیڈر کسان تحریک کو اجاگر کرنا وقت کی ضرورت ہے، مجھے پورا یقین ہے کہ عوام ایک مرتبہ پھر منظّم ہو کر اٹھیں گے اور اس ملک میں عوام کا راج قائم کریں گے۔

تاج مری

اظہارِ تشکر

پٹ فیڈر کسان تحریک کے ساتھ میرا ایک خاص جذباتی رشتہ رہا ہے۔ میرے جیون ساتھی محمد رمضان میری رضامندی کے ساتھ پٹ فیڈر تحریک کی جدوجہد کے ایسے میدان میں گئے ہوئے تھے جہاں ان کی جان کو بھی خطرہ تھا، ان دنوں میں بچے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ملازمت نہیں کر پا رہی تھی۔

میری ساری توجہ اور پٹ فیڈر کی کسان تحریک پر تھی، رمضان اور دوسرے ساتھیوں کی گرفتاریوں کے ساتھ جیسے میں بھی گرفتار ہوگئی تھی، مچھ جیل جا کر ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کے بعد مجھے تسلی ہوئی۔ ساتھیوں سے ملکران میں جدوجہد کے لازوال جذبے کو دیکھ کر میں بھی پرعزم ہوگئی۔

پٹ فیڈر کسان تحریک کا جب ذکر ہوتا تھا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی کتاب کھل گئی ہو، یہ کتاب ابھی تک ذہنوں میں زبانی تھی تحریری صورت میں نہیں تھی، میری اور بہت سارے دوسرے ساتھیوں کی خواہش تھی کہ پٹ فیڈر کسان تحریک کی ساری معلومات کو جمع کر کے کتابی شکل میں چھپوا کر ایک طرف طبقاتی جدوجہد کے اس تاریخی واقعے کو محفوظ کر لیا جائے اور دوسری طرف پٹ فیڈر کسان تحریک سے حوصلہ لیکر اپنے مسائل کو اپنے پاس موجود وسائل کے ذریعے حل کرنے کی اس مثال کو عام کیا جائے پٹ فیڈر کسان تحریک کے تجربے، عزم اور ارادہ کی اس بے مثال جدوجہد سے نئے دور کی سماجی ترقی، تبدیلی اور خوشحالی کی جدوجہد کرنے والے رہنماؤں کو آگاہ کیا جائے، خاص طور پر ان زرعی محنت کش، ہاریوں، کسانوں، بزگروں، دہقانوں، مزارعین، زرعی مزدور عورتوں اور مردوں کو پٹ فیڈر کے کسانوں کے کامیاب تجربے کا علم ہونا چاہیے، خوراک کے تحفظ کی موجودہ جدوجہد میں زرعی اصلاحات کی ضرورت کو اجاگر کرنے کے لئے بھی پٹ فیڈر کسان تحریک کو کتابی صورت میں لانے کی ضرورت کی بہت اہمیت تھی اور ہے۔

میں سب سے پہلے آکسفیم کی فاطمہ نقوی کی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے خوراک کے تحفظ کی

آئندہ ہونے والی جدوجہد کیلئے پٹ فیڈر کسان تحریک کے تجربے کو عام کرنے کی ضرورت کو سمجھا اور اس کتاب کی چھپائی کیلئے بھنڈار ہاری سنگت سے تعاون کیا، اس کے بعد دوسرا مشکل ترین مرحلہ جس میں کتاب کے مواد کو جمع کرنا تھا ساتھی رمضان نے اس مشکل کام کو انجام دینے کا فریضہ اپنے ذمہ لے لیا، اس کتاب کے مواد جمع کرنے کے دوران مجھے اور رمضان کو یہ اندازہ ہوا کہ 31 سالوں کے بعد معلومات جمع کرنا ساتھیوں کے ذہنوں سے یاداشتوں کو نکال کر ان کی درستگی کی تصدیق کے لئے تحریک میں شریک ساتھیوں کا واقعات کی تفصیل پر اتفاق رائے پیدا کرنا اور پھر ساتھی رمضان کی معلومات جمع کرنے کی مزید خواہش کو اس حقیقت کی طرف لے کر آنا کہ کتاب پٹ فیڈر کسان تحریک ایک مرحلے میں مکمل نہیں ہوگی، جو معلومات جمع ہوئی ہیں، جیسی ہیں اسی صورت میں چھپوا کر ساتھیوں کے سامنے پیش کردی جائیں، مزید معلومات اور اضافہ ساتھی خود کریں گے۔

پٹ فیڈر کسان تحریک کے علاقے میں تحریک میں شامل مختلف ساتھیوں سے معلومات جمع کرنے میں ساتھی غلام حیدر چھلگری، ان کی بیوی زلیخا، محمد نور بندرانی، جمیرا نور، عبدالرزاق پندرانی اور عبدالستار بنگلزئی نے اہم کردار ادا کیا، ساتھی غلام حسین چھلگری اریگیشن ڈپارٹمنٹ ضلع ڈیرہ مراد جمالی نے پٹ فیڈر نہر اور اس سے آباد ہونے والی زمینوں کی اہم معلومات دیں۔

اس سارے عمل کے بعد جو مواد جمع ہوتا تھا اسے کمپوز کرنے اور پروف ریڈنگ کرنے میں عمر دین، فرزانہ پنھور، زاہد علی میسو، پارس مری، مرک مری، وسیم میمن، سکھ سجاد، احمد سولنگی، جمیل پیرزادہ اور لالا والی ڈنو میسو نے بہت محنت کی اور ذاتی دلچسپی لیکر اس کام کو پورا کرنے میں ہمارا ساتھ دیا۔ پرانے اخبارات سے پٹ فیڈر کسان تحریک کے واقعات تلاش کرنے میں لالا والی ڈنو میسو اور سندھ یونیورسٹی جامشورو، سندیالوجی کے لائبریرین سید غلام محمد شاہ نے مدد کی اسکے علاوہ دوسرے میں بہت سارے ساتھیوں کے مشوروں اور عملی تعاون کی بہت مشکور ہوں جنہوں نے پٹ فیڈر کسان تحریک کو اس کتابی شکل میں لانے کے کام میں ہماری مدد کی۔

شاہینہ رمضان

بھنڈار ہاری سنگت

پیش لفظ

ساتھیو! اکتیس برس گذر گئے جب جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء کے ابتدائی دنوں میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کی سولین حکومت کے خاتمے کے بعد ضلع نصیر آباد بلوچستان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے جاگیردار رہنما اور انکے عزیز رشتہ داروں نے اپنی وفاداریاں پاکستان پیپلز پارٹی اور گرفتار چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو سے ختم کر کے آمر جنرل ضیاء الحق سے قائم کرلیں، جمالی برادران کے علاوہ عمرانی، کھوسو، مگسی اور دیگر قومون کے جاگیردار بھی اس صف میں شامل تھے، ان میروں اور سرداروں نے جنرل ضیاء الحق کی مدد اور ہمت افزائی سے اپنے اپنے ذاتی مسلح لشکر بنا کر پٹ فیڈر نہر سے آباد ہونے والی زمینیں کسان خاندانوں سے واپس لے کر 1972 اور 1977 کی زرعی اصلاحات کو ناکام بنانے کے لئے خون ریز لشکر کشی شروع کردی جس کے خلاف پورے پٹ فیڈر کے کاشتکار کسانوں نے مزاحمت کی۔

22 دسمبر 1977 کی صبح جاگیردار جمالیوں کے منظم کردہ قبائلی لشکر نے گاؤں نور محمد جمالی موجودہ نام میر گل موسیانی قیدی شاخ کے باہر پانچ کسانوں کو شہید کردیا، کسانوں کے سروں کے ڈھیروں (کٹی ہوئی فصل کے جمع شدہ کھلیان) کو ضیاء الحق حکومت نے متنازعہ قرار دے کر اس پر لیویز کے سپاہیوں کا پہرہ بٹھادیا، کسانوں کے قاتل زمینداروں کی گرفتاری کے بجائے مقتول کسانوں کے کئی رشتہ داروں اور ان کے حامیوں کو گرفتار کرلیا گیا، جس کے خلاف سندھ اور بلوچستان کے سیاسی کارکنوں نے ہزاروں مقامی کسانوں کو متحرک کر کے جو تاریخی تحریک چلائی اس کا ذکر پاکستان کی کسان تحریکوں میں کبھی کبھی ہوتا ہے۔

پٹ فیڈر میں کسانوں کے خلاف زمینداروں کی پرائیویٹ، فوجی لشکر کشی اور ملتان کالونی ٹیکسٹائل مل میں مل مالکان کے پرائیویٹ غنڈوں کے ذریعے مزدوروں کا قتل عام جنرل ضیاء الحق کی حمایت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ملتان کے مزدوروں کے قتل عام کے خلاف پورے ملک میں جو تحریک

ابھری تھی اس کی تفصیلات شہری علاقے کے قریب ہونے کی وجہ سے میڈیا میں آتی رہی اور ریکارڈ میں موجود ہیں، مگر پٹ فیڈر کی ان تحریک کی تفصیلات میڈیا میں کم آنے کی وجہ سے کہیں بھی مکمل صورت میں موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے پٹ فیڈر کسان تحریک کا ذکر صرف سرسری طور پر آتا ہے، پٹ فیڈر کیا ہے، پٹ فیڈر کسان تحریک کا پس منظر کیا تھا؟

22 دسمبر کا واقعہ، تحریک میں جدوجہد کرنے والے لوگ، شہید ہونے والے لوگوں کے نام، تحریک کا پس منظر، سبب، اثرات، نتائج اور تحریک سے کیا تبدیلیاں آئی ہیں اس کی تفصیل موجود نہیں ہے۔

مختلف لوگ اپنے اپنے حوالے سے پٹ فیڈر کسان تحریک کا ذکر کرتے ہیں اس تحریک میں شامل مجھ سمیت اکثر ساتھی اپنے آپ کو ہی پٹ فیڈر کسان تحریک کا مرکزی کردار سمجھ کر تحریک کے واقعات بیان کرتے ہیں ان کا خیال نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ پٹ فیڈر کسان تحریک کا مکمل علم بہت محنت سے معلومات جمع کرنے کے بعد حاصل ہوسکتا تھا اور اس کے لئے ہم سب ساتھیوں کے پاس ان علاقوں میں جاکر معلومات حاصل کرنے کے لیئے وقت اور وسائل نہیں تھے اس تحریک میں شریک ساتھی اپنے اور اپنے ساتھ شریک دوسرے ساتھیوں کے کردار سے تو واقف ہیں لیکن اپنے سے پہلے اور بعد میں آنے والے گروپوں کی جدوجہد کا انہیں علم نہیں ہے۔

میرا یہ خیال کہ پٹ فیڈر کسان تحریک کی معلومات جمع کی جائے بہت پرانا ہے مگر میرے پاس اپنے اور اپنے گروپ کی سرگرمیوں کے علاوہ باقی ساری معلومات نامکمل تھی، میں اپنی سیاسی سماجی سرگرمیوں کو ڈائری میں لکھ لیا کرتا تھا میری 1978 کی ڈائری میں پٹ فیڈر کسان تحریک کی کافی معلومات جمع تھی مگر 1979 میں میری گرفتاری کے دوران گھر پر چھاپہ اور کامریڈ نذیر عباسی کی گرفتاری کے بعد پیپلز کالونی نارتھ ناظم آباد والے گھر سے خفیہ ایجنسی والے ڈائریاں، خطوط اور تمام مواد لے گئے، پھر کوئٹہ میں دس سال رہائش کے دوران عورتوں، بچوں، طالب علموں، مزدوروں، بزگروں اور نیشنل پارٹی کے سارے اوپن محاذوں کے ساتھ کمیونسٹ پارٹی کی خفیہ سرگرمیوں میں بے حد مصروفیت کی وجہ سے پٹ فیڈر کسان تحریک کی معلومات جمع کرنے کا کام نہیں کیا جاسکا۔

پھر یہ خواہش کہ کوئی تحقیق کرنے والا تاریخ دان، دانشور پٹ فیڈر کسان تحریک کی معلومات ضرور جمع کر کے عوام کے سامنے پیش کر دے گا، کافی انتظار کیا کافی عرصہ مایوسی کے دور میں رہنے کے بعد جب سندھ میں ہاری خاندانوں کی جبری مشقت سے آزادی کی تحریک، ہاریوں کے حقوق کے لئے سندھ ٹیننسی ایکٹ میں ترمیمات کی تحریک، پنجاب میں جنرل مشرف کی فوجی آمریت میں فوجی فارموں سے مزارعین کی بیدخلی کے خلاف "مالکی یا موت" کی جرت مندانہ تحریک جس میں پنجاب کے مختلف علاقوں میں مزارعین نے جانوں کا نظرانہ پیش کیا اور سندھ سے جاگیرداری نظام کے خاتمے کے لئے دوبارہ زرعی اصلاحات کی آوازیں پھر سے بلند ہونے لگیں، ملک بھر میں زرعی اصلاحات کے سوال پر بحث مباحثے میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ پٹ فیڈر کسان تحریک کی معلومات کو کتابی شکل میں شائع کروایا جائے۔

تاریخ ہمیشہ محنت کش عوام تخلیق کرتے ہیں مگر تاریخی واقعات کو مرتب کرنے اور بیان کرنے والے اکثر تاریخ دان حکمران طبقات کے درباری، خوشامدی یا تنخواہ دار ہوا کرتے ہیں اس لئے عوام کی تاریخی تحریکات بھی حکمران اپنے پسندیدہ افراد کے نام سے شروع کرتے ہیں اور ان کے نام پر ہی ختم کرتے ہیں، جن تحریکوں کو حکمران طبقات اور ان کے تاریخ نویس اپنا نہیں بنا سکتے وہ وقت کے ساتھ گمنامی کے اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے، مجھے محسوس ہوا کہ پٹ فیڈر کسان تحریک ہماری نسل کے خاتمے کے ساتھ خود بخود ختم ہو جائے گی اور، عوام دوست دانشوروں کے پاس پٹ فیڈر کسان تحریک کی معلومات جمع کرنے کے لئے راستے، واسطے اور وسائل آسانی سے جمع نہیں ہوسکیں گے۔ جبکہ میرے لئے یہ آسانی تھی کہ میں خود پٹ فیڈر کسان تحریک میں شامل تھا اس لئے میرے ساتھ دوسرے شریک ساتھیوں کے رابطے پٹ فیڈر کسان تحریک کے علاقے کا راستہ اور واسطے بھی موجود تھے، باقی رہا کتاب کی چھپائی کے وسائل کا مسئلہ تو اس کو حل کرنے کی ذمہ داری بھنڈار ہاری سنگت نے لے لی، ان تمام اسباب کی وجہ سے ممکن ہوسکا ہے کہ میں پٹ فیڈر کسان تحریک پر کسی حد تک تاریخی معلومات آپ تک پہنچا سکوں۔

اس کتاب کے کچھ حصوں کو میں نے خود معلومات جمع کر کے تحریر کیا ہے باقی زیادہ حصہ تحریک میں شریک ساتھیوں کی یادداشتوں پر مشتمل ہے، میں نے تحریک میں شریک ساتھیوں سے اپنی

تصویروں کے ساتھ یاداشتیں ارسال کرنے کی درخواست کی تھی، ساتھی عمر دین کے علاوہ سارے ساتھیوں کے انٹرویوزیادہ تر خود جاکر یا ٹیلیفون کے ذریعے لیئے اور تصویریں بنائیں، انٹرویو کے دوران میں ساتھیوں کو سوالات کے ذریعے ماضی میں لے جاتا تھا میرے ساتھ ساتھی تاج مری یا شاہینہ ہوتے تھے جو ساتھیوں کے جوابات تحریر کرتے تھے۔

یہ کتاب آغاز ہے پٹ فیڈر کسان تحریک کو تحریر کرنے کا ابھی بہت سارے کردار اور پہلو تشنہ ہیں یہ کردار جیسے جیسے سامنے آتے جائیں گے اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنوں میں شامل کیئے جاسکتے ہیں "پٹ فیڈر کسان تحریک" پر ساتھیوں کی جمع شدہ مشترکہ معلومات نے میری اپنی معلومات میں نہ صرف بہت زیادہ اضافہ کیا بلکہ میری یاداشت میں اکثر معلومات کو غلط قرار دے کر تبدیل کروادیا، مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد پٹ فیڈر کسان تحریک کے مزید گمنام ساتھی سامنے آئیں گے اس تاریخی جدوجہد کی تاریخ مرتب کرنے میں اپنے یا اپنے کسی جاننے والے کے کردار کو اجاگر کرنے کے لئے مجھے یا بھنڈار ہاری سنگت کو خط یا کسی بھی ذریعے سے آگاہ کریں ۔

اس کتاب میں پٹ فیڈر کسان تحریک کے دوران گرفتار ہوکر مچھ جیل جانے والے ساتھیوں اور مچھ جیل کی سرگرمیوں کا ذکر کچھ زیادہ آ گیا ہے۔ اس کو اس لئے رہنے دیا گیا ہے، تاکہ مستقبل میں جاگیرداری نظام کے خاتمے اور زرعی اصلاحات کی جدوجہد کرنے والے ساتھیوں کو جیل سے خوفزدہ نہ کیا جاسکے۔

کتاب "پٹ فیڈر کسان تحریک" کو پڑھنے والوں کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لئے میں نے معلومات دینے والے ساتھیوں سے یہ اجازت لے لی ہے کہ کسی فرد یا گروپ کے ساتھیوں کی یکساں معلومات کو بار بار تحریر کرنے کے بجائے مشترکہ طور پر بیان کردوں، اس کے باوجود کچھ واقعات کے اہم ہونے کی وجہ سے ان کو دہرایا گیا ہے یہ کتاب اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اب آپ کی باری ہے اپنی معلومات اور آرا سے مجھے اور بھنڈار ہاری سنگت کو آگاہ کریں تاکہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اسے شامل کیا جاسکے۔

آپ کا ساتھی

محمد رمضان

پٹ فیڈر کیا ہے؟ کہاں ہے؟

پاکستان کے صوبہء بلوچستان کے ضلع نصیر آباد میں جو نہری نظام ہے اس نہری نظام سے آباد ہونے والی زمینوں کو بھی مقامی لوگ پٹ فیڈر کہتے ہیں" پٹ" سندھی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے سیدھی، ہموار زمین اور " فیڈر" انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے غذا پہنچانے کا ذریعہ زرعی پیداواری نظام میں زرعی زمینوں کیلئے تعمیر کی جانے والی نہر کو فیڈر کہا جاتا ہے۔

سرکاری طور پر گڈو بیراج کے دائیں طرف دریا کے اوپر کی طرف سے نکلنے والی نہر کا نام " ڈیزرٹ پٹ فیڈر" ہے، ضلع نصیر آباد 1977 میں بالائی سندھ کے ضلع جیکب آباد کے بعد بلوچستان کا پہلا ضلع تھا اس وقت اس میں ضلع جعفر آباد بھی موجود تھا اب بالائی سندھ کے ضلع جیکب آباد کے ساتھ بلوچستان کا پہلا ضلع جعفر آباد آتا ہے، اس کے بعد ضلع نصیر آباد آتا ہے، بلوچستان کے ضلع جعفر آباد، نصیر آباد اور اس کے ساتھ ضلع بولان کی پرانی جگہوں کے نام کے ساتھ پٹ کا لفظ جڑا ہوا ہے جیسے " پٹ فیڈر"، جھٹ پٹ، بیل پٹ وغیرہ، اب یہ جھٹ صاحب اور بیل صاحب انگریز تھے یا مقامی ہندو بیوپاری کیونکہ ان جگہوں پر ریلوے اسٹیشنوں کے ناموں کے ساتھ بھی پٹ کا لفظ استعمال ہوا ہے جیکب آباد سے 8 کلومیٹر کے فاصلے پر بلوچستان کا پہلا کاروباری شہر جھٹ پٹ، سکھر، کوئٹہ شاہراہ پر واقع ہے اور اس سے 17 کلومیٹر کے فاصلے پر دوسرا شہر ٹیمپل ڈیرہ آتا ہے یعنی جیکب آباد سے ٹیمپل ڈیرہ کا فاصلہ کل 25 کلومیٹر ہے جس سے چند سو میٹر کے فاصلہ پر پٹ فیڈر نہر گذرتی ہے کوئٹہ اور بلوچستان کے دوسرے علاقوں سے سندھ کو ملانے کیلئے اس نہر پر ٹرانسپورٹ اور ریل کے گذرنے کیلئے دو پل قریب قریب بنے ہوئے ہیں، پلوں کے دوسری طرف بیل پٹ کی طرف کے علاقوں کو بیرون پٹ فیڈر کہتے تھے جہاں کی زمینوں کو پٹ فیڈر نہر سے آباد کیا جاتا ہے اس علاقے کو اور گڈو بیراج سے نکلنے والی نہر کو پٹ فیڈر کہتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

پٹ فیڈر نہر سے آباد ہونے والی زمین

بلوچستان کے سبی ڈویژن کے ضلع کچھی کی سب ڈویژن نصیر آباد کی زمینوں کو پٹ فیڈر نہر کی تعمیر کے بعد 1967ء میں بارانی زرعی زمینوں سے نہری آپاشی کے نظام میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ماضی کا نصیر آباد سب ڈویژن موجودہ دور میں نصیر آباد ڈویژن کی حیثیت رکھتا ہے۔

گڈو بیراج سے آخری ہیڈ ریگیولیٹر تک پٹ فیڈر کی لمبائی R-D/558 ہے ایک R-D ایک ہزار فٹ کے فاصلے کو کہتے ہیں، R-D/558 کا فاصلہ 180 کلومیٹر بنتا ہے، جس میں سے پہلا ہیڈ ریگیولیٹر R-D / 418 کے فاصلے پر ہے ہیڈ ریگیولیٹر نہری نظام محکمہء آبپاشی کی زبان میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں نہر پر دروازے لگا کر پانی کو شاخوں میں چھوڑا جاتا ہے یہاں نہروں پر گذرنے کے لئے پُل بھی تعمیر کئے جاتے ہیں پٹ فیڈر کے R-D/418 پر پہلا میر حسن ریگیولیٹر ہے اس سے 3 شاخیں نصیر شاخ، جھڈیر شاخ اور ٹیمپل شاخ نکلتی ہے، یہ ریگیولیٹر سکھر کوئٹہ مین شاہراہ پر ٹیمپل ڈیرہ شہر کے پُل سے سبی کوئٹہ جانے والے راستے کے دائیں طرف ہے اور دوسری طرف ٹیمپل ڈیرہ شہر سے (جس کا نام اب ڈیرہ مراد جمالی ہے) سبی کوئٹہ کی سمت بائیں طرف 4 کلومیٹر کے فاصلے پر بیدار ریگیولیٹر ہے، اس سے قیدی شاخ، محبت شاخ اور بالان شاخ نکلتی ہیں اور پھر بالان شاخ سے باری شاخ نکلتی ہے، اس کے بعد R-D/558 کے مقام پر ہیڈ ریگیولیٹر سے روپا شاخ، عمرانی شاخ اور مگسی شاخ نکلتی ہیں، پٹ فیڈر کے توسیع کا کام جاری ہے جس میں پٹ فیڈر سے مزید 12 شاخیں نکالی جائیں گی جن میں سے چھ شاخیں ضلع نصیر آباد کے علاقے میں ہونگی اور چھ شاخیں ضلع جھل مگسی کے علاقے کی زمینوں کو آباد کریں گی۔

پٹ فیڈر کے اندرون کی 6,50,000 چھ لاکھ پچاس ہزار ایکڑ زرعی زمینیں نہری نظام کے قدرتی بہاؤ کے ذریعے آباد ہوتی ہیں اور پٹ فیڈر کے بیرون (بالائی حصہ) کی زمین مختلف زمیندار نہر سے ٹیوب ویلوں کے ذریعے پانی لفٹ کر کے (اوپر اٹھا کر) آباد کرتے تھے اب

پٹ فیڈر سے R-D/418 میر حسن سے بیرون (بالائی حصہ) کی طرف ربی شاخ نکلنے کے بعد پٹ فیڈر کے اوپر کے علاقہ جسے بیرون پٹ فیڈر کہتے تھے۔

مزید پچاس ہزار ایکڑ زمینیں آباد ہوئی تھیں مگر مقامی لوگوں نے واٹر کورس خود کھود کر زرعی آبادکاری ایک لاکھ ایکڑ تک پہنچادی یعنی اب پٹ فیڈر سے ضلع نصیر آباد کی سات لاکھ پچاس ہزار (7,50,000) ایکڑ زرعی زمینیں آباد ہونے لگیں ہیں۔

مقامی لوگوں کے کہنے کے مطابق پٹ فیڈر نہر کی تعمیر سے پہلے پٹ فیڈر کا علاقہ بھی بلوچستان اور سندھ کے دیگر بارانی علاقوں کی طرح آباد ہوتا تھا، برساتی پانی، برساتی ندی نالوں کے ذریعے آنے والے پانی سے مختلف علاقوں کی بارانی زرعی فصلیں درخت اور چارہ پیدا ہوتا تھا۔

بلوچستان میں زمینی رقبہ بہت زیادہ اور آبادی کم ہونے کی وجہ سے مقامی قبائل کے لئے ماضی میں اپنے مال مویشیوں کے چرنے، جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹنے یا پڑاؤ کے قریب بارانی موسمی فصلوں کی پیداوار حاصل کرنے پر کوئی تنازعہ پیدا نہیں ہوتا تھا، تنازعہ صرف اس صورت میں پیدا ہوتا تھا جس میں زمین کو ہموار کسی اور نے کیا ہو اور بیج چھڑکنے کیلئے کسی اور خاندان یا قبیلے کے لوگ آجائیں۔

پٹ فیڈر کے علاقوں کی آبادی

پٹ فیڈر کے علاقے میں دیگر علاقوں کی طرح مختلف قبائل بلوچستان اور سندھ کے قریبی پہاڑی اور میدانی علاقوں سے آتے جاتے تھے، پٹ فیڈر کے قریب کے علاقوں میں کچھ قبائل کے مستقل گاؤں آباد تھے جن میں زیادہ گاؤں شر، عمرانی، جمالی، ابڑو، جاموٹ اور دیگر بلوچ قبائل اور برادریوں کے تھے، شر قبائل کے زیادہ تر لوگ سندھ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں، یعنی پٹ فیڈر نہر کی تعمیر سے پہلے اس علاقے میں کہیں کہیں گاؤں آباد تھے باقی زیادہ تر زمین خالی پڑی ہوئی تھی۔

1967 میں پٹ فیڈر نہر کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس وقت ملک میں فوجی جنرل ایوب خان کی آمرانہ حکومت تھی جس نے ایک طرف بنگالی عوام کی اکثریت کو نمائندگی سے محروم رکھنے کے لئے پاکستان کے صوبوں کو ختم کر کے ون یونٹ قائم کر دیا تھا، مغربی اور مشرقی پاکستان کے نام سے

دوصوبے قائم کر کے دونوں صوبوں کو برابری کا حقدار قرار دے کر بنگالی عوام کی اکثریت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، دوسری طرف مغربی پاکستان کا ایک ہی صوبہ بنا کر اس کا دارالخلافہ لاہور میں قائم کر کے سندھ بلوچستان اور پختونخواہ کے عوام کے وسائل کو مغربی پاکستان کے مرکز یعنی پاکستان کے مرکز کے کنٹرول میں لے لیا اس کا اثر یہ ہوا کہ بلوچستان اور سندھ کے اکثر انتظامی عہدوں پر ریٹائرڈ یا حاضر سروس فوجی اور سولین آفیسرز بہت بڑی تعداد میں پنجاب اور دیگر علاقوں سے آئے پٹ فیڈر، نصیرآباد کی انتظامیہ، پولیس، عدلیہ، ریونیو اور آبپاشی کے محکموں میں بلوچ افسران کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے پٹ فیڈر میں بھی سندھ کے سکھر بیراج، گڈو بیراج اور غلام محمد بیراج کی طرح زمینیں آباد کرنے کے نام پر پنجابی آبادکاروں کو آباد کیا گیا مغربی پاکستان کا دارالخلافہ لاہور میں ہونے کی وجہ سے پنجابی آبادکاروں نے پٹ فیڈر کی بہت ساری نہری زمینیں اپنے نام کروالیں۔

پٹ فیڈر میں بلوچستان کے قریب اور دور کے علاقوں سے بلوچ قبائل آ کر آباد ہونا شروع ہوئے جس میں سندھ کے ضلع جیکب آباد، کشمور، شکارپور، لاڑکانہ، قمبر، شہداد کوٹ، سکھر، خیرپور اور نوابشاہ کے لوگ شامل تھے جن میں زرعی ماہر بلوچ ہاری اور چھوٹے آبادکار شامل تھے، یہ بلوچ خاندان پٹ فیڈر کے علاقے میں زرعی زمینوں پر بطور ہاری یا زمینیں خرید کے اسے آباد کرنے لگے۔

پٹ فیڈر کے علاقے میں بھی دوسرے قبائلی علاقوں کی طرح مشترکہ قبائلی زمینی حد بندیاں تھیں جس میں زرعی زمینیں، چراگاہیں، پہاڑ، ندیاں، پانی کے تالاب اور دیگر قدرتی وسائل ہوتے ہیں، بلوچستان سمیت پوری دنیا کے قبائلی معاشرے میں مشترکہ وسائل اور زمینیں ہوتی ہیں جن کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں مختلف نام ہوتے ہیں، بلوچستان میں مشترکہ زمینوں کو شاملات کہا جاتا ہے۔

پٹ فیڈر کی مشترکہ قبائلی شاملات کی ملکیت پر وہاں کے سرداروں، میروں اور معتبرین کا قبضہ تھا انہوں نے اپنے قبضے میں موجود شاملات کو جلدی جلدی فروخت کر کے دولت حاصل کی اور اپنے خاندانوں کو فائدہ پہنچانا شروع کر دیا، پٹ فیڈر نہر کی تعمیر سے پہلے وہاں کی

مقامی آبادی بڑی تعداد میں سندھ اور بلوچستان کے دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہوگئی اور پٹ فیڈر نہر کی تعمیر کے بعد بطور ہاری سندھ اور بلوچستان کے مختلف علاقوں سے بلوچ، بروہی، سندھی وردیگر جاموٹ قبائل اور برادریوں کے لوگ پٹ فیڈر کے علاقے میں آ کر آباد ہو گئے۔

سب سے اہم آبادی پٹ فیڈر کے قریب ڈیرہ بگٹی میں بگٹی قبائل کی مختلف برادریوں کی آپس میں مسلح جنگ کے نتیجے میں نقل مکانی کرنے پر مجبور ہونیوالے بگٹیوں کی برادریاں تھیں جن کے پاس جدید اسلحہ بھی تھا اور مرنے مارنے کا جذبہ بھی، دوسری اہم آبادی کوہلو اور سبی سے اوپر کے علاقوں سے آنے والے مری قبائل اور قریب کے پہاڑی علاقوں کے دیگر قبائل کی مختلف برادریوں پر مشتمل تھی۔

پہاڑی علاقے کے قبائلی لوگ میدانی علاقوں کے قبائلی اور غیر قبائلی لوگوں سے زیادہ جنگجو اور زیادہ مسلح ہونے کے ساتھ جنگی حکمت عملی کے ماہر ہوتے ہیں۔

پہاڑی علاقے کے لوگوں کے پاس ہموار زرعی زمینیں، جانوروں کے لئے چراگاہیں اور پانی کے وسائل کم ہوتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو زندہ رکھنے والے وسائل پر عموماً قبائل اور برادریوں کے درمیان جنگ وجدل جاری رہتا ہے، کوئی ایک گروہ وسائل پر قابض ہو جاتا ہے اور دوسرا گروہ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے پٹ فیڈر کی نہری زمینوں پر آباد ہونے والے بلوچوں کی یہ مسلح قبائلی برادریاں فیصلہ کن آبادیاں تھیں جنھوں نے پٹ فیڈر کی زمینوں اور علاقے کو خارجی آباد کاروں کے قبضے سے بچایا تھا۔

پختہ جب تک نہ ہونگی تدبیریں
کٹ نہیں سکتی تیری زنجیریں
تم میں طاقت ہے آپ لکھنے کی
اپنے ہاتھوں سے اپنی تقدیریں

پٹ فیڈر کی زمینوں پر پہلی کشمکش

ون یونٹ کے خلاف مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں سندھ بلوچستان اور NWFP (پختون خواہ) کی جدوجہد کا بنیادی نکتہ اپنی زمینیں، قدرتی وسائل، زبان، ثقافتوں اور رواج کو مرکز سے یعنی لاہور اور اس کے اتحادی کراچی والوں سے بچانا اور اپنے صوبوں میں تعلیم اور ملازمتوں کے مواقع حاصل کرنا تھا۔

پٹ فیڈر کی زرخیز نہری زمینیں ون یونٹ کی وجہ سے غیر مقامی انتظامیہ خاص طور پر پنجابی افسر شاہی کی وجہ سے غیر مقامیوں کے قبضے میں تیزی سے جا رہی تھیں، دوسری طرف بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کا اثر رسوخ بہت زیادہ تھا جو ون یونٹ کے خلاف تھی، یہ پارٹی اس وقت بلوچستان کے زمینی اور دیگر قدرتی وسائل پر وہاں کے عوام کے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔

1969 میں جنرل ایوب خان کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ون یونٹ کا خاتمہ ہو گیا بلوچستان کو صوبے کی حیثیت مل گئی، 1970 کے انتخابات میں نیشنل عوامی پارٹی بلوچستان کی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری 1971 میں بنگالی عوام نے اپنے قومی حقوق حاصل کرنے کے لئے بھرپور جنگ کی اور بے شمار قربانیوں کے بعد آزادی حاصل کی، مشرقی پاکستان بنگلا دیش بن گیا اور صرف مغربی پاکستان کا حصہ پاکستان بن گیا تھا۔

پاکستان کے ترقی پسند، جمہوریت پسند بنگالیوں کے قتل عام اور ملک کی تقسیم کا ذمہ دار پاکستان کی فوج کے ساتھ مغربی پاکستان کے مرکز پنجاب کو بھی سمجھتے تھے جبکہ پاکستان کا حکمران طبقہ فوجی اور سولین افسر شاہی جس میں پنجاب کا حصہ بڑا اور فیصلہ کن تھا اور باقی قوموں کے جاگیردار، سردار، خان اور سرمایہ دار چھوٹے حصہ دار تھے اسلئے 1971 کی فوجی، سیاسی شکست اور بنگلہ دیش کی حقیقت کو بہت دیر اور مشکل سے تسلیم کیا گیا۔

پنجاب کے بالادست طبقوں نے کبھی بھی چھوٹی قوموں کے حقوق کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ

یہ انکے مفاد میں نہیں ہے کہ دوسرے صوبوں کے اور اپنے صوبے کے غریبوں کے جینے کے وسائل مختلف علاقوں کی زرعی زمینوں اور قدرتی وسائل پر قبضے اور کنٹرول کے امکانات کو چھوڑ دیں۔

1970 کے انتخابات میں سندھ کے عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کو اس لئے نمائندگی کا حق دیا کہ اس کے قائد ذوالفقار علی بھٹو جاگیردار اور سرمائیداروں کے خلاف بولتے تھے۔ سوشلزم لانے کی بات کرتے تھے جبکہ پنجاب کے عوام نے روٹی، کپڑا اور مکان کے مطالبے کے ساتھ پاکستان پیپلز پارٹی کو اس لئے بھی اپنا نمائندہ بنایا کہ وہ چھوٹی قوموں کے حقوق کی بات نہ کر کے ون یونٹ کی طرح مضبوط مرکز چاہتی تھی۔

محکوم سندھ اور پنجاب کے عوام نے چھوٹی قوموں کے حقوق کو نہیں سمجھا اسلئے قوموں کے حقوق کے بغیر نام نہاد سوشلزم کے نعرے پر اس وقت سندھ اور پنجاب کے عوام نے اپنی نمائندگی کا حق جاگیردارانہ پس منظر رکھنے والی پاکستان پیپلز پارٹی کو دیا۔

اسکے باوجود بلوچستان اور دیگر علاقوں میں پنجابیوں کے خلاف نفرت ختم نہیں ہوئی، بلوچستان اور سندھ کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے کسان پنجابیوں کے خلاف اسلئے نفرت کا اظہار نہیں کر رہے تھے کے وہ پنجابی زبان بولتے تھے بلکہ اس لئے نفرت کرتے تھے کہ پنجابی آباد کار ون یونٹ کی انتظامیہ کی طاقت سے پٹ فیڈر میں آباد ہوئے تھے، نہری زمینیں حاصل کر کے مقامی آبادی کے خوشحالی کے وسائل پر قابض ہو گئے تھے۔۔

1972 میں نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی حکومت کے دور میں مقامی کسان آباد کاروں اور پنجابیوں کی مختلف مقامات پر مسلح لڑائیاں ہوئیں جس میں فیصلہ کن لڑائی موضع بیدار میں ہوئی اس علاقے میں پنجابی آباد کاروں کا بہت زیادہ نقصان ہوا جس میں مقامی کسانوں کی مدد کیلئے قریب کے علاقوں سے مری، بگٹی اور مینگل قبائل کے مسلح لوگ بھی آ گئے تھے، پنجابیوں کی قیادت کرنے والا تاج محمد پنجابی قتل ہوا جسکے بعد پنجابی آباد کار موضع بیدار، بالان شاخ سے نقل مکانی کرنے لگے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت پر پنجابیوں کو بلوچستان میں تحفظ دینے میں ناکامی پر سخت تنقید ہونے لگی جس سے بچنے کیلئے پاکستان پیپلز پارٹی کی پنجاب حکومت نے سرائیکی علاقہ چولستان میں پٹ فیڈر کے متاثر پنجابی آباد کاروں کو زمین دینے کا فیصلہ کیا۔

بقول بابو خدا بخش لاشاری ریٹائرڈ سپریڈنٹ ڈپٹی کمشنر آفس ڈیرہ مراد جمالی کے اہم لوگوں کو آرڈر ملا کہ پٹ فیڈر کے علاقے سے پنجابی آبادکاروں کو بحفاظت نکالا جائے، انکے قبضے میں موجود زرعی زمینوں، ان پر اگائی ہوئی فصلوں اور گھروں کی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ لگا کر انکے کلیم بنائے جائیں، حکومت بلوچستان اور حکومت پاکستان انکو چولستان میں زرعی زمینیں دینے کے ساتھ مکانات اور دیگر نقصانات کا معاوضہ دیگی۔

پھر تو پنجابی آبادکاروں، غیر آبادکاروں، لڑائی سے متاثر ہونے والے اور نا متاثر ہونے والے پٹ فیڈر کے علاقے کے سارے پنجابیوں نے اپنے اپنے کلیم داخل کروائے ڈی سی آفس کے عملے کو ان کلیموں کی تصدیق کی ذمہ داری دی گئی انھوں نے اپنی ذاتی دوستیوں اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے سارے کلیموں کی تصدیق کر دی۔

کافی تعداد میں پنجابی خاندان چولستان چلے گئے، جو پنجابی خاندان ابھی تک پٹ فیڈر اور اسکے قریب کے علاقوں میں رہتے ہیں ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہے جو مرکزی حکومت کی مدد کے بجائے اپنی محنت اور مقامی لوگوں کے ساتھ بہتر برادرانہ رویوں کی وجہ سے موجود ہیں۔

پٹ فیڈر میں پنجابی آبادکاروں کے خلاف جدوجہد بلوچستان کے عوام کی قومی حقوق کی جدوجہد کا حصہ تھا، اس جدوجہد میں مقامی کسانوں کے اتحادی سردار، میر اور معتبرین بھی تھے مگر پٹ فیڈر سے پنجابی آبادکاروں کی بیدخلی کے بعد پٹ فیڈر کے علاقے میں طبقاتی جدوجہد کا آغاز ہوگیا ساری دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے طبقاتی تضاد اس وقت تک پس منظر میں رہتا ہے جب تک مقامی اور غیر مقامی، قومی، لسانی اور مذہبی، فرقہ ورانہ اور ثقافتی تضادات حل نہیں ہوتے اور ان کا حل ان تضادات کے خاتمے میں نہیں، ان کو تسلیم کرنے میں ہے۔

خیر ہو تیری لیلاؤں کی، ان سب سے کہہ دو
آج کی شب جب دیئے جلائیں اونچی رکھیں لو

زرعی اصلاحات 1972ء
مارشل لاء ریگولیشن 115

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ملک میں 20 مارچ 1972 کو مارشل لاء ریگولیشن 115 کے ذریعے، زرعی اصلاحات کا اعلان کیا جس کے نکات کا خلاصہ درج ذیل ہیں۔

1. کوئی فرد 150 ، ایکڑ نہری یا 200، ایکڑ بارانی یا 15000، پی آئی یو سے زائد زرعی اراضی نہیں رکھ سکے گا۔
2. اراضی کی حد ملکیت خاندان کے بجائے فرد کی بنیاد پر مقرر کی گئی۔
3. بڑے زمینداروں سے واگزار ہونے والی زمین بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کی گئی۔
4. آبیانہ، مالیانہ، بیج کی قیمت اور دیگر ٹیکس مزارع یا ہاری کے بجائے زمیندار ادا کریں گے۔
5. مزارعین سے بلا معاوضہ خدمت اور جبری لگان کی وصولی پر پابندی ہوگی
6. مقرر حد سے زیادہ زمین بلا معاوضہ حاصل کر کے غریب کسانوں میں مفت تقسیم ہوگی۔
7. ٹریکٹر یا ٹیوب ویل کے مالک زمینداروں کو حد ملکیت میں مزید 2000 پی آئی یو کی چھوٹ ہوگی
8. تمام شکار گاہیں واپس لیکر کسانوں میں تقسیم کی جائیں گی۔
9. کسانوں کی یکطرفہ اور ظالمانہ بے دخلیوں پر پابندی ہوگی۔
10. بیراجوں کی زیر کاشت آنے والی جو اراضی سرکاری افسروں میں تقسیم ہوئی تھی وہ 100 ایکڑ کو چھوڑ کر واپس لے لی جائے گی۔
11. رٹائیرڈ فوجیوں کے نام ایسی تمام اراضیات کے حقوق منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا گیا جنہیں دفاعی پٹی کے سرحدی رقبے کے عوض ملک کے محفوظ اندرونی علاقوں میں حاصل کیا گیا۔
12. دفاعی افواج کے لئے مناسب اراضی مخصوص رہے گی۔

The land reforms (Balochistan Pat feder canal) Regulation 1972
Martial Law Regulation 117 of 1972
Gazette of pakistan extraordernary ,18th march 1972

مارشل لاء ریگولیشن 117 بلوچستان کے پٹ فیڈر کینال کے
زرعی اصلاحات گزٹ 18 مارچ 1972ء

بلوچستان کے پٹ فیڈر کمانڈ ایریا کے سرکاری زمین کا بڑا حصہ قابل کاشت ہے۔
وہاں آباد کسان اور دیگر افراد اس زمین کے دعویدار ہیں۔
یہ زمین کسانوں اور بے زمین مقامی افراد کو دی جائے گی۔
اس قانون کو بلوچستان پٹ فیڈر زرعی اصلاحات ریگولیشن 1972. کہا جائے گا۔

☆ یہ قانون کچھی اور سبی ضلع پر لاگو ہوگا۔
☆ یہ قانون فوری طور پر لاگو ہوگا۔
☆ یہ قانون ضلعی کمیٹی کے پٹ فیڈر کینال کمانڈ ایریا اور ضلع سبی کے نصیر آباد سب ڈویژن میں پٹ فیڈر کینال کے کمانڈ ایریا پر لاگو ہوگا۔

3 (a)۔ یہ زمین کسانوں اور بے زمین مقامی لوگوں کو 132 ایکڑ کے حساب سے دی جائے۔
(b)۔ مشترکہ خاندان میں کسان اور ان کے ایک بالغ بیٹے کی صورت میں 64،ا ایکڑ سے زائد زمین نہیں دی جائیگی
(c) خاندان میں کسان اور ان کے دو بالغ بیٹوں کی صورت میں 196 ایکڑ سے زائد زمین نہیں دی جائیگی

4 مارشل لاء ریگولیشن 117 کے (A), (B), (C) میں کہا گیا ہے کہ یہ زمین حاصل کرنے والے پہلے سے آباد تصدیق شدہ بے زمین کسان کو دی جائیگی اس کے بعد تحصیل اور اس ضلع کے بے زمین کسان کا حق ہوگا۔

5 اگر زمین حاصل کرنے کے لئے موجودہ زمین سے زیادہ درخواست گزار ہونگے تو پھر اسی موضع کے لوگوں کے سامنے قرعہ اندازی کی جائیگی۔

6 زمین کی مقرر کردہ قیمت حکومت کے دیئے گئے شیڈول کے مطابق ادا کرنی ہوگی۔

2۔ کوئی شخص قانون نافذ ہونے کے بعد اس علاقے میں موجودہ زمین حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے، تو متعلقہ ڈپٹی کمشنر انکوائری کرنے کے بعد کہ اس کے پاس کوئی زمین نہیں ہے اور اس کا دعوی درست ہے تو وہ اس قانون کے تحت اسے زمین الاٹ کردیگا۔

7 کے تین نمبر میں مزید کہا گیا ہے کہ درخواست گزار کی چھان بین کے دوران ڈپٹی کمشنر دوسری چیزوں کے علاوہ یہ بھی دیکھے گا کہ درخواست گزار کے پاس بااختیار افسر کی سند یا کوئی اور ثبوت موجود ہے یہ کہ دعویدار شخص جنوری 1953 سے لیکر اس ریگولیشن کے لاگو ہونے تک متعلقہ زمین پر قابض ہے۔

یہ دعویدار شخص متعلقہ زمین پر لینڈ رونیو یا کوئی ٹیکس ادا کر چکا ہے۔ سیکشن 8 میں زمین سے ٹرانسفر کے متعلق تفصیل ہیں۔ جبکہ سیکشن 9-10-11-12-13-14-15 اور 16 ڈپٹی کمشنر کے اختیارات کی تفصیلات بیان کرتے ہیں، اور ڈپٹی کمشنر کے فیصلوں کے خلاف کمشنر کے پاس اپیل داخل کرنے، پٹیشن کے قوانین بورڈ آف رونیو کے اختیارات کی تفصیلات ہیں۔

زرعی اصلاحات (بلوچستان پٹ فیڈر کینال) ریگولیشن 1972ء

(زرعی زمین حاصل کرنے کے لئے درخواست دینے کا) ایکٹ 1973ء

❀☆❀❀☆❀❀☆❀

پٹ فیڈر کے کسانوں کی دوسری کشمکش

مارشل لاء ریگولیشن 115، 1972ء اور بلوچستان پٹ فیڈر میں زرعی اصلاحات کے لئے مارشل لاء ریگولیشن 117، 1972ء اور ایکٹ 1973ء کے نفاذ کے فوری بعد پٹ فیڈر کے جاگیردار خاندانوں نے جن میں عمرانی، کھوسہ اور جمالیوں کے سردار، میر اور معتبرین شامل تھے پٹ فیڈر کی زمینوں پر آباد مقامی ہاری خاندانوں کو بے دخل کرنے کیلئے مختلف کاروائیاں شروع کر دیں، جس میں قبائلی طور پر کمزور برادریوں کو دھونس و دھمکی اور جھوٹے کیسوں میں پھنسا کر مجبور کیا جانے لگا تاکہ وہ زمینیں چھوڑ کر بھاگ جائیں، انکے گھروں کو آگ لگا کر، گاؤں کے قریب کی نہر میں اپنے آدمیوں کے ذریعے شگاف ڈلوا کر مصنوعی سیلاب کے ذریعے ہاریوں کی زمینوں اور انکے گھروں کو نہری پانی میں ڈبو کر، اسکے علاوہ قبائلی لشکر کشی کر کے انہیں زمینوں سے بے دخل کیا جانے لگا۔

پٹ فیڈر کے ہاریوں کے خلاف یہ تباہی کسی اور نے نہیں انکی اپنی ہی قوم اور انکے ہی علاقے کے رہنے والے جاگیرداروں اور انکے پالتو غنڈوں نے لائی تھی، یہ طاقتور لوگ چاہتے تھے کہ پٹ فیڈر کی وہ زمینیں جس پر ہاریوں نے اپنی فصلیں اگائی ہوئی تھیں اور جو زرعی اصلاحات کے تحت ہاریوں کے نام ہونی تھیں ہاریوں سے چھین کر اپنے پیش کردہ جھوٹے ناموں پر الاٹ کروائی جائیں ایسا کرنے کیلئے ضروری تھا کہ پٹ فیڈر کی نہری زمینوں پر قبضہ کسانوں کا نہ ہو بلکہ سرداروں، جاگیرداروں اور ان کے بٹھائے ہوئے لوگوں کا ہو۔

ساتھی پیر بخش سامت کو جو 1978 کی پٹ فیڈر کسان تحریک میں ہمارے ساتھ تھے، انکا پٹ فیڈر کسان تحریک میں بہت وسیع تجربہ ہے انکا گھرانہ 1966 سے ٹیمپل ڈیرہ میں آباد تھا وہ ٹھیکیداری کے ساتھ ساتھ بھٹو دور میں زرعی اصلاحات کے نتیجے میں ملنے والی زمینوں کو ہاریوں کے نام الاٹ کروانے والے مرحلے میں رضاکارانہ طور پر کام کرتے رہے تھے، انہوں نے پیپلز کسان کمیٹی کی بنیاد رکھی جسکے ذریعے بے زمین کسانوں کو مارشل لاء ریگولیشن کے تحت زمینیں دلانے کی کامیاب کوشش کی۔

ان کوششوں میں ان کے ساتھ عبدالمجید بھنگر، شاہ محمد ماچھی، نور حان ماچھی، ڈھولیا۔

حامد، نہال ماچھی، محمود لاشاری، فقیر محمد رانجھن، شیر محمد چانڈیو، میوا بگٹی، علی حسن سومرو، ملگزار ڈومکی، چاچا دیرک، ہزار خان بنگلزئی، میر گل موسیانی اور محمد موسی بھی شامل تھے، انتقامی طور پر ان میں سے کئی ساتھیوں کے گھر گرائے گئے اور مال مویشیوں پر قبضہ کیا گیا، اسوقت کا پنجابی ڈپٹی کمشنر جو زرعی اصلاحات کا انچارج تھا، بہت ایمان دار شخص تھا اسکے ساتھ دو لینڈ ریفارم آفیسر LRO چنیسر خان بروہی اور جاوید اختر بھی ایماندار آدمی تھے، تینوں افسر پٹ فیڈر کے علاقے سے باہر کے تھے، اسلیئے مقامی جاگیرداروں کے دباؤ سے آزاد تھے، انہوں نے پہلے سے زمین آباد کرنے والے کسانوں کے نام زمین الاٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس پر عمل کروانے کیلیئے انہوں نے کئی جرتمندانہ اقدامات کیئے۔

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں پٹ فیڈر کے اکثر زمیندار خاص طور پر روجھان جمالی کے جمالی برادران نہ صرف پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے تھے بلکہ وہ پیپلز پارٹی کے رہنما بھی بن گئے تھے اسلیئے پٹ فیڈر کے جاگیرداروں کا پارٹی کے اندر بھی اثر قائم ہو چکا تھا اسکے باوجود لینڈ ریفارمز افسروں نے شیر محمد چانڈیو کے خاندان کے نام وہ زمین کر دی جس پر شیر محمد کا خاندان پیداوار کرتا تھا، ہوا یہ تھا کہ 1975 میں جاگیرداروں نے شیر محمد کے گاؤں کے ساتھ والی شاخ میں شگاف ڈلوا کر پورے خاندان کے گھروں کو پانی میں ڈبو دیا تھا، خاندان کے افراد اپنا بچا ہوا سامان جو وہ سر پر اٹھا سکتے تھے لیکر اپنی جان بچا کر وہاں سے نکلے اور ٹیمپل ڈیرہ میں رہنے لگے۔

شیر محمد چانڈیو کی درخواست پر لینڈ ریفارم انچارج جاوید اشرف اور انکے ساتھی چنیسر خان بروہی اور جاوید اختر لیویز فورس کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے نہر کی شاخ پر ایک پل تھا پل کے پار ایک چھوٹا گاؤں تھا، DC جاوید اشرف نے گاؤں کے لوگوں کو بلوایا دہشت کی فضا تھی لوگ آنے سے کترا رہے تھے، کچھ لوگ آئے DC نے شیر محمد کی طرف اشارہ کر کے پوچھا اسے پہچانتے ہو ،لوگوں نے نظریں چرا کر اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔شیر محمد چانڈیو اور اس کے ساتھی اس صورتحال سے بہت پریشان ہوئے شیر محمد چانڈیو نے جاوید اشرف ڈی سی کو کہا کہ یہ سب جاگیرداروں سے ڈرتے ہیں اس لئے یہاں کوئی حق سچ کی گواہی نہیں دے گا۔ڈی سی نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ یہ زمین تمہاری ہے تم یہاں زرعی پیداوار کرتے تھے لیکن مجھے قانونی طور پر دو

گواہوں کی ضرورت ہے چلو میں تم سے یہ رعایت کرتا ہوں کوئی ایک آدمی تو گواہی دے کہ تم یہاں رہتے تھے۔ اس پر شیر محمد نے زور زور سے چلا کر لوگوں کو خدا کے واسطے دیئے کھڑے ہوئے لوگوں کا نام لیکر ان کی منت سماجت کرتا رہا۔ لیکن لوگوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اس کے بعد شیر محمد نے کہا ڈی سی صاحب ان انسانوں میں سے کوئی میری گواہی دینے کا حوصلہ نہیں رکھتا لیکن میرا کتا اگر آزاد اور زندہ ہے تو اب میں اسے آواز دیتا ہوں یہ کہہ کر شیر محمد چانڈیو نے کتے کا نام لیکر زور زور سے پکارنا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد شیر محمد چانڈیو کا کتا پل کی دوسرے طرف سے دوڑتا ہوا آیا اور شیر محمد چانڈیو کے پیروں میں لوٹنے لگا۔ شیر محمد چانڈیو نے ڈی سی کو کہا صاحب میرا ایک گواہ خدا نے بھیجا ہے اگر آپ کہیں تو میں اپنے گدھے کو بھی گواہی کے لئے بلا سکتا ہوں وہ بھی کسی جاگیردار سے نہیں ڈرتا اور پھر شیر محمد نے اپنے گدھے کو جوش میں آوازیں شروع کر دی لیکن گدھا نہیں آیا ڈی سی جاوید اشرف نے کہا کہ بس یہ گواہی کافی ہے کیا پتہ گدھا کہیں بندھا ہوا ہو یا کسی نے تمہارے گدھے کو کسی اور گاؤں میں فروخت کر دیا ہو پھر ڈپٹی کمشنر جاوید اشرف نے کہا افسوس کی بات ہے کہ کوئی انسان گواہی دینے کے لئے آگے نہیں بڑھا لیکن اس واقعہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم واقعی یہاں رہتے تھے میں اس کتے کی گواہی قبول کرتا ہوں اور یہاں کے پلاٹ تمہارے خاندان کے نام کرتا ہوں۔ پھر جاوید اختر نے لوگوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ خدا سے ڈرو، خدا کے واسطے دینے پر بھی تم نے سچ نہیں بولا، آج جو کچھ بھی شیر محمد کے ساتھ ہوا ہے وہ کل تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ جب ہم 1978 میں کسانوں کی شہادت کے بعد پٹ فیڈر تحریک کے سلسلے میں علاقے کا دورہ کر رہے تھے تو شیر محمد چانڈیو کا کتا اس کے ساتھ رہتا تھا اور شیر محمد کے لئے اس کی حیثیت خاندان کے دوسرے افراد سے زیادہ تھی۔

پٹ فیڈر میں زرعی زمینوں کے الاٹمنٹ پر مقرر تینوں ایماندار افسروں کی وجہ سے کافی مقامی کسان خاندانوں کے نام زرعی زمینیں الاٹ ہو گئیں جس کے الاٹمنٹ آرڈر تقسیم کرنے کیلئے جو جلسہ عام ہوا اس میں ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی خود ٹیمپل ڈیرہ آئے تھے۔ ان کے ساتھ شیخ رشید احمد چیئرمین زرعی اصلاحات، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ، ارشاد احمد خان ممبر بورڈ آف ریونیو بلوچستان موجود تھے ارشاد احمد کسانوں کے حامی تھے اس لئے بعد میں ان پر

قادیانی ہونے کا الزام لگا کر ہٹا دیا گیا، اس جلسے کے انتظامات میں میر ظفر اللہ جمالی اور ان کے چچا زاد بھائی جو جنرل ایوب خان کے دورِ اقتدار میں ان کی مسلم لیگ کے بلوچستان میں رہنما تھے، اب ذوالفقار علی بھٹو کے جلسے کے انتظامات میں بہت سرگرمی سے اسلئے شامل تھے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت جمالی خاندان کو مل گئی تھی۔

پیر بخش سامت اور عرس محمد موسیانی سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں ہی پٹ فیڈر میں کسان تحریک کی ابتدا ہو چکی تھی۔ ایک طرف پاکستان پیپلز پارٹی کے جاگیردار قائد تھے دوسرے طرف پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن جو کسانوں کے حقوق کی جدوجہد کر رہے تھے، ان کی جدوجہد احتجاجی تحریک کے بجائے قانونی طور پر مسائل کے حل کرانے کی تھی۔ پٹ فیڈر میں زرعی اصلاحات کے تحت کسانوں کو زمینیں ملنے کا عمل 1975 کے بعد شروع ہوا۔

سندھ کے جاگیرداروں کی طرح بلوچستان کے جاگیردار بھی 1972 کی زرعی اصلاحات کو بے اثر بنانے کے لئے خود پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ پارٹی کی قیادت پر کنٹرول کر کے اپنے گھر کے افراد، عزیز، رشتہ داروں اور اپنے ایسے ملازمین، کسانوں اور ہاریوں کے ناموں پر زرعی زمینیں کروا دیں جو اپنے نام الاٹ شدہ زمینوں کا قبضہ نہ لے سکے اور نہ ہی مالکی کا دعویٰ کر سکے اپنے نام ہونے والی زمینوں کا اول تو ان کسانوں کو پتہ ہی نہ چل سکے اور اگر پتہ چل گیا تو جاگیرداروں کو آدھی بٹائی دینے سے انکار نہ کر سکیں۔

بلوچستان اور سندھ میں کئی جگہ ہاریوں نے زرعی اصلاحات میں ان کو الاٹ ہونے والی زرعی زمینوں پر اپنی مالکی منوانے کے لیے احتجاجی جدوجہد کے ساتھ مسلح حملوں کا بھی مقابلہ کیا مگر اس کے باوجود آج تک ہزاروں ہاری خاندان ایسے ہیں جن کے نام زرعی زمینیں ہیں لیکن ان کو اس کا پتہ نہیں ہے، اگر کسی کو پتہ ہے اور الاٹمنٹ آڈر کے لیٹر ان کے ہاتھوں میں ہیں مگر قبضہ جاگیرداروں کے پاس ہے کہیں الاٹمنٹ آرڈروں کے ساتھ قبضہ بھی کسانوں کے ہاتھ میں ہے تو ان کا زرعی پانی بند کروا کر ان کو زمینوں پر پیداوار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

بلوچستان کے پٹ فیڈر میں ایک بنیادی تبدیلی یہ بھی ہے کہ بروہی بلوچ یا جاموٹ

جاگیرداروں کے مقابلے پر کسان بھی بروہی، بلوچ اور جاموٹ برادریوں کے ہی تھے اس لئے کسانوں پر جبر یا تشدد کرنا آسان نہیں تھا جاگیرداری نظام کے قیام میں ریاستی انتظامیہ کی مدد ہی فیصلہ کن کردار ہوتا ہے۔ پٹ فیڈر کے جاگیرداروں کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت میں بھی انتظامیہ کی حمایت حاصل تھی مگر اتنی نہیں جتنی جنرل ضیاء الحق کی حکومت مین حاصل ہوئی۔

محمد عرس موسیانی نے مجھے کسانوں کی طرف سے ممبر بورڈ آف ریونیو II بلوچستان کا 6 اپریل 1977 کا حکم نامہ دیا جس میں پٹشنر عبدالرزاق ولد رسول بخش اور دیگر گیارہ رہائشی ہیں۔

موضع جھڈیر تحصیل ٹمپل ڈیرہ ڈسٹرکٹ نصیر آباد، جوابدار (1) میر شہباز علی خان ولد میر کرم علی خان عمرانی رہائشی ٹیمپل ڈیرہ (2) اسٹنٹ کمشنر ٹیمپل ڈیرہ (3) نائب تحصیلدار ٹیمپل ڈیرہ نظر ثانی کی یہ درخواست کسانوں نے اسسٹنٹ کمشنر اور نائب تحصیلدار ٹمپل ڈیرہ کے 29 جنوری اور 4 مارچ 1977 کے فیصلوں کے خلاف داخل کی تھی جس کو قابل سماعت تسلیم کرتے ہوئے ممبر بورڈ آف ریونیو II بلوچستان نے کسانوں کے قبضے کو برقرار رکھتے ہوئے کیس کے سارے ریکارڈ کو بورڈ آف ریونیو کوئٹہ طلب کرنے کا آرڈر دیا اور آئندہ سماعت 9 مئی 1977 کو مقرر کی، یہ موضع جھڈیر وہی علاقہ ہے جہاں بعد میں مسلح مزاحمتی جنگ ہوئی۔

ابھی پٹ فیڈر کے کسانوں نے زرعی اصلاحات کے تحت ملنے والی زرعی زمینوں پر اپنا قبضہ مستحکم نہیں کیا تھا اور پہلی فصل کی آمدنی ہی حاصل کی تھی کہ جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء لگ گیا۔

نوٹ۔ کلاسیکی جاگیردارانہ نظام اور جاگیریں اب قانون پاکستان میں کہیں بھی موجود نہیں ہے لیکن اس کی باقیات عملی طور پر پاکستان کے کئی علاقوں میں موجود ہے۔

بلوچستان میں وڈیرہ اپنے بڑوں کو کہا جاتا ہے اور زمیندار خود کاشت کرنے والے آباد کار کو کہا جاتا ہے، اسلئے بلوچستان میں بڑے زمینداروں کو ہی جاگیردار کہا جاتا ہے۔ بلوچستان میں استعمال ہونے والے لفظ جاگیردار کو بلوچستان کے پس منظر کے مطابق اس کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔

﴿☆﴾﴿☆﴾﴿☆﴾

پٹ فیڈر کسان تحریک کا سیاسی منظر نامہ

پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت جو بظاہر تو ملک میں انتخابی دھاندلیوں کے بہانے پر سول نافرمانی کی تحریک کے نتیجے میں غیر جانبدارانہ انتخاب کروانے آئی تھی۔ پھر اس نے انتخابات سے پہلے احتساب کا نعرہ لگایا جماعت اسلامی اور دیگر بنیاد پرست مذہبی جماعتیں جو انتخابات کے ذریعے اقتدار میں نہیں آسکتی تھیں انہوں نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی حمایت کے ساتھ پہلے انتخابات نہیں احتساب ہونا چاہیئے کا نعرہ لگایا پھر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کو استعمال کرنا شروع کیا، ملک بھر کی ماضی پرست قوتوں کو جنرل ضیاء الحق نے اپنا اتحادی بنانا شروع کردیا جو جنرلوں اور ان کی خفیہ ایجنسیوں کے اتفاقیہ اقدامات نہیں تھے بلکہ فوجی آمریت کے ذریعے پاکستان کے عوام کی حاصلات واپس چھیننے کی حکمت عملی کا حصہ تھے۔

فوجی جنرلوں انکے سرپرست اعلیٰ امریکی انتظامیہ کو سرد جنگ میں پاکستان کے کردار کو بڑھانا تھا پاکستان کی سرزمین، فوج، خفیہ ایجنسیوں اور وسائل کو سوویت یونین کے خلاف زیادہ شدت سے استعمال کرنے کے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء لمبے عرصے کے لئے لایا گیا تھا۔

جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کو لمبے عرصہ تک پاکستان کے عوام پر مسلط رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ پاکستان کے اندر حقیقی جمہوری قوتوں نے جو تھوڑی سی جڑیں پکڑ لیں ہیں ان کو فوری طور پر اکھاڑ دیا جائے۔

5 جولائی 1977 کا مارشل لاء ایک خاص پس منظر میں آیا تھا، 1977 کے انتخابات سے پہلے 5 جنوری 1977 کو ذولفقار علی بھٹو کی حکومت نے ایک اور زیادہ ترقی پسندانہ زرعی اصلاحات کا اعلان کردیا تھا جس کا علم ملک بھر کے کسانوں کو نہیں تھا انہیں صرف یہ پتہ تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی میں موجود جاگیرداروں کی قیادت ماضی کی طرح زرعی اصلاحات کے نئے

اعلان پر بھی عمل نہیں ہونے دے گی انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کی کامیابی کے اعلان کے بعد سارے ملک میں انتخابی دھاندلیوں کے جواز پر ہنگامے شروع ہو گئے۔حزب اختلاف کا پاکستان نیشنل الائنس PNA جس کو سرگرم رکھنے والی قوت چیف آف آرمی اسٹاف جنرل ضیاءالحق اوراس کے کنٹرول میں موجود ایجنسیاں تھی اوران کے ایجنٹوں کے زیرسایہ پلنے والی، بنیاد پرست مذہبی جماعتیں، موقع پرست قوم پرست اورترقی پسند سوشلسٹ پارٹیاں تھیں۔

انتخابات میں دھاندلی کے خلاف تحریک کوایک خاص منصوبہ بندی سے مذہبی انتہا پرستی کے طرف موڑ دیا گیا، اسلامی نظام، نظام مصطفیٰ، نفاذ شریعت کے نعرے استعمال کر کے ایک طرف مذہبی جنونیت کو پسند کرنے والے مسلمانون کو مارشل لاء لگوانے کے لئے استعمال کیا گیا تو دوسری طرف پاکستان کوانتخابات کے ذریعے عام رائے دہی کے ذریعے اپنے حکمران منتخب کرنے کے طریقہ کار کوختم کر کے فوجی آمریت کومخصوص اسلامی بنیاد پرست آمریت پسند ٹولے کے ذریعے چلانے کی حکمت عملی کومقبول بنانا تھا اس کواسلامی نظام کا نام دیا جانے لگا مگر اندر سے حقیقی طور پر غیر جمہوری قوتوں کوآمریکی سامراج کے مفادات اور حکمت عملی پر عمل کروانا تھا، جاگیرداروں اور جاگیردارانہ نظام کو بچا کر اس کے ذریعے فوجی آمریت کو چلانے کا منصوبہ تھا اس لئے جب 4 جولائی کوانتخابات میں دھاندلیوں کے ازالے کیلئے حزب اختلاف پاکستان نیشنل الائنس PNA کی جماعتوں اور ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان معاہدہ طے ہو گیا تو اس پر دستخط کرنے کے لئے PNA کے قائدین نے ایک دن کا غیر ضروری وقت مانگا جس سے فائدہ اٹھا کر جنرل ضیاءالحق نے 5 جولائی 1977 کے دن ذوالفقار علی بھٹو کی سویلین حکومت کا تختہ پلٹ کر ملک میں مارشل لا لگا دیا۔

جنرل ضیاءالحق نے اپنی فوجی آمریت برقرار رکھنے کے لئے خود کوخود ساختہ طور پر امیر المومنین کا درجہ دیکر فوجی آمریت کواسلامی نظام قرار دیدیا۔

جنرل ضیاءالحق کواپنے جاگیرداراور سرمایہ دار اتحادیوں کی مدد کرنے کے ساتھ اپنا امیر المومنین والا میک اپ بھی بچانا تھا اس لئے جنرل ضیاءالحق اوراس کے ٹولے نے کسانوں اور مزدوروں کے خلاف براہ راست حکومتی مشینری کواستعمال کرنے کے بجائے در پردہ رہ کر خفیہ مدد

کے ذریعے محنت کشوں کو کچلنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جنرل ضیاء الحق کی اس حکمت عملی سے ہر طرف ظلم و تشدد کا بازار گرم ہو گیا سارے ملک کے جاگیردار اور سرمایہ داروں نے ضیاء الحق کے مارشل لاء کی کھلم کھلا حمایت شروع کر دی۔

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا خاتمہ، قتل کے جھوٹے مقدمے میں بھٹو کی گرفتاری، ذوالفقار علیؒ بھٹو کے ساتھ عوامی امنگوں کا جڑ جانا عوام کی طاقت کو کچلنے کے لئے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت کے اثر میں پاکستان کے محنت کش کسان، درمیانہ طبقے اور مزدوروں کا اپنے حقوق کی جدوجہد کے لئے کسی حد تک ٹریڈ یونین تحریک میں منظّم ہو جانا، اخباری صنعت کے کارکنوں، صحافیوں، اخبارات اور رسائل کے مالکان کا اظہار رائے کی آزادی کے ساتھ روزگار اور منافع کا جڑ جانا پوری اخباری صنعت کو جمہوری قوت کا حصہ بنا چکی تھی۔

اس لئے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت اور اس کے ذریعے سوویت یونین کے خلاف جنگی حکمت عملی پر عملدرآمد کروانے کے لئے ضروری تھا کہ پاکستان میں جو جمہوری قوتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کو خریدا جائے یا کچل دیا جائے۔ پٹ فیڈر کے کسانوں اور ملتان کے مزدوروں کا قتل عام، اخبارات پر پابندیاں، کمیونسٹ پارٹی کے رہنما کامریڈ نذیر عباسی کی فوجی ٹارچر کیمپ میں شہادت اور ان کے ساتھیوں پر تشدد اور بغاوت کا مقدمہ اور سزائیں جنرل ضیاالحق کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھی۔

پٹ فیڈر کی زمینوں کے دعویدار جمالی برادران نے فوراً پیپلز پارٹی کو چھوڑ کر حکومتی طرفداری شروع کر دی، میر محمد مراد جمالی نے اپنی مسلم لیگ بلوچستان کے صدر والی حیثیت کو دوبارہ بحال کر دیا۔

5 جولائی 1977 کے مارشل لاء کے بعد پٹ فیڈر میں کسانوں سے دوبارہ بٹائی لینے کے لئے زرعی زمینوں کو آباد کرنے والے کسانوں یا جن کے نام زرعی اصلاحات کے ذریعے زرعی زمینیں الاٹ ہو گئی تھی ان کے قبضے کو ختم کروانے کی مہم شروع کر دی گئی۔

پٹ فیڈر کے علاقے میں اکثر کسانوں نے جمالی، کھوسو اور عمرانی جاگیرداروں کو بٹائیاں دینا شروع کر دیں، کچھ اپنے نام پر الاٹ شدہ زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے مگر ہر علاقے میں

کچھ نہ کچھ کسان خاندان، برادریوں اور پورے کے پورے گاؤں کے لوگوں نے بٹائی دینے سے انکار کردیا اور زمینوں کا قبضہ چھوڑ کر بھاگنے کے بجائے مقابلے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

جنرل ضیا الحق کے دور حکومت میں قبائلی سرداروں، خانوں، وڈیروں کی قومی تحریکوں کو ذوالفقار علی بھٹو کی غلط حکمت عملیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھٹو دشمنی اور ذاتی مفادات کے دام میں پھنسا کر کنٹرول کرلیا گیا تھا، باقی زرعی اصلاحات کے ذریعے ملنے والی زمینوں کے مالک کسانوں کو زمینوں سے بے دخل کر کے ان سے زرعی زمینوں کا قبضہ واپس لینا ضروری تھا اس لئے جنرل ضیا الحق کی حکومت نے یہ عمل پٹ فیڈر سے شروع کروایا اور پھر پورے ملک میں اس حکمت عملی پر عمل کرنا تھا۔

جنرل ضیا الحق کی فوجی حکومت کی حکمت عملی میں قومی صنعتوں کو نجی ملکیت میں دیکر اپنے اتحادی سرمائیداروں کو مضبوط کرنا، زرعی اصلاحات میں کسانوں کو دی گئی زمینوں کو واپس لیکر جاگیرداروں کو دینا اور قبائلی جھگڑے کروا کر اپنے اتحادی قبائلی سرداروں کو مضبوط کرنا تھا۔

پاکستان پیپلز پارٹی اور دیگر جمہوری قوتوں کی مزاحمت کو چھپانے، مزید جمہوری قوتوں کے منظم اور متحرک ہونے کو روکنے کیلئے اخبارات، رسائل سے اظہار رائے کی آزادی چھیننے کی سازشیں شروع ہو چکی تھیں۔

پٹ فیڈر کے کسانوں، ملتان کے مزدوروں کا قتل عام میڈیا کو کنٹرول کرنا ذوالفقار علی بھٹو اور ہزاروں جمہوریت پسند سیاسی کارکنوں کی گرفتاری پھانسیوں اور کوڑوں کی سزاوں کا ایک بڑا مشترکہ سبب خطے میں امریکہ کی سوویت یونین کے خلاف نئی جنگی حکمت عملی پر عملدرآمد کروانا تھا، جس میں اسلامی بنیاد پرستی کو ابھار کر ہر صورت میں آمریت پسند اسلامی بنیاد پرستوں کے جنگی جنون کو متحد کر کے اور تربیت دے کر افغانستان کے راستے سوویت یونین کو کمزور کرنا تھا اس سارے کام کو کرنے کیلئے ماضی پرست قوت جاگیرداروں، سرمائیداروں، سرداروں، چودھریوں اور خانوں کی علاقائی حیثیت اور کنٹرول کو بڑھانا اور مضبوط کرنا بہت ضروری تھا۔

☆☆☆

پٹ فیڈر کے کسانوں کی تیسری کشمکش

پٹ فیڈر نہر کی جھٹ پٹ شاخ کا مشہور نام قیدی شاخ ہے یہاں موضع جھڈیر کے گاؤں نور محمد جمالی جس کا موجودہ نام میر گل موسیانی ہے اس میں آباد مختلف قبائل کے لوگوں کے ساتھ گاؤں مراد علی زہری اور اردگرد کے مختلف گاؤں اور قبائلی برادریوں نے جمالی جاگیردار خاندان کو آدھی بٹائی دینے یا زمینوں کا قبضہ چھوڑنے کے بجائے اپنی بہتر قانونی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جدوجہد کا عدالتی راستہ اختیار کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہاں کے کسانوں کو فائدہ ہونے لگا۔

پٹ فیڈر کے جاگیرداروں نے بھٹو حکومت کے خاتمے اور ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری کے بعد زرعی زمینوں پر اپنا مالکانہ دعویٰ، اسسٹنٹ کمشنر ٹیمپل ڈیرہ کے پاس پرانے ریکارڈ کے مطابق دائر کر کے زرعی اصلاحات میں کسانوں کو حاصل شدہ زرعی زمینوں سے اپنے مالک ہونے کی وجہ سے آدھی بٹائی دلوانے کی درخواستیں دے دیں۔

اسسٹنٹ کمشنر جاگیرداروں کے حق میں فیصلہ کر رہا تھا جس میں یہ حکم ہوتا کہ آدھی بٹائی جاگیردار کو ادا کیے بغیر کسان اپنی فصل نہیں اٹھا سکتا اور اکثر کسانوں کی فصلوں کے ڈیرے متنازعہ قرار دیکر لیویز کے پہرے میں دے دیے گئے۔

متاثر کسان اسسٹنٹ کمشنر ٹیمپل ڈیرہ کے دفتر میں اپیل کرتے رہے، ڈپٹی کمشنر کسانوں کی اپیلیں رد کر دیتا تھا جس کی وجہ سے اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے جاگیرداروں کے حق میں دیا گیا فیصلہ بحال ہو جاتا تھا، اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کے کسان دشمن غیر قانونی فیصلے کے خلاف درخواست گزار بلوچستان ہائی کورٹ میں اپنی پٹیشن زیر دفعہ 199 اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور جاگیردار کے خلاف دائر کرتے رہے جس کے نتیجے میں بلوچستان ہائی کورٹ کے جسٹس جناب ایم اے راشد اور جسٹس جناب عبدالقادر کسانوں کے حق میں آرڈر جاری کرتے رہے۔

پٹیشن نمبر C-P.191/77 تاریخ 14 ڈسمبر 1977 اور پٹیشن نمبر C-P No,9/1978 جو اس کورٹ میں داخل پٹیشن 177 of ۱۹۷۷ کا آرڈر بتاریخ 11 جنوری 1978 کو دیا آرڈروں کے کاپیوں کا عکس پیش خدمت ہے۔

IN THE HIGH COURT OF BALUCHISTAN, QUETTA.

BEFORE:
MR. JUSTICE ABDUL QADEER CHAUDHARY.

C.P. No. 9 /1978.

Allah Rakhia s/o of Pir Bakhsh, caste Seemru age 60 years, resident of Jodhair, Tehsil Temple Dera, District Nasirabad. . . . . Petitioner.

Versus

1. Assistant Commissioner, Temple Dera.
2. Deputy Commissioner, Temple Dera.
3. Meer Mohammad Khan Jamali, resident of Allabad, Tehsil Usta Mohammad. . . . . . Petitioner.

CONSTITUTION PETITION UNDER ARTICLE 199 OF THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN.

ORDER.

Mr. Jamil Khan Sherwani, Advocate.

1. Allowed.

2. A similar petition on the same ground has been admitte by a D.B. of this Court (177 of 1977). Admit, Notice.

3. Allowed subject to any objection but the petitioner should file a certified copy of the order if passed, in c course.

4. The produce if attached should be released to the petitioner on his furnishing security in the sum of Rs.2,000/- to the satisfaction of the Assistant Commissio Temple Dera. Notice for early date.

Sd/- Abdul Qadeer Chaudhary,
Judge.

SEAL OF THE HIGH COURT * BALUCHISTAN *
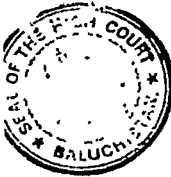
Certified to be a true copy
Superintendent, 11/1/78
High Court of Baluchistan,
QUETTA

جنرل ضیاالحق کی دوستی اور مارشل لاء کی چھتری کے باوجود پاکستان کے جاگیردار زرعی

اصلاحات کے تحت کسانوں کو حاصل ہونے والی زرعی زمینوں کے خلاف قانون سازی نہیں کرواسکے یا اعلیٰ عدالتوں کے فیصلہ اس لئے نہیں لے سکے کہ جنرل ضیاء الحق اپنی نام نہاد امیر المومنین والی اداکاری کو ابھی تک چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

اس لئے جنرل ضیاء الحق نے خود کو جاگیرداروں کے پیچھے رکھ کر جاگیردارانہ نظام کو بچانے کی کوششیں کیں جس کی وجہ سے انتظامی افسر کسانوں کے خلاف فیصلے دے رہے تھے اور اعلیٰ عدالتیں کسانوں کے حق میں، اس عدالتی کاروائی سے نپٹنے کے لئے جاگیرداروں نے کسانوں کو جھوٹے مقدمات میں گرفتار کروانا، دھمکانا اور لالچیں دینا شروع کردیں جو علاقے کے کسانوں کو بلوچستان ہائی کورٹ کا راستہ دکھا رہے تھے۔ کسانوں کے حق میں اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کو درخواست لکھ کر دینے کا کام بلوچستان ہائیکورٹ میں رٹ پٹیشن کروانے کے لئے کوئٹہ کے وکیلوں سے رابطے کروار ہے تھے پر ان کو بار بار جھوٹے مقدمات میں گرفتار کروایا جارہا تھا، گھر بلڈوزر کے ذریعے مسمار کئے جارہے تھے پیر بخش سامت اس کی واضح مثال ہیں۔

جب کہ قبائلی طور پر مضبوط میر گل موسیانی جن کا تعلق زہری قبیلے کی پندرانی شاخ سے ہے ان جیسے سیاسی کارکنوں کو گرفتار کروانے اور دھمکیاں دینے کے بجائے لالچ دیکر کسانوں کی حمایت کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی جارہی تھی۔

میر گل موسیانی کے بیٹے عرس محمد موسیانی نے ہمیں بتایا کہ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے بعد پٹ فیڈر کے جاگیرداروں اور انتظامیہ کا زرعی اصلاحات کے ذریعے زمینوں کا مالک بننے والے کسانوں کے خلاف دباؤ بڑھتا رہا، اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کسانوں کے خلاف مسلسل فیصلے دیتے جارہے تھے۔ انتظامیہ کے غلط فیصلوں سے متاثر سارے کسان بلوچستان ہائی کورٹ نہیں پہنچ پارہے تھے اور موضع جھڈیر کے جو کسان بلوچستان ہائی کورٹ سے اپنے حق میں فیصلہ کرواکر آئے تھے۔ انہوں نے پورے علاقے کے کسانوں کو زبردست حوصلہ دینا شروع کردیا تھا۔

اس ساری صورتحال میں جمالی جاگیرداروں نے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی لاکر میر ظفر اللہ جمالی کی قیادت میں جمالیوں کا ایک بڑا وفد جرگے کی صورت میں جس میں پیر اور سید صاحب بھی موجود تھے وفد پٹ فیڈر کے علاقے قیدی شاخ کے ساتھ میر گل موسیانی میں آیا

ظفراللہ جمالی نے گاؤں کے بڑے اور کسانوں کی نمائندگی کرنے والے میر گل موسیانی کو پیش کش کی کہ وہ علاقے کے کسانوں کی سرپرستی اور نمائندگی چھوڑ دے اور جھڈیر سے منتقل ہو جائے، موضع جھڈیر میں اس کے خاندان کو جو زمینیں ملیں اس کے بدلے میں میر گل موسیانی اور اس کے خاندان کو کسی اور علاقے میں زمینیں دی جائینگی اور اسکے علاوہ گھر وغیرہ بنانے کے لئے نقد رقم بھی دی جائیگی، میر گل موسیانی نے یہ پیش کش ٹھکرادی اور گاؤں میں موجود حبیب اللہ محمد شہی، سکندر خان محمد شہی، اور دیگر نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ صاحب جب حکومت زرعی اصلاحات کا قانون ختم کر کے ہمارے نام الاٹ زمینوں کے بلاک منسوخ کریگی تو پھر جرگے میں فیصلہ کرینگے اس ساری بات چیت کے بعد ہاریوں کو خطرناک نتائج کی دھمکیاں ملیں جس کی میر گل موسیانی اور اس کے گاؤں والوں نے پرواہ نہیں کی، جمالی جاگیرداروں نے اس قسم کی پیشکش اور دھمکیاں یقیناً علاقے کے دوسرے گاؤں میں بھی دی ہونگی۔

محمد شریف ابڑو جسکی درزی کی دکان ڈیرہ مراد جمالی بلوچستان میں ہے اسنے بتایا کہ 22 دسمبر 1977 سے پہلے پٹ فیڈر کی ضلعی انتظامیہ نے کسانوں کے خلاف انتقامی کاروائیاں، پٹ فیڈر کے جاگیرداروں کی دھونس دھمکیاں اور لالچ دیکر زرعی اصلاحات کے ذریعے پٹ فیڈر کے کسانوں کو ملنے والی زمینوں کا قبضہ واپس لینے میں ناکامی کے بعد جاگیرداروں نے ذاتی مسلح قبائلی لشکر بنا کر لشکر کشی شروع کردی جس میں کئی واقعات ہوئے۔

انھوں نے بتایا کہ میرے گاؤں کا پرانا نام عطا محمد جمالی تھا اور اب اسے ابڑا گاؤں کہتے ہیں۔ یہ گاؤں ٹیمپل ڈیرہ سے مغرب کی طرف ہے، زرعی اصلاحات کے بعد اس گاؤں میں 100 گھر تھے جس میں ابڑا قبیلے کے لوگ رہتے تھے، زرعی اصلاحات میں ہمیں 120 بلاک زمین ملی تھی اور اسوقت جوار اور تل کی فصل کاٹی جا چکی تھی۔

جمالی جاگیرداروں نے مختلف گاؤں میں کسانوں کو حراساں کرنے کیلئے حملے شروع کردیے تھے تاکہ کسان زرعی اصلاحات میں ملنے والی زمینوں کے حق سے دستبردار ہو جائیں سب سے پہلے نواب عطا محمد جمالی اور اسکے نائب بھارو، بوھڑ، عالم خان اور غلام حسین کے لشکر نے ٹریکٹر ٹرالیوں، موٹر سائیکل، 52 ماڈل کی جیپ اور تقریباً 200 مسلح افراد کے ساتھ ہمارے گاؤں پر حملہ کر کے ہماری کٹی ہوئی فصل ٹریکٹر ٹرالیوں میں بھرنے لگے، ہمارے گاؤں کے لوگ

مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے جس کی وجہ سے جمالیوں کا لشکر بغیر فصل اٹھائے چلا گیا۔

گاؤں میر گل موسیانی پر لشکر کشی سے پہلے جمالی جاگیرداروں نے گاؤں والوں کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں پورے علاقے کے سرکردہ کسانوں کی میٹنگ کی جس میں جاگیرداروں اور ڈپٹی کمشنر کی مشترکہ دھمکیوں کے باوجود بھی کسانوں نے اپنی زمین کا قبضہ دینے سے انکار کر دیا۔

کسانوں کے انکار کے بعد گاؤں میر گل موسیانی میں میر ظفر اللہ جمالی اپنے چند مسلح لوگوں کے ساتھ ایک پیر کو لیکر آ گیا، پیر نے کسانوں کو سمجھایا کہ وہ زمینوں کا قبضہ ختم کر دیں کیوں کہ یہ زمینیں کئی نسلوں سے تاج محمد جمالی کے خاندان کی ہیں خدا نے ان کو دی ہیں، ہمارے فیصلے عدالتوں اور قانون کے ذریعے نہیں ہوتے بلکہ بلوچی رسم رواج کے مطابق ہوتے ہیں ہم لوگ خون کے فیصلے بھی آپس میں بیٹھ کر کرتے ہیں تم لوگ زمینوں کے فیصلے عدالتوں سے کروا کر عدالتوں کو بلوچی رسم رواج کے فیصلے سے زیادہ اہمیت دے رہے ہو، مجھے پتہ ہے کہ یہ زمینیں خاندانی طور پر جمالی قبیلے کی ہیں ان کو سنبھالنے والے ہاری ہمیشہ میر ظفر اللہ جمالی کے بھائی رہے ہیں آپ بھٹو کے کہنے پر جسکی حکومت ختم ہو چکی ہے اور جو خود ابھی جیل میں ہے اپنے بھائیوں سے لڑ رہے ہیں، ایک کاغذ کے ٹکڑے کی بنیاد پر اپنے بڑوں سے بغاوت کر رہے ہو، یہی تمہارے اپنے لوگ ہیں ان کے ساتھ جرگے میں فیصلہ کرو میں اور میر ظفر اللہ جمالی تمہارے پاس میڑ (صلح کیلئے) لیکر آئے ہیں پیر صاحب کی تجویز کو بھی کسانوں نے یہ کہکر رد کر دیا کہ حکومت نے زمینیں ہمارے نام کی ہیں بلوچستان ہائی کورٹ نے بھی ہمارے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس لئے زمینیں واپس جمالیوں کو دینے کے لئے ہم جرگہ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد گاؤں والے اور آنے والے جمالیوں کے مسلح لوگوں کے درمیان تکرار تیز ہو گئی، دونوں طرف سے اسلحہ نکل آیا میر ظفر اللہ جمالی اور اس کا گروہ بمعہ پیر صاحب گاؤں میر گل موسیانی والوں کے نرغہ میں آ گئے اور فائرنگ شروع ہو گئی، فوراً ڈپٹی کمشنر ٹیمپل ڈیرہ ملک سرور ریزرو پولیس BRP کا دستہ لیکر میر گل موسیانی گاؤں میں سفید جھنڈے اٹھا کر داخل ہوئے اس کے بعد پیر صاحب فائرنگ روکنے کیلئے نرغے سے باہر آئے۔ ڈپٹی کمشنر ملک سرور، میر ظفر اللہ جمالی اور اس کے مسلح گروہ کو میر گل موسیانی کے گاؤں والے کے نرغے سے بحفاظت نکال کر لے گیا۔

پانچ کسانوں کی شہادت

اس واقع کے تقریباً 15 دن بعد 20 دسمبر 1977 کے دن مختلف راستوں اور سمتوں سے میر ظفراللہ جمالی عرف جبل جمالی کی سرکردگی میں جمالی جاگیرداروں کے جمع کردہ تین چار سو افراد پر مشتمل مختلف برادریوں کے لشکر نے گاؤں میر گل موسیانی کے گرد جمع ہو کر گاؤں کو گھیرے میں لے لیا۔

گاؤں کے ساتھ قیدی شاخ کے بند کی آڑ میں مورچہ بندی کر کے فائرنگ شروع کر دی، واضح رہے کہ 20 اور 21 دسمبر 1977 کو محرم الحرام کی 9 اور 10 تاریخ تھی گاؤں کے سربراہ میر گل موسیانی شہدادکوٹ اپنے رشتہ داروں سے ملنے گئے ہوئے تھے اس لئے وہ گاؤں سے باہر ہی رہے، گاؤں کے اور کئی لوگ اپنے دکانوں یا ملازمتوں کی وجہ سے ٹیمپل ڈیرہ یا دیگر علاقوں میں ہونے کی وجہ سے گاؤں سے باہر ہی رہ گئے، جمالیوں کے لشکر کا مقابلہ صرف گاؤں کے اندر موجود لوگوں نے کیا جس میں محمد شہی اور موسیانی قبیلے کے لوگوں نے اپنے گھروں کو مورچہ بنالیا، گاؤں والے جس تالاب سے پینے کا پانی لیتے تھے وہ کچھ فاصلے پر گاؤں سے باہر تھا اس لئے پینے کے پانی کا تالاب جمالی جاگیرداروں کے فائرنگ کی زد میں آ گیا گاؤں کے اندر موجود پانی اور خوراک بچا بچا کر گاؤں والے مقابلہ کرتے رہے جبکہ جمالی لشکر کے کھانے کے لئے باقاعدہ دیگیں پک رہی تھیں۔ گاؤں کے اندر عورتیں اور بچے خوراک اور پانی کے لئے ترس رہے تھے۔

21 دسمبر 1977 کے دن بھی گاؤں میر گل موسیانی، جمالی جاگیرداروں کے لشکر کے نرغے میں رہا گاؤں سے باہر میر گل موسیانی نے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سمیت پورے ملک، صوبے اور ضلع کی انتظامیہ کو ٹیلیگرام اور فون کے ذریعے گاؤں کے کسانوں پر جمالی جاگیرداروں کی مسلح لشکر کشی بند کرنے کیلئے درخواستیں اور اپیلیں کرتا رہا لیکن کوئی گاؤں والوں کو بچانے نہیں آیا۔

پھر 21 دسمبر کی شام میر گل موسیانی اور گاؤں سے باہر رہ جانے والے دوسرے لوگ

جمالی جاگیرداروں کے لشکر سے بچتے بچاتے چھپ چھپا کر اپنے گاؤں کے قریب کے دوسرے گاؤں میں چلے گئے اور دوسرے گاؤں کے کسانوں سے اپیلیں کیں خاص طور پر اپنے بروہی قبائل کے لوگوں کو بتایا کہ ہمارے گاؤں پر اگر جمالی جاگیرداروں کا قبضہ ہو گیا تو ہماری زمینیں اور عزتیں دونوں محفوظ نہیں رہیں گی، مگر اس کے بعد آپ لوگ بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے، ہمارے بعد آپ کی بھی باری آسکتی ہے۔

مختلف گاؤں کے لوگ جو ابھی تک جمالی جاگیرداروں کے مسلح لشکر کی فائرنگ اور حملے کو صرف قبائلی جھگڑا سمجھ کر خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے اپنی غفلت سے بیدار ہوتے گئے رفتہ رفتہ ارگرد کے دوسرے گاؤں کے بہت سارے مختلف قبائل کے لوگ اپنا اسلحہ لیکر میدان میں آ گئے، انہوں نے جمالی جاگیرداروں کے لشکر پر گاؤں کے باہر سے میدان میں مورچے بنا کر فائرنگ شروع کر دی اب جبکہ جاگیرداروں کے لشکر پر میر گل موسیانی گاؤں کے اندر سے اور باہر کے مختلف علاقوں سے فائرنگ ہونے لگی تو جاگیرداروں کا لشکر سخت مصیبت میں پھنس گیا، میدان جنگ کا نقشہ تبدیل ہو گیا گاؤں میر گل موسیانی کے کسان ان کی عورتیں اور بچے پانی اور خوراک کے بغیر جاگیرداروں کے مسلح لشکر اور فائرنگ کے نرغے میں پھنس گئے تھے تو گاؤں سے باہر گاؤں والوں پر فائرنگ کرنے والا جاگیرداروں کا مسلح لشکر قرب و جوار کے دیگر گاؤں کے کسانوں کے فائرنگ کی زد میں آ گیا یعنی گاؤں میر گل موسیانی کے کسانوں کو نرغے میں لینے والے جمالی جاگیرداروں کا لشکر اب دوسرے گاؤں کے کسانوں کے نرغے میں آ گیا۔

21 اور 22 دسمبر 1977 کی درمیانی شب سارا علاقہ میدان جنگ بن گیا، جمالی جاگیرداروں کے لشکر کو رات کے اندھیرے میں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مختلف سمتوں سے اندھا دھند گولیاں چل رہی تھیں۔

22 دسمبر 1977 کی صبح اجالا ہونے کے بعد جاگیرداروں کے لشکر کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ان پر چاروں طرف سے گولیاں آ رہی تھیں وہ صرف گاؤں سے ہی نہیں بلکہ گاؤں کے باہر سے مختلف سمتوں سے آ رہی تھیں، جمالی جاگیرداروں نے گاؤں کے شمال مشرق کی سمت سے آنے والے فائر کی آواز کا اندازہ لگانے کے لئے دوربین سے دیکھا تو انہیں میدان میں مختلف

فاصلوں پر لوگوں کے گروپ اور مورچے نظر آئے، کسانوں کا ایک مسلح گروہ مورچے سے باہر میدان جنگ سے دور جاتا ہوا نظر آیا جاگیرداروں کے لشکر کے کچھ لوگ اس کے قریب جا کر ان پر فائرنگ کرنے لگے گروہ میں شامل لوگوں نے مقابلے کے بجائے اپنے ہاتھ اور ہتھیار اوپر اٹھا لیئے کیوں کہ ان کے پاس گولیاں ختم ہو چکی تھی جس کا بندوبست کرنے کے لئے میدان سے باہر جا رہے تھے ہاتھ یا ہتھیار اوپر اٹھانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنگ نہیں کرنا چاہتے، اس کے باوجود کسانوں کے اس گروہ پر جاگیرداروں نے سامنے سے گولیاں چلادیں، جس کے نتیجے میں رحمت اللہ لہڑی، عبدالحق لہڑی اور انکا بھانجہ زرق جان لہڑی تینوں موقع پر شہید ہو گئے، عبداللہ لہڑی مین روڈ تک پہنچنے سے پہلے شہید ہو گیا اور عبدلکریم رخشانی کو علاقے کے لوگ چارپائی پر اٹھا کر جیکب آباد کوئٹہ مین روڈ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے لیکن سواری نہ ملنے اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے عبدالکریم رخشانی مین روڈ پر شہید ہو گیا۔ اس گروہ میں شامل 12 سالہ خیر محمد پر پانچ چھ گولیاں چلائی گئی اس کو ایک بھی گولی نہیں لگی اس دوران جاگیرداروں کے اس لشکر کے قاتل ٹولے کے پاس گولیاں ختم ہو گئیں انہوں نے خیر محمد، خدابخش اور رحم دل کو رائفلوں کے بٹ مار کر زخمی کر دیا۔

کسانوں کی شہادتوں کے بعد قریب کے مختلف گاؤں کے اور بھی کسان اپنے کسان بھائیوں کی حمایت میں اسلحہ لیکر نکل آئے، ضلعی انتظامیہ کے سربراہ ملک سرور لیویز اور بلوچستان ریزرو پولیس BRP ایک بڑی نفری کے ساتھ میدان میں آئے مرنے والے کسانوں کی لاشیں اٹھائی گئیں زخمیوں کو ہسپتال بھجوایا گیا۔

گاؤں میر گل موسیانی اور ان کی حمایت میں آنے والے کسانوں کو گرفتار کیا اور سرسوں کی تیار فصلوں کے کھلیانوں کو متنازعہ قرار دیکر لیویز کے سپاہی بٹھا دیئے جب کہ اخباری اطلاعات کے مطابق ظفر اللہ جمالی اور جاگیرداروں کے لشکر کے کچھ لوگوں کو پولیس نے گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن حقیقت میں میر ظفر اللہ جمالی اور اس کے کسی ساتھی کی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی تھی بس کاغذی کاروائی کی گئی تھی۔

جاگیرداروں کے لشکر میں شامل قاتل ٹولے نے شہید ہونے والے کسانوں کا اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا تھا، بعد میں زخمیوں نے لوگوں کو بتایا کہ شہید ہونے والے کسانوں کے ٹولے کی رات بھر

جاگیرداروں کے ساتھ فائرنگ کے تبادلے کی وجہ سے گولیاں ختم ہوگئیں تھیں شہید اور زخمی ہونے والوں کا ٹولہ اس وقت میدان سے نکل رہا تھا کہ جاگیرداروں کا قاتل ٹولہ ان کے قریب آ گیا، جاگیرداروں کے پاس بندوقوں کے علاوہ دوربینیں بھی تھیں۔ کسانوں کے شہیدوں نے گولیاں نہ ہونے کی وجہ سے چھپنے یا بھاگنے کی بجائے بلوچی روائیت کے مطابق بندوقوں کا رخ اوپر کی طرف کر کے قاتلوں کے سامنے کھڑے ہوگئے ایسی صورت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ شہید ہونے والے کسانوں کے ٹولے سے ہتھیار لیکر ان کو چھوڑ دیا جاتا اور بعد میں فیصلہ کیا جاتا مگر جاگیرداورں کے لشکر کے بزدل قاتلوں نے غیر مسلح افراد پر گولیاں چلادیں، جس کی وجہ سے پٹ فیڈر کی کسان تحریک میں شہید ہونے والے پانچوں کسان ساتھیوں کو سامنے سے سینے پر گولیاں لگیں۔

مرنے چلے تو سطوتِ قاتل کا خوف کیا
اِتنا تو ہو کہ باندھنے پائے نہ دست و پا
مقتل میں کچھ تو رنگ جمے جشنِ رقص کا
رنگیں لہو سے پنجہ صیاد کچھ تو ہو
خوں پر گواہ دامنِ جلاد کچھ تو ہو
جب خوں بہا طلب کریں بنیاد کچھ تو ہو
گر تن نہیں، زباں سہی، آزاد کچھ تو ہو
دشنام، نالہ، ہاؤ ہو، فریاد کچھ تو ہو
چیخے ہے درد، اے دلِ برباد کچھ تو ہو
بولو کہ شورِ حشر کی ایجاد کچھ تو ہو
بولو کہ روزِ عدل کی بنیاد کچھ تو ہو

پٹ فیڈر کسان تحریک میں شہید ہونے والا بڑا بھائی

شہید رحمت اللہ لہڑی ولد شاہ مراد لہڑی، عمر 40 سال

خاک میں مل گیا لہو جن کا
سُرخرو ہو گئے علَم ان کے

پٹ فیڈر کسان تحریک میں شہید ہونے والا درمیانہ بھائی

شہید عبداللہ لہڑی ولد شاہ مراد لہڑی، عمر 36 سال

جن کے سر کٹ کے پائمال ہوئے
سب سے اونچے رہے علَم ان کے

پٹ فیڈر کسان تحریک میں شہید ہونے والا چھوٹا بھائی

شہید عبدالحق لہڑی ولد شاہ مراد لہڑی، عمر 27 سال

راستے سنگلاخ ہیں لیکن
ڈگمگائے نہیں قدم ان کے

پٹ فیڈر کسان تحریک کے شہیدوں کا شہید بھانجا

شہید زرق جان لہڑی ولد روشن خان لہڑی، عمر 26 سال

لہو سے ابھرے گا خورشید کامرانی کا
ستونِ داز سے کہتے ہیں سرمدوں کے خطوط

جنگ کے بعد زخمی اور لا پتہ کسانوں کے نام

پٹ فیڈر کے کسانوں کی کوئی عورت یا لڑکی دوران جنگ پانی کے تالاب سے پانی لانے کی کوشش میں شہید یا زخمی ہوئی تھی یا نہیں بروہی قبائل میں عورت کا میدان جنگ میں شہید ہونا یا زخمی ہونا اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کا اظہار نہیں کیا جاتا اور چھپا دیا جاتا ہے۔ قبائلی جرگے کے فیصلے یا کسی اور ذریعے سے کسی عورت یا لڑکی کے شہید ہونے کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔

اس جنگ کے دوران زخمی ہونے والوں میں بارہ سالہ بچہ خیر محمد لہڑی اور جوانوں میں خدا بخش لہڑی اور حمدان لہڑی شامل تھے، اسوقت لا پتہ ہونے والوں میں امیر حمزہ، عبدالرزاق، غلام رسول، اللہ ڈنو سومرو، اور دیگر تین افراد جنکا اخباری بیانات میں نام نہیں ہے شامل تھے

سننے میں یہ آیا تھا کہ دوسری طرف جمالی جاگیرداروں کا بھی جانی نقصان ہوا تھا ان کے لشکر کے بھی دو تین لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے تھے جن کو جاگیرداروں کا لشکر خاموشی سے میدان سے اٹھا کر لے گیا کیوں کہ اس خبر کے پھیلنے سے کہ جاگیرداروں کے لشکر کے لوگ مارے گئے ہیں یا زخمی ہوئے ہیں کسانوں کا حوصلہ بڑھ جاتا اور وہ اپنی اس کامیابی پہ پُر عزم ہو کر جاگیرداروں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے جبکہ جاگیرداروں کے لشکر میں شامل اکثر لوگ کسان تھے، جن کو جاگیردار جبراً لائے تھے یا ان کے دوست جو دوسری قوموں کے جاگیردار تھے انہوں نے جبراً کسانوں کے خلاف لڑنے کے لیئے بھیجا تھا۔ جاگیرداروں کے لشکر میں کسی کے قتل یا زخمی ہونے کی اطلاع پھیلنے سے وہ کسان جاگیرداروں کا لشکر چھوڑ کر جلدی بھاگ جاتے۔

خان قلات داؤد خان کی سربراہی میں منعقد ہونے والے جرگے میں جمالی فریق نے اپنے لشکر کے صرف ایک زخمی کا اعلان کیا جس کا تعلق عمرانی قبیلے سے تھا اس کے زخمی ہونے کا جرمانہ مبلغ پانچ ہزار روپے فریق محمد شہی کو ادا کرنے کا فیصلہ ہوا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمالی جاگیرداروں کے لشکر میں عمرانی اور دیگر جاگیرداروں کے لوگ بھی شامل تھے۔

مائی مینا (شہید عبدلکریم رخشانی) کی ماں

میرے چراغ تو سورج کے ہم نسب نکلے
غلط تھا اب کے تیری آندھیوں کا تخمینہ

شہید عبدلکریم رخشانی کی ماں کا انٹرویو

حب چوکی شہر ضلع لسبیلہ بلوچستان کے علاقے غریب آباد میں شہید عبدلکریم رخشانی کی ماں مائی مینا اپنے بیٹے محمد صالح رخشانی کے ساتھ رہتی ہے ہماری اس جب سے ملاقات ہوئی تو اس کے چہرے پر اب بھی اپنے بیٹے کی موت کا صدمہ عیاں تھا۔ مائی مینا نے بتایا کہ آج بھی وہ وقت یاد آتا ہے جب میرے بیٹے کے ساتھ لہڑیوں کے گاؤں سے چار جنازے اٹھے تھے۔ ان پانچوں شہیدوں کی جوان لاشیں اب بھی میرے تصور میں آتی ہیں تو میرا دل صدمے سے بند ہو جاتا ہے اس نے بتایا کہ اس زمانے کی حکومت نے ہاریوں کے نام زمینیں کی تھیں جس پر زمیندار جمالی نے قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ہم سے کہا کہ یہ زمینیں آدھی تمہاری ہیں اور آدھی ہماری ہیں جس پر عبدلکریم رخشانی شہید اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ زمین حکومت نے ہمیں دی ہے تم کیوں دخل اندازی کر رہے ہو ہم اس زمین میں سے آدھا حصہ تم کو نہیں دیں گے اس دوران کچھ لوگ آئے اور صلح کرانے کی کوشش کی لیکن جمالیوں کی طرف سے دھوکہ کیا گیا جمالیوں کے لوگ آئے اور ہمارے قریب کے گاؤں پر حملہ کر دیا میرا بیٹا اور پڑوس کے لہڑی گاؤں کے دوست جمالیوں کے خلاف میر گل موسیانی کی مدد کے لئے گئے پانچوں نوجوانوں کو جمالی جاگیردار کے لشکر نے شہید کر دیا میرے بیٹے عبدلکریم رخشانی کی شادی ہو چکی تھی اس کا ایک بیٹا تھا جس کی چھٹی ہوئی تھی اس کا نام عبدالنبی ہے۔ عبدلکریم رخشانی کی بیوی زندہ ہے اور ایک بیوہ کی طرح زندگی بسر کر رہی ہے۔ عبدالکریم رخشانی کے والد کا نام محمد نور تھا۔ عبدلکریم رخشانی کے شہید ہونے کے تین دن بعد حکومت کی طرف سے دو آدمی آئے اور کہا کہ ہمیں وہ کپڑے چاہییں جس میں عبدلکریم شہید ہوا تھا۔ ہم سے وہ کپڑے جو خون آلود تھے وہ لوگ لے گئے۔ اس کے بعد کراچی سے کچھ لوگ آئے جنہوں نے میرے بیٹے کی خواہش کے مطابق کہ زمینیں کسانوں کے نام ہونی چاہئیں اس کے لئے جیلیں کاٹیں اور جدوجہد کی میرے بیٹے نے بھی حق کی خاطر اپنی جان کا نزرانہ پیش کیا۔

❀☆❀❀☆❀❀☆❀

پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک کو ملک گیر بنانے والی تنظیمیں اور سیاسی پارٹیاں

پٹ فیڈر میں کسانوں کی شہادت کے بعد پٹ فیڈر کسان تحریک کو قبائلی جھگڑے کے رنگ اور رخ سے بچا کر ملک گیر طبقاتی سیاسی تحریک بنانے میں محرک قوت کا کردار کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان نے اپنی حامی تنظیموں کی مدد سے ادا کیا جس میں مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی پیش پیش تھی۔

سندھ میں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان CPP کے عوامی محاذوں میں سے پاکستان ورکرز فیڈریشن ،سندھ ہاری کمیٹی ،سندھ نیشنل اسٹوڈنٹ فیڈریشن SNSF نیشنل پروگریسو پارٹی ،انجمن جمہوریت پسند خواتین اور ساتھی بارڑہ سنگت شامل تھیں جبکہ بلوچستان میں پارٹی کی ساتھی تنظیمیں بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائیزیشن، بلوچستان لیبر فیڈریشن جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی اس کے عوامی محاذ، پیپلز کسان کمیٹی، پیپلز اسٹوڈنٹ فیڈریشن نے پٹ فیڈر کے کسانوں کی اس تحریک میں اہم وتاریخی کردارادا کیا۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان جو 1971 میں پاکستانی فوجی جنرلوں، جاگیرداروں ، سرمایہ داروں اور مذہبی بنیاد پرست اسلامی تنگ نظر تنظیموں کی طرف سے مشرقی پاکستان کے بنگالی عوام کی انتخابی کامیابی کو نہ ماننے کے لئے فوج کشی کی حمایت کرنے والی مغربی پاکستان کی ساری سیاسی اور سماجی پارٹیوں اور تنظیموں کا اکیلے ہونے کے باوجود مجاہدانہ انداز سے مخالفت کرنے کا تجربہ رکھتی تھی۔

کمیونسٹ پارٹی نے جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کی مخالفت فوجی آمریت کے قیام سے پہلے ہی شروع کردی تھی، پیپلز پارٹی کے اقتدار کے خاتمے کے بعد جنرل ضیاء الحق کے مارشل لا کی مخالفت میں اب کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان اکیلی نہیں تھی بلکہ پاکستان کے عوام کی حمایت یافتہ سب سے بڑی سیاسی پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی اپنے اقتدار کے خاتمے کی وجہ سے جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت کی مخالفت میں صف اول میں آ گئی تھی مگر اس کے پاس متحد اور اچھی طرح

سے منظم تربیت یافتہ سیاسی رہنما اور کارکن نہیں تھے، صرف کارکنوں کا ہجوم تھا جس سے کام لینے والے اور منصوبہ بندی کرنے والے سیاسی رہنماؤں کی پیپلز پارٹی میں بہت زیادہ کمی تھی۔

منظم انداز سے بلکہ خفیہ طور طریقوں سے سیاسی سرگرمیوں کا تجربہ رکھنے والی صرف ایک ہی پارٹی تھی جو جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی سخت مخالف تھی جو جنرل ضیاء الحق اور اس کے عوام دشمن ٹولے کے ارادوں سے اچھی طرح واقف تھی جس کا مقصد غیر استحصالی معاشرے کا قیام تھا ، جاگیرداری نظام کے خاتمے کے ذریعے عوام کو متحرک اور منظم کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ملک بھر کے محنت کش عوام کے سامنے جنرل ضیاء الحق کی حکومت کا اصلی چہرہ سامنے لایا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا واضح سیاسی مقصد اس پر اس کے کارکنوں کا واضح علم اور ارادہ تھا جس نے پٹ فیڈر بلوچستان کے دور دراز مشکل ترین انجانے قبائلی علاقے میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر نظریاتی طور پر طبقاتی لڑائی لڑنے کا حوصلہ دیا واضح رہے کہ مذکورہ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کو پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے مختلف حربے استعمال کر کے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے بے اثر بنا دیا ہے۔

پاکستان ورکرز فیڈریشن اور کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے رہنماء شمیم واسطی (مرحوم)
پٹ فیڈر کسان تحریک کے حوالے سے تیاری میٹنگ کر رہے ہیں

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی حکمت عملی

جنرل ضیاءالحق کی مارشل لاحکومت میں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان فوجی حکومت آنے سے پہلے اس کی بھرپور مخالفت کر چکی تھی اس لئے اس کو یہ ثابت کرنا تھا کہ جنرل ضیاءالحق کی حکومت اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے نہیں بلکہ عوام کے حقوق چھیننے آئی ہے۔

22 دسمبر 1977 کے دن پٹ فیڈر کے کسانوں سے جمالی جاگیرداروں کا زرعی اصلاحات میں کسانوں کو دی گئی زرعی زمینوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے پرائیویٹ لشکر کے ذریعے فوج کشی، کسانوں کی مزاحمت اور شہادتیں مارشل لاحکومت کے قاتل جاگیرداروں کی کھلی حمایت نے کمیونسٹ پارٹی کو یہ موقع فراہم کر دیا تھا کہ وہ ایک طرف زرعی اصلاحات کو بچانے کیلئے میدان میں نکلے ہوئے پٹ فیڈر بلوچستان کے کسانوں کی بھرپور حمایت کر کے ان کی تحریک کو مضبوط بنائیں اور دوسری طرف جنرل ضیاءالحق کی فوجی حکومت کا اصلی عوام دشمن چہرہ بے نقاب کریں۔

پارٹی اس وقت اپنے کھلے عوامی محاذوں کے ذریعے سیاسی جدوجہد کرتی تھی، عوامی تنظیموں کو مشترکہ جدوجہد میں شامل کرنے کے لئے ملک گیر سطح پر مزدور، طلبہ، کسان، عوامی رابطہ کمیٹی کے نام سے ایک مشترکہ پلیٹ فارم بھی بنایا ہوا تھا اس پلیٹ فارم سے کافی موثر سرگرمیاں ہو رہی تھیں۔ کراچی میں اس کا دفتر شومارکیٹ میں تھا جو کمیونسٹ پارٹی کے ساتھیوں کی کھلی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ سیاسی تجزیئے اور مختلف عوامی محاذوں پر سرگرمیوں کے فیصلے پارٹی کی مرکزی کمیٹی، صوبائی کمیٹی یا ڈسٹرکٹ کمیٹیوں میں ہوتے تھے، عوامی محاذوں میں ان پر عملدرآمد کروانے کے لئے مزید تفصیلات طئے کی جاتی تھیں۔

کمیونسٹ پارٹی کراچی کی ڈسٹرکٹ کمیٹی میں سندھ کی صوبائی کمیٹی کی طرف سے یہ فیصلہ آیا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی حمایت میں پارٹی کے سارے عوامی محاذوں کو سرگرم کیا جائے اور ان کی عملی حمایت کے لئے حکمت عملی بنائی جائے جس پر پٹ فیڈر میں فوری طور پر پارٹی کے ساتھیوں کا ایک وفد روانہ کرنے کی ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا، جیکب آباد کے ساتھیوں کے ذریعے سندھ کے وفد کو پٹ فیڈر پہنچانے کا بندوبست موجود تھا پارٹی کے فیصلے پر کراچی ڈسٹرکٹ

کمیٹی نے عملدر آمد کرنے کا طے کیا سارے عوامی محاذوں کے سربراہوں کے ذریعے یہ فیصلہ پارٹی کے سیلوں اور گروپوں تک پہنچا دیا گیا اور پھر پارٹی کے فیصلے کو خفیہ رکھنے کیلئے مزدور، طلبہ کسان، عوامی رابطہ کمیٹی کے پلیٹ فارم پر اخباری اطلاعات کے ذریعے پٹ فیڈر کے کسانوں کی شہادت کے اسباب اور وہاں کی صورتحال کو پیش کر کے پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک کی حمایت میں فیصلہ کروایا گیا۔

مشاورتی میٹنگ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ جمالی جاگیرداروں اور ان کی حمایت کرنے والی جنرل ضیاء الحق کی مارشل لا حکومت میڈیا کے ذریعے کسانوں کی زرعی اصلاحات کو بچانے والی اس تحریک کو جمالی اور بروہی قبائل کا تصادم قرار دیکر اور کسانوں میں پھوٹ ڈال کر تحریک کو ختم کرنا چاہتی ہے، اس لئے حکومت کی سازش کو بے نقاب کر کے ناکام بنانا ہے۔

پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک کو پاکستان کے دیگر حصوں جیسے ملتان کے مزدوروں کے قتل عام کے خلاف تحریک سے جوڑ کر جنرل ضیاء الحق کی مارشل لا حکومت کے خلاف عوامی مزاحمت کو ملک گیر بنانا تھا۔

پٹ فیڈر میں مذکورہ حکمت عملی پر عمل کرنے کے لئے بلوچستان کی پارٹی اس علاقے کی قبائلی صورتحال کے حوالے سے مشکل کا شکار تھی، دوسرے اس کی قیادت اور کارکنوں میں زیادہ تعداد بروہی قبائل سے تعلق رکھنے والے ساتھیوں کی تھی، مزاحمت کرنے والے کسان اور شہید کسان بھی بروہی قبیلے کے تھے اس لئے بلوچستان کی پارٹی کے لئے کوشش کے باوجود قبائلی سسٹم اور جاگیرداروں کے قبائلی پھوٹ ڈلوانے کی وجہ سے پٹ فیڈر کی کسان تحریک کو بروہی اور جمالی قبائلی تقسیم سے بچانا بہت پیچیدہ مسئلہ تھا۔

اس لئے پٹ فیڈر کسان تحریک کی قیادت سندھ کی پارٹی کو کرنی تھی بلوچستان کی پارٹی کو بھرپور طور پر پٹ فیڈر کسان تحریک میں شریک رہنا تھا، مذکورہ حکمت عملی کے تحت سندھ پارٹی کا پہلا وفد پٹ فیڈر کی طرف روانہ ہوا۔

پٹ فیڈر میں سندھ سے جانے والا پہلا وفد

سندھ کے وفد کے سربراہ
جاوید شکور مرحوم

جنوری 1978 کے دوسرے ہفتے میں کراچی سے ایک وفد جاوید شکور کی قیادت میں جائزہ لینے پٹ فیڈر آیا جس میں میرے علاوہ حمیدہ گھانگھرو، ڈاکٹر جبار خٹک اور مجید بھائی شامل تھے ٹرین کے ذریعے جیکب آباد پہنچے، جہاں ہم سے رابطے کیلئے امداد اوڈھو کی ذمہ داری لگائی گئی تھی۔ ہم نے امداد اوڈھو کے گھر صبح کا ناشتہ کیا پھر بس کے ذریعے ٹیمپل ڈیرہ موجودہ (ڈیرہ مراد جمالی) آئے، دوسرا شخص جس سے ہمیں رابطہ کرنا تھا وہ ٹیلر ماسٹر اللہ ڈنو پندرانی تھا جسکو ہم لوگوں نے تلاش کرنا تھا۔

ٹیمپل ڈیرہ چھوٹا سا شہر تھا جس میں ہم اجنبی لوگ داخل ہوئے تو سارے لوگوں کو جستجو ہوگئی کہ یہ اجنبی لوگ کون ہیں کیوں آئے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ ٹیمپل ڈیرہ جیکب آباد سے بلوچستان جاتے ہوئے، ضلع نصیر آباد کا ضلعی ہیڈ کواٹر تھا اس سے پہلے ایک اور شہر جھٹ پٹ ہے جو ضلع نصیر آباد کی تحصیل تھا آجکل نئے ضلع جعفر آباد کا ضلعی ہیڈ کواٹر ہے ٹیمپل ڈیرہ میں ان دنوں قبائلی رسم رواج کا مکمل راج نظر آرہا تھا اکثر لوگ اسلحہ کی نمائش کرتے ہوئے نظر آئے میں زندگی میں اس وقت تک صرف حب چوکی تک بلوچستان گیا تھا، حب چوکی شہر اور کراچی میں کوئی زیادہ فرق محسوس نہیں ہوا تھا لیکن ٹیمپل ڈیرہ آکر بہت زیادہ فرق نظر آیا ٹیمپل ڈیرہ آکر محسوس ہو رہا تھا کہ ہم واقعی کسی اور معاشرے کے رسم و رواج کی دنیا میں آگئے ہیں۔

ٹیلر ماسٹر اللہ ڈنو پندرانی ہمیں مل گیا ہم جیسے ہی اس کی دکان پر پہنچے لوگوں کا رش لگنے لگا اللہ ڈنو کو طے شدہ پلاننگ کے مطابق ہمیں فوراً طے شدہ جگہ پر لے جانا تھا مگر مقامی رسم رواج کے تحت اس ساتھی نے ہمارے لئے چائے کا آرڈر دیدیا لوگوں کا رش دکان پر بڑھ رہا تھا اللہ ڈنو

پندرانی پریشان ہو گیا، ہمارا یہ مشن مکمل طور پر خفیہ نہیں تھا اور نہ ہی ہو سکتا تھا اپنا کام مکمل ہونے سے پہلے ہم نے کسی کو بتانا بھی نہیں تھا کہ ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں اور ہمارا آئندہ کا منصوبہ کیا ہے پریس اور میڈیا سے رابطہ نہیں کرنا تھا اور اپنی آمد اور اس کے مقاصد کو غیر اہم کر کے لوگوں کے سامنے رکھنا تھا۔

اللہ ڈنو پندرانی کو بھی پتہ تھا کہ کراچی سے آئے ہوئے ان لوگوں کی آمد کا زیادہ لوگوں کو پتہ نہیں چلنا چاہیئے یہ بھی خطرہ تھا کہ جاگیرداروں کے گروہوں کی طرف سے مہمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس لئے اللہ ڈنو پندرانی اپنی دکان سے اٹھا اور ہمارے قریب آکر آہستہ سے کہا کہ آپ لوگوں کا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے اس لئے چائے کو چھوڑتے ہیں چلیں جلدی یہاں سے اٹھیں۔

چھوٹی سی دکان جس میں ہمارے بیٹھنے کے لئے پہلے ہی جگہ نہیں تھی، ہم نے بھی محسوس کیا کہ وہاں پر بہت زیادہ لوگ جمع ہو رہے تھے جسکی وجہ سے یہ خطرہ تھا کہ جمالی جاگیردار اور ان کے خاندان کے لوگوں یا ان کے حامیوں کو اس موقع پر ہماری آمد کا پتہ نہ چل جائے ہم لوگ اللہ ڈنو پندرانی کے ساتھ سڑک پار کر کے اسٹیشن کی طرف ریل کی پٹڑی پر آ گئے پٹ فیڈر نہر کی سمت کچھ فاصلے پر ایک جگہ جس میں ایک چھوٹا کمرا بنا ہوا تھا وہاں پہنچے جہاں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان بلوچستان کے رہنما صوفی عبدالخالق اور ان کے ساتھ کافی تعداد میں پٹ فیڈر کے کسان اور پرعزم نوجوان موجود تھے بعد میں پتہ چلا کہ وہ نوجوان بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائیزیشن BSO کے کارکن تھے اور وہ جگہ جہاں ہم آئے تھے محمد نور پندرانی کی تھی جوان دنوں اپنے دوست غلام حیدر چھلگری کے ساتھ دوبئی مزدوری کے لیئے گئے ہوئے تھے دبئی سے واپس آنے کے بعد غلام حیدر چھلگری بلوچستان کے کسانوں کی بہت اہم اور سرگرم تنظیم بلوچستان بزگر کمیٹی کے صدر بنے اور محمد نور پندرانی بھی مزدوروں کسانوں اور ملازموں کے اہم رہنما اور کارکن بنے یہ دونوں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے سرگرم ساتھی رہے ہیں۔

صوفی عبدالخالق سے میری سندھ میں کئی بار بلوچستان کے مزدور اور پارٹی کے رہنما کی حیثیت سے مختلف مقامات پر ملاقات ہو چکی تھی پہلے تو صوفی عبدالخالق نے بلوچی رسم رواج کے مطابق ہم سے حال احوال لئے پھر پٹ فیڈر کے کسانوں کی شہادت اور پھر قاتلوں کی گرفتاری

کے بجائے کسانوں کی گرفتاری کے بارے میں بتایا انھوں نے بتایا کہ سرسوں کی تیار فصلوں کے کھلیانوں کو ضلعی انتظامیہ نے متنازعہ قرار دیکر لیویز (بلوچستان کے دیہی علاقوں، چھوٹے شہروں کی انتظامی پولیس کی ذمہ داری ادا کرنے والے سپاہی اور افسران کو پولیس کے بجائے لیویز کہتے ہیں جو ملیشیا کے کپڑے کا یونیفارم شلوار قمیض میں ملبوس ہوتی ہے) کے کنٹرول میں دے دیا ہے۔

علاقے کے جن کسانوں کے پاس اپنے ذاتی لائسنس والے ہتھیار تھے ان کو بھی ضلعی انتظامیہ نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا کہ کہیں کسان اپنے شہید کسانوں کا بدلہ لینے کے لئے کوئی تیاری نہ کر سکیں ان کے پاس سرسوں کی فصل کے فروخت کی وجہ سے ہاتھ میں آنے والی رقم نہ آ سکے تاکہ پٹ فیڈر کے کسانوں کے پاس جمالی جاگیرداروں کے لشکر سے مقابلہ کرنے، اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے یا جاگیرداروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور دیگر بھاگ دوڑ کے لئے رقم نہ ہو، ان سب مشکلات کے باوجود پٹ فیڈر کے کسان کارکن اپنے پاس سے چندہ جمع کر کے مشترکہ طور پر اپنی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے تھے۔

صوفی عبدالخالق نے ہماری ملاقات شیر محمد مینگل اور اس کے ساتھیوں سے کروائی جو پٹ فیڈر کے کسانوں کے شہادت کے بعد اس واقعہ کو چھپانے کی حکومتی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے کسانوں کی شہادت کے واقعے کو حکومت کی طرف سے کسانوں ہی کی گرفتاریوں اور سرسوں کے کھلیانوں پر سرکاری قبضے کے خلاف کوئٹہ جا کر پریس کانفرنس کر چکے تھے۔

بہت سارے BSO کے نوجوان ساتھی بھی وہاں موجود تھے لوگوں کی اس واقع پر جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت کی طرف سے جاگیرداروں کے حق میں جانب داری کے خلاف سخت نفرت موجود تھی عام لوگ خاص طور پر مختلف بروہی قبائل کے لوگ قبائلی انتقام کے جذبے کے تحت سخت جذباتی ہو رہے تھے ہم نے لوگوں کو بتایا کہ ہم نہ قبائلی ہیں اور نہ ہی قبائلی بنیادوں پر آپ لوگوں کی مدد کرنے آئے ہیں۔

شام کو ہمارا قافلہ ایک جیپ کے ذریعے ٹیمپل ڈیرہ سے جھٹ پٹ جیکب آباد کی طرف روانہ ہوا 9 کلومیٹر کے بعد روڈ کراس کر کے دائیں طرف ایک کچا راستہ آتا ہے وہاں سے چلتے ہوئے 5 کلومیٹر پر گاؤں میر گل موسیانی ہے جس کے فوراً بعد قیدی شاخ تھی یہی وہ گاؤں تھا جس

کا جمالی جاگیرداروں نے گھیراؤ کیا تھا اس گاؤں کے لوگوں نے جمالی جاگیرداروں کا یہ غیر قانونی حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ختم ہونے کے ساتھ زرعی اصلاحات ختم ہوگئی ہیں اس لئے جن کے نام زرعی اصلاحات کے نام پر زمینیں الاٹ ہوئی تھیں اب وہ زرعی زمینیں خالی کر دیں یا جاگیرداورں کو آدھی بٹائی دیں اس گاؤں کے کسانوں نے جس میں میر گل موسیانی اور حبیب اللہ محمد شہی اور ان کے بھائیوں نے جاگیرداروں کے مسلح لشکر کی دھمکیوں میں آنے کی بجائے اپنے گھروں کو مورچہ میں تبدیل کر کے گولیوں کا جواب گولیوں سے دینا شروع کر دیا تھا پٹ فیڈر کے کسانوں کی یہ تاریخی طبقاتی جنگ اسی گاؤں میں لڑی گئی تھی۔

گاؤں کے سارے مرد جو بہت زیادہ جوش و خروش میں تھے ہمارے چاروں طرف جمع ہوگئے اپنے گاؤں اور جمالی جاگیرداروں کے لشکر کے خلاف لڑی جانے والی مسلح جنگ کا واقعہ بتانے لگے، انکے گاؤں سے دو یا تین کلو میٹر آس پاس کے گاؤں والے جوان کی حمایت میں آئے تھے شہیدوں کی شہادت کا حال بتانے لگے انہوں نے بتایا کہ جاگیرداروں نے پانی کے تالاب پر کنٹرول کر کے گاؤں کے لوگوں، عورتوں اور بچوں کو پینے کے پانی سے محروم کر دیا تھا اس کے باوجود بہادری کے ساتھ گاؤں کے لوگوں نے جاگیرداروں کا مقابلہ کیا، ہاری اپنے گرفتار شدہ عزیزوں اور رشتہ داروں کی تفصیل بتانے لگے اور ہمیں سرسوں کی فصل کے کھلیانوں پر سرکاری قبضے میں پہرہ دینے والے لیویز کے سپاہی دکھانے لگے گاؤں کے لوگوں میں حکومت کی جانب سے جمالی جاگیرداروں کی طرفداری کرنے پر بہت غصہ تھا۔

ہمارے وفد کے ساتھیوں نے گاؤں کے کسانوں سے حکومت کے طبقاتی تفریق کے رویئے کے بارے میں بات چیت کی خاص طور پر جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء اور پٹ فیڈر میں کسانوں کے قتل عام اور ملتان کے مزدوروں کے قتل عام کے واقعات کو جوڑ کر اس حکومت کے عوام دشمن رویئے پر بات ہوئی اور ان مظالم کو چھپانے کیلئے اخبارات پر پابندی اور صحافیوں پر تشدد کے واقعات کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی، ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسان ساتھی بہت غور سے ساری باتیں سن رہے تھے اور مارشل لاء حکومت کے طبقاتی فرق کے رویئے کو اپنے اوپر ہونے والے ظلم اور پورے ملک میں زیادتیوں کی لہر کے ساتھ جوڑ رہے تھے۔

گاؤں کے بڑے میر گل موسیانی نے رات کے کھانے کا بندوبست کیا تھا، رات کے

کھانے کے بعد دیر تک گاؤں کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے رہے، ہم میر گل موسیانی کی اوطاق (بیٹھک) پر سو گئے، ساتھی حمیدہ گھانگھرو میر گل موسیانی کے گھر میں فیملی کے ساتھ رہ رہی تھیں اور گاؤں کے مختلف گھروں میں جا کر عورتوں سے اس سارے واقعہ کی صورتحال کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھیں۔

صبح ہمارے وفد کو گاؤں کے لوگوں نے وہ دیواریں دکھائیں جن پر بے شمار گولیوں کے نشانات تھے گاؤں کے درمیان پینے کے پانی کا تالاب دیکھا جس پر لشکر کشی کے دوران جان کو خطرے میں ڈال کر عورتیں پانی بھرنے کے لئے جاتی تھیں۔ کسی نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اس تالاب پر حملے کے دوران جاگیرداروں کے لشکر نے پانی بھرنے والی عورتوں پر بھی گولیاں چلائیں تھیں جس سے ایک دس بارہ سال کی لڑکی پانی بھرتے ہوئے زخمی بھی ہوئی تھی لیکن موجود لوگوں نے فوراً تردید کرنی چاہی کیوں کہ وہ لوگ اپنی عورتوں کے نام بتانا نہیں چاہتے تھے یا عورتوں کے زخمی ہونے کی اطلاع باہر کے لوگوں کو دینا نہیں چاہتے تھے۔ ہماری ملاقات میر گل موسیانی کے گاؤں میں ایک جمالی کسان سے ہوئی جس نے گاؤں والوں کی طرف سے اپنے جمالی جاگیرداروں پر فائرنگ کی۔

ہم لوگوں نے اپنے ساتھ عبدالوہاب جمالی کو خاص طور پر لیا اور گاؤں میر گل موسیانی سے دو کلومیٹر واپس جیکب آباد کوئٹہ شاہراہ کی طرف آئے جہاں کھیتوں میں پانچوں شہید ایک ہی جگہ جاگیرداروں کے لشکر کی گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے تھے۔ جائے وقوعہ پر شہیدوں کے خون کے نشانوں کو وہاں کے لوگوں نے پتھروں سے ڈھانپ دیا تھا لوگ ہمیں وہاں سے پتھر اٹھا اٹھا کر شہیدوں کے خون کے نشانات دکھا رہے تھے۔

ایک خاص بات جو ہمارے گروپ کے ساتھیوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی وہ بروہیوں کے گاؤں کے درمیان کسان عبدالوہاب جمالی کی موجودگی تھی جو سارے بروہی قبیلے کے درمیان ایک جمالی اسوقت اور اس جگہ پر جہاں جمالی جاگیرداروں نے بروہیوں کے پانچ لوگوں کو شہید اور کئی کو زخمی کیا تھا۔

ہمارے گروپ نے جمالی کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کی تو پتہ چلا کہ عبدالوہاب

جمالی اسی گاؤں میں رہتا ہے وہ جمالی جاگیرداروں کی دھمکیوں اور حملے کے وقت جمالی لشکر کے بجائے گاؤں والوں کے ساتھ تھا یہی وہ شخص تھا جس کے ذریعے ہم کسانوں کی اس تاریخی جدوجہد کو قبائلی انتقام والی نسلی جنگ سے بچا سکے تھے۔

ہم جب شہید عبدالکریم رخشانی کے گاؤں میں پہنچے تو اس کے والد محمد نور رخشانی اور انکے رشتہ دار موجود تھے ہمارے وفد نے تعزیت کی اور ان کو یقین دلایا کہ ہم ان کے خلاف ہونے والے ظلم پر پورے ملک میں آواز بلند کررہے ہیں اور ان گرفتار لوگوں کی رہائی اور سرسوں کے کھلیانوں کو واگزار (قبضہ ختم کروانا) کروانے میں ان کیساتھ مل کر جدوجہد کریں گے۔

شہید عبدالکریم رخشانی کے گاؤں سے قریب ہی چار لہڑی شہیدوں کا گاؤں گوٹھ علی گل لہڑی تھا اس سے کچھ فاصلے پر لہڑیوں کے گاؤں کے قریب قبرستان میں پانچوں شہیدوں کی قبریں تھیں جہاں ہم لوگوں نے جا کر فاتحہ پڑھی۔

جب ہمارا وفد گاؤں علی گل میں آیا تو عجب منظر تھا مٹی کے کچے گھروں کو توڑ کر اس میں سے شہتیر اور چھت کی لکڑیاں نکالی جارہی تھی سامان باندھا جارہا تھا چھوٹے بڑے مرد اور عورتیں مصروف تھے، حمیدہ گھانگھرو گھروں کی طرف عورتوں کے پاس چلی گئی عورتوں کے رونے کی آواز آرہی تھی مرد اپنے کام میں مصروف اور پریشان حال تھے۔

ہمارے ساتھ جانے والے میر گل موسیانی، شیر محمد مینگل اور دوسرے لوگوں نے انہیں ہمارے متعلق بتایا کہ ہم کراچی اور حیدرآباد سے آئے ہیں اور ان شہیدوں کی تعزیت کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے اس کے خلاف ملک بھر میں آواز بلند کرنا چاہتے ہیں، پہلے تو لہڑی قبائل کے یہ لوگ بہت حیرت سے ہمیں دیکھنے لگے پھر بے دلی کے ساتھ انہوں نے اپنا سامان باندھنا روک کر ہم سے تعزیت وصول کی اور بلوچی رسم رواج کے مطابق حال احوال کیا، ہم نے گذشتہ دن کی آمد اور ان کے گاؤں میں آنے کا مقصد بیان کیا ہمارے ساتھ آنے والوں کو لہڑیوں نے اپنا حال بتایا انہوں نے بتایا کہ ابھی تک جمالیوں نے کوئی رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی فیصلے میں خون بہا دینے یا خون بخشوانے کے لئے کوئی اشارہ دیا ہے اس لئے اب ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں گے، بے عزتی کی زندگی سے تو موت بہتر ہے بس ہم یہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔

ہمیں یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ پورا خاندان اور گاؤں نقل مکانی کر رہا ہے مگر ان کی نقل مکانی کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا ہم وہاں سے اٹھے پانچوں شہیدوں کی قبروں پر جانے کیلئے قبرستان کی طرف پیدل جاتے ہوئے، ہم نے راستے میں مقامی لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ لوگ منتقل ہو کر کہاں جا رہے ہیں انہوں نے بتایا جہاں ان کے قبیلے کے زیادہ لوگ آباد ہوں گے وہیں جائیں گے، ہم نے ان سے پھر سوال کیا کہ آپ ہمیں صحیح کیوں نہیں بتا رہے ہیں، انہوں نے ہمیں عجیب نظروں سے دیکھا اور بتایا کہ ہم بلوچوں میں جب کسی کا خون ہو جاتا ہے تو مخالف فریق خون بہا کا فیصلہ کرنے کے لئے میڑ (مخلف قبیلے کے معتبرین اور سیدوں کو جمع کر کے مسئلے کو ختم کرنے کے لئے آنا، اگر مقتولین کے رشتہ دار اس پر راضی نہ ہوں تو اس سے بڑی میڑ بڑے سرداروں اور زیادہ با اثر معتبرین کو جمع کر کے مقتولین کے ورثا کے پاس لایا جاتا ہے اسکے باوجود بھی اگر راضی نامہ نہ ہو سکے تو اپنے گھر کی عورتیں جن کو بسات قرآن کے طور مانا جاتا ہے انہیں لے جا کر راضی نامے کی کوشش کی جاتی ہے) لیکر آتا ہے، لیکن جمالی جاگیرداروں نے اب تک راضی نامے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے اس لئے ان لہڑیوں کے لئے جن کے چار نوجوان شہید ہوئے ہیں اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ اپنے مقتولین کے خون کا بدلہ لیں دراصل نقل مکانی اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ اب ہم خون کا بدلہ لینے کے لئے جا رہے ہیں اور اپنے خاندان کو محفوظ جگہ پر منتقل کر رہے ہیں۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ یہ نقل مکانی کس لئے ہو رہی ہے میں نے سوال کیا کہ یہ لوگ کس سے بدلہ لیں گے؟ میر گل موسیانی نے بتایا کہ بدلہ جمالیوں سے لیا جائے گا، اس وقت کسان عبدلوہاب جمالی بھی ہمارے ساتھ چل رہا تھا میں نے پوچھا کیا عبدلوہاب جمالی سے بھی بدلہ لیا جا سکتا ہے تو مقامی لوگوں نے بتایا کہ کیوں نہیں اصولی طور پر تو اب ہم بروہیوں کو جمالی قبیلے کے ہر فرد سے اپنی مخالفت نکالنی ہے، دشمنی رکھنی ہے اور بدلہ لینا ہے اور جمالی قبیلے کے فرد کو بروہی قبیلے خاص طور پر مقتول لہڑی اور رخشانیوں کے قبیلوں سے چوکنا رہنا پڑیگا ان میں سے کوئی بھی مخالف قبیلہ جمالیوں کے کسی بھی فرد کو قتل کر کے اپنے خون کا بدلہ لے سکتا ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ عبدالوہاب جمالی اس جنگ میں جاگیردار اور سرداروں کے ساتھ نہیں بلکہ کسانوں کیساتھ تھا، ہم

لوگ جواس کو جانتے ہیں وہ اس کو اس جنگ میں استعمال نہیں کریں گے لیکن لہڑی یا رخشانی قبیلے کا کوئی ایسا فرد جو عبدلوہاب جمالی کے کردار سے واقف نہیں ہو وہ اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے اسکو بھی قتل کر سکتا ہے ہمارے لئے یہ بات اور تشویش ناک ہوگئی اب مقتول کے ورثہ اپنے شہیدون کا بدلہ قبائلی انداز سے لینے جا رہے ہیں، ہمیں پہلے ہی یہ بتایا گیا تھا کہ حکمران گروہ اور قاتل جاگیردار زرعی اصلاحات کو بچانے والی اس سیاسی جدوجہد کو قبائلی رنگ دیکر ختم کرنا چاہتے ہیں۔

اب ہمارے لئے سب سے اہم کام یہ سامنے آگیا کہ گاؤں علی گل لہڑی کے لہڑی خاندانوں کو قبائلی جنگ سے روکا جائے جس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی نقل مکانی کا پروگرام منسوخ کر کے ہمارا ساتھ دیکر جمالی جاگیرداروں کے خلاف سیاسی جدوجہد میں شامل ہو جائیں تا کہ پورے ملک میں زرعی اصلاحات کے تحت کسان خاندانوں کو ملنے والی زمینوں کو بچایا جا سکے۔

حالیہ دنوں میں ساتھی پٹ فیڈر کے شہیدوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

ہمارا وفد قبرستان پہنچا فاتحہ پڑھی اور قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ ہم شہیدوں کے قاتلوں کی گرفتاری تک چین سے نہیں بیٹھیں گے شہیدوں نے کسانوں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کیا ہے ہم ان کی قربانی کو رائیگاں نہیں جانے دینگے، ہم کسانوں کو زرعی اصلاحات کے تحت ملنے والی زمینوں کو دوبارہ جاگیرداروں کے حوالے نہیں ہونے دینگے۔

ہمارے عہد اور جذبے کو ہمارے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کے ساتھ گاؤں علی گل لہڑی کے مقتولین کے ورثاء بھی سن رہے تھے، اور دیکھ رہے تھے خاص طور پر شہید لہڑیوں کے ورثاء کے نوجوان لڑکے جو ہمارے ساتھ قبرستان تک آئے تھے۔

قبرستان سے ہمارا وفد دوبارہ گاؤں علی گل لہڑی مقتولین کے ورثاء کے پاس آیا ہم نے لہڑی خاندان کے کچھ بڑوں کے ساتھ بات چیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہم ان کے مہمان تھے ان کی حمایت کرنے آئے تھے، اس لئے لہڑیوں کے معتبرین نے ہماری خاطر اپنا سامان باندھنے کا کام روک دیا اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے ہم نے لہڑیوں کے معتبرین سے پوچھا کہ وہ اپنے شہیدوں کا بدلہ کس سے لینے جا رہے ہیں انہوں نے جواب دیا بدلہ جمالیوں سے لیا جائیگا جو بھی جمالی سامنے آئیگا ہم ان سے انتقام لیں گے۔

یہی ہمارے لئے خاص موقع تھا، اب ہم اپنی بات پوری طرح انہیں سمجھا سکتے تھے میں نے تمام لوگوں کے سامنے عبدالوہاب جمالی کی طرف اشارہ کر کے کہا تمہارے دشمن قبیلے کا ایک فرد تو ہمارے ساتھ ہے جو اس لڑائی میں تمہاری طرف سے لڑ رہا ہے کیا تم اس کو قتل کر کے اپنے ایک خون کا بدلہ لو گے کیوں کہ یہ ابھی تمہارے درمیان موجود ہے باقی چار خونوں کا بدلہ بعد میں لے لینا، لہڑیوں کے معتبرین نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنی جگہ، اوتاق گھریا گاؤں میں آئے ہوئے مہمان سے بدلہ نہیں لیتے، عبدالوہاب جمالی پہلے تو بہت پریشان ہوا لیکن پھر جب لہڑیوں نے یہ کہا کہ نہیں عبدلوہاب جمالی تو ہمارا اپنا ساتھی ہے اس نے بروہیوں کی طرف سے فائرنگ کی تھی۔

میں نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ عبدلوہاب جمالی نے جمالی لشکر کے خلاف بروہیوں کے حق میں فائرنگ نہیں کی بلکہ زرعی اصلاحات کے تحت کسانوں کو حاصل ہونے والی زمین کی حفاظت کے لئے بحیثیت کسان جاگیردار لشکر کے خلاف فائرنگ کی تھی، جبکہ حکومت پاکستان، جمالی جاگیردار، اخبارات اور ساری میڈیا پٹ فیڈر کے کسانوں کی اپنے زمین کے مالکانہ حقوق کی حفاظت کی جدوجہد کو بروہی اور جمالی قبائلی تضاد اور جنگ قرار دیکر پٹ فیڈر کے کسانوں میں پھوٹ ڈلوا کر انہیں تقسیم کر کے کچلنا چاہتے ہیں جب کہ یہ حقیقت کہ جمالی جاگیرداروں کے خلاف جنگ میں شہید بروہی ہوئے ہیں لیکن گرفتار تو بہت سارے کسان ہوئے ہیں جن میں بروہی اور

غیر بروہی سب شامل ہیں۔

اس لئے آپ لوگ اس لڑائی کو دشمن کی خواہش کے مطابق قبائلی جھگڑا نہ بنائیں یہ کسانوں کی جاگیرداروں کے خلاف طبقاتی جنگ ہے، جنرل ضیاء الحق کی مارشل لا حکومت جاگیرداروں کی حامی حکومت ہے اس نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں کی جانے والی زرعی اصلاحات کو ختم کرنے کے لئے مارشل لاء حکومت کی حمایت نے جاگیرداروں کو حوصلہ دیا اور انہوں نے حملے کرنے شروع کئے ان جاگیرداروں اور حکمرانوں کی کسانوں سے زرعی اصلاحات والی زمینیں صرف اس صورت میں واپس لی جاسکتی ہیں جب کسانوں کو آپس میں لڑایا جائے ہم لوگوں نے ان کسانوں سے کہا اگر آپ لوگوں نے اپنی لڑائی کا رخ دشمن قاتل جمالی جاگیرداروں کے بجائے غریب محنت کش جمالیوں کی طرف موڑ دیا تو جنرل ضیاء الحق اور اس کے جاگیردار ساتھی آپ لوگوں سے زرعی اصلاحات میں ملنے والی زمینیں واپس چھین لیں گے، وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ لوگ عام جمالیوں سے نفرت کرنے کے بجائے جمالیوں اور غیر جمالی جاگیرداروں سے اپنی زمینیں بچانے کے لیے آپس میں اتحاد قائم کر کے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے کامیابی حاصل کریں۔

شہیدوں کے رشتہ داروں، لہڑیوں اور رخشانیوں نے ہماری باتیں سنیں ان کو ہماری باتیں پسند بھی آئیں لیکن ان کو اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا یا ہماری باتوں پر انہیں بھروسہ نہیں تھا وہ ہم سے کہنے لگے بھائی آپ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ سیدھے راستے سے ہمیں ہمارا حق نہیں مل رہا ہے ہمارے قانون اور طور طریقے مختلف ہیں، اب جمالی جاگیردار ہمارے خون کا فیصلہ نہیں دے رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ وہ ہمیں کچھ نہیں سمجھتے ہیں حکومت بھی ان کی مکمل حمایت کر رہی ہے لہٰذا آپ لوگ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں آپ لوگوں کی بہت بہت مہربانی آپ لوگ سندھ سے آ کر ہمارے مسائل کے حل کیلئے جدوجہد کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن یہ جھگڑا ہم اب اپنے طریقے سے حل کریں گے ہم نے انہیں یہ سمجھانے کی بھرپور کوشش کی کہ ہم پٹ فیڈر کے کسانوں کی شہادت کے مسئلے پر کسانوں کو انصاف دلانے کے لئے جو سیاسی جدوجہد کریں گے اس میں آپ ہمارا ساتھ دیں اور نقل مکانی کر کے اپنے گھروں کو چھوڑ کر جانے کی غلطی

مت کریں، ہم اور آپ ملکر سیاسی جدوجہد کر کے موثر طریقے سے پورے بلوچستان کو قبائلی جھگڑوں سے بچا سکتے ہیں۔

انہوں نے ہم سے مزید معلومات حاصل کیں، کہ ہم کیا کریں گے کیا ہم ان کی طرف سے جمالی جاگیرداروں کے خلاف لڑنے میں ہتھیاروں کے ساتھ ان کی مدد کریں گے، ہم نے انہیں بتایا کہ ہم اخبارات میں بیانات، مظاہرے، بھوک ہڑتالیں، ٹیلیگرام اور وقت کے ساتھ ساتھ جو کچھ طے ہوگا وہ آپ کے ساتھ مل کر کرینگے۔

اس پر بھی ان کے چہروں سے عدم اعتماد کا اظہار ہو رہا تھا ہم نے بھی فیصلہ کن انداز اختیار کیا اور کہا کہ اگر ہمارے پر امن طریقہ کار سے حکمرانوں اور جاگیرداروں نے آپ کے مطالبات نہیں مانے تو آپ کو یہ حق ہوگا کہ آپ اپنے طریقے سے اپنا حساب لیں۔

ہمارا وفد مسلسل علی گل لہڑی کے گاؤں والوں کیساتھ بیٹھا رہا اور انہیں آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ مشترکہ جدوجہد کا راستہ اختیار کریں، آخر کار شہیدوں کے ورثاء نے ہم پر اعتماد کا اظہار کرلیا اور کہا اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے، ہم نے انہیں کہا کہ ابھی صرف اپنا مسئلہ عوام تک پہنچانا ہے، میڈیا کے ذریعے ملک بھر کے محنت کشوں، جمہوریت پسندوں اور قوم پرستوں کو یہ بتانا ہے کہ آپ کیساتھ پٹ فیڈر کے میدان میں کیا ناانصافی اور ظلم ہوا ہے۔

شہیدوں کے گاؤں میں بیٹھ کر ان کے مطالبات کی فہرست بنائی گئی جو مندرجہ ذیل تھی۔

1۔ پٹ فیڈر کے کسانوں کے قاتل جمالی جاگیرداروں کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دی جائیں۔

2۔ بے قصور گرفتار کئے گئے پٹ فیڈر کے سارے کسانوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔

3۔ سرسوں کی کٹی ہوئی فصل کے ڈھیروں (کھلیانوں) سے لیویز ہٹا کر کسانوں کو اپنی فصل اٹھانے کا حق دیا جائے۔

حکمت عملی کا پہلا قدم یہ طے ہوا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کا ایک وفد پہلے مرحلے میں سندھ کے مختلف بڑے شہروں کراچی، حیدرآباد اور سکھر کا دورہ کریگا، بلوچستان سے سندھ آنے جانے کے اخراجات کا بندوبست پٹ فیڈر کے کسان خود کریں گے، ہماری تنظیم مزدور طلبہ کسان

عوامی رابطہ کمیٹی کے ساتھی سندھ میں ان کے قیام اور سفری اخراجات کا بندوبست کریں گے ہر شہر میں میڈیا اور دیگر اداروں کو پٹ فیڈر کے کسانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم کے واقعہ کو عوام تک پہنچانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کے لیئے آمادہ کرینگے۔

وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے پٹ فیڈر کے کسانوں کا سندھ میں آنے والا وفد تیار ہو گیا شہیدوں کے گاؤں علی گل لہڑی سے شربت خان لہڑی کو منتخب کیا گیا، جمالی جاگیرداروں سے لڑنے والے گاؤں سے سکندر محمد شہی کا نام تھا، وفد میں قبائلی تعصب کو ختم کرانے کیلیے اور پٹ فیڈر کسان تحریک میں زرعی اصلاحات کو بچانے کی طبقاتی تحریک ثابت کرنے کے لئے عبدالوہاب جمالی کا نام سندھ سے آنے والے وفد نے خود تجویز کر کے ڈلوایا تھا، پٹ فیڈر کے کسانوں کے خلاف ہونے والی ناانصافیوں پر پہلے سے آواز اٹھانے والے شیر محمد مینگل اور غلام قادر مینگل کو کراچی آنے والے وفد میں مقامی لوگوں نے شامل کروایا۔

پھر ہم شہیدوں کے گاؤں علی گل لہڑی سے نکل کر ٹیمپل ڈیرہ آگئے جہاں بہت سارے ساتھی ہماری واپسی کے انتظار میں تھے تمام ساتھیوں کو شہیدوں کے گاؤں علی گل لہڑی میں طے ہونے والے فیصلوں سے آگاہ کیا اور واپسی کا پروگرام بنایا لیکن رات ہونے کی وجہ سے مقامی ساتھیوں نے ہمیں سندھ کی طرف سفر کرنے سے منع کیا رات ہم نے حاجی کوڑا خان کے ہوٹل میں گذاری، حمیدہ گھانگھرو پیر بخش سامت کے گھر چلی گئی دوسرے دن صبح ہمارا وفد جیکب آباد سے کراچی کی طرف روانہ ہوا حمیدہ گھانگھرو حیدرآباد اسٹیشن پر اتر گئیں اور ہم کراچی کیلیے روانہ ہوئے۔

پٹ فیڈر کے کسانوں پر ہونے والے مظالم کی رپورٹ پارٹی اور مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے کراچی کے اجلاس میں ساتھیوں کے سامنے پیش کی گئی، اجلاس کے بعد اخبارات ورسائل کو رپورٹ شائع کرنے کے لئے بھیج دی اور پٹ فیڈر کے وفد کی کراچی آمد کے لئے کراچی میں تیاریاں کرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

پٹ فیڈر سے کسانوں کے وفد کی کراچی آمد

پٹ فیڈر میں کسانوں پر جاگیرداروں کا حملہ

معیار رپورٹ

صحبت پور بلوچستان میں پٹ فیڈر کا علاقہ آج کل پھر طبقاتی جنگ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

اس علاقے کی زمینیں پہلے ریاست قلات کی ملکیت تھیں۔ ون یونٹ کے قیام کے بعد حکومت پاکستان کی ملکیت تھیں۔ اس علاقے کے غریب کاشتکار بارانی کاشتکاری پر گذارہ کرتے تھے۔ لیکن پٹ فیڈر نہر کے قیام کے بعد یہاں بڑے زمینداروں نے قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے حق ملکیت ثابت کرنے کے لئے پرانی تاریخوں کے جعلی کاغذات تک بنوا لئے۔

۱۹۷۱ء میں جب بھٹو حکومت آئی تو انہوں نے تحقیقات کرنے کے بعد مارشل لاء آرڈر ۱۱۷ جاری کیا اور تمام زمین تحویل میں لے لی۔ ایک عرصے تک زمین کے متنازعہ مسائل جاری رہے بالآخر ۱۹۷۶ء میں نواب حکومت نے کسانوں کو زمین کا قبضہ دینا شروع کیا۔ حکومت نے ٹوٹل ۵ لاکھ ایکڑ زمین کا ۶۰ فیصد کسانوں کو دیا جبکہ باقی پر جاگیرداروں نے مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعہ حکومت سے ساز باز کر کے قبضہ کر لیا۔

پٹ فیڈر سے آنے والے کسانوں کے نمائندوں نے بتایا کہ گذشتہ دنوں جمالی، کھوسہ اور عمرانی قبیلے کے جاگیرداروں نے ۲۲ دسمبر ۱۹۷۹ء کو گوٹھ میر گل اور گوٹھ مراد علی زہری پر مسلح طور پر پانچ ہزار کے لشکر سمیت حملہ کیا۔ کسانوں کو بے دخل کرنے اور اناج لوٹنے کی غرض سے غریب کسانوں اور جاگیرداروں کے لشکر کے درمیان یہ لڑائی ۴۸ گھنٹے جاری رہی۔ اس میں پانچ کسان عبداللہ، عبدالحق، رحمت اللہ، تینوں سگے بھائیوں کے علاوہ ان کا بھانجا اور عبدالکریم فشانی شہید ہوئے۔

اس لڑائی کے دوران انتظامیہ پہلے خاموش تماشائی بنی رہی۔ بعد ازاں جاگیرداروں کو کامیاب نہ ہوتے دیکھ کر مداخلت کی۔ اس کے بعد سے مزید بیانات کسان لاتے ہیں۔ جن میں چار کسانوں کے نمائندے بھی ہیں۔ انتظامیہ نے خانہ پری کے لئے چند افراد گرفتار بھی کئے جنہیں اگلے دن چھوڑ دیا۔ ان میں سابق ایم پی اے میر ظفر اللہ جمالی بھی شامل تھے۔ کسانوں کے تمام ہتھیار انتظامیہ نے قبضے میں لے لئے جبکہ جاگیرداروں کے ہتھیار یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ان کی حفاظت انتظامیہ کے ذمے مشکل تھی۔

پٹ فیڈر سے آنے والے کسانوں کے لیڈر شیر محمد مینگل نے بتایا کہ غریب کسانوں پر جاگیرداروں کا یہ حملہ بہت منظم طریقے پر کیا گیا تھا۔ ہتھیار رملز میں اسٹین گن اور مشین گن کا استعمال کیا گیا۔ حملے کی تیاری میں نواب شاہ تک کے جاگیرداروں نے حصہ لیا اور جس گاؤں پر حملہ کیا اس میں صرف ۱۰۰ افراد رہتے ہیں۔ حملہ آوروں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو پہلے پیپلز پارٹی میں تھے اور جنہوں نے اب آزاد گروپ بنا لیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حملہ آوروں نے سب سے پہلے اناج کے ذخیروں اور گاؤں کے تالاب پر قبضہ کیا تاکہ لوگ پیاسے رہیں اور فصل جلد ہتھیا ڈال دیں۔ مقبوضہ اناج ابھی تک انتظامیہ کے قبضے میں ہے۔ انہوں نے کہا انتظامیہ کا رویہ وڈیروں کے حق میں ہے اس لڑائی میں بلوچستان لیویز کے سپاہیوں نے بھی حصہ لیا۔ انہوں نے کہا "اس ظلم کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے تو اس کو کوڑے لگتے ہیں۔ لیکن پانچ غریب کسان مر گئے تو انتظامیہ نے کچھ نہیں کیا۔"

شیر محمد نے بتایا کہ یہ واقعہ پہلا نہیں ہے۔ جب سے بھٹو حکومت برطرف ہوئی ہے جاگیرداروں نے کسانوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بھٹو کے زمانے میں ہاری فصل اٹھاتے تھے اس کا دور ختم ہوتے ہی پہلی فصل پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ جاگیردار کہتے ہیں زمین زبردستی لی گئی ہے۔ شیر محمد مینگل کے ساتھ آنے والے کسانوں میں غلام قادر مینگل، خیر شہ خان، بیسٹری، عبدالوہاب جمالی اور سکندر بلوچ شامل ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ہماری یہ لڑائی نہ سیاسی ہے نہ قبائلی یہ خالص طبقاتی جنگ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ جاگیردار کسی کے وفادار نہیں ہیں جب پیپلز پارٹی میں تھے تب بھی اس کے مفادات کے خلاف کام کرتے تھے۔ ہفتہ کسان کے دوران تاج محمد جمالی نے کہا تھا "کسانوں کے حقوق کیا ہوتے ہیں، ہم زمیندار لوگ ہیں پیدائشی مراعات یافتہ"۔

پٹ فیڈر کے کسانوں کا یہ وفد مزدور طلبہ

کسان عوامی پارٹی کی دعوت پر کراچی اور سندھ کے
دیگر مقامات پر لوگوں سے ملاقات اور انہیں پٹ
فیڈر کے حالات سے آگاہ کرنے کے سلسلے میں آیا ہوا تھا
وفد کے ارکان نے ملاقات کے دوران بتایا کہ
۱۔ نرگس ناموں کے الاٹمنٹ منسوخ کئے جائیں
زمین قابضین کسانوں اور بے زمین کسانوں کو دی جائے
۲۔ واقعہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے
کروائی جائے۔
۳۔ کاشتکاروں کا اناج بلوچستان کانسٹیبلری کے
قبضے سے واپس دلوایا جائے تاکہ وہ فاقہ کشی سے بچیں
۴۔ لاپتہ افراد کا پتہ چلایا جائے۔ گرفتار شدگان
کو رہا کیا جائے۔ شہیدوں کے خاندان کو معقول معاوضہ
دیا جائے۔

وفد نے ملتان کے واقعہ پر انتظامیہ کی مذمت
کرتے ہوئے کہا پورے ملک میں کسانوں اور مزدوروں
کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں اس موقع پر ضروری ہے
کہ کسان، مزدور، طلبہ متحد ہو جائیں اور سازشوں کے
خلاف مشترکہ جدوجہد کریں۔ کسانوں کے وفد نے قومی
اتحاد کے رویے کی بھی مذمت کی اور کہا کہ مولانا
نورانی واقعہ کے اگلے دن آئے انہوں نے کربلا کے معرکے
کے واقعات پر زور و شور سے تقریر کی لیکن جیتے جاگتے
کربلا کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا ہم
قومی اتحاد کے تمام لیڈروں سے سخت مایوس ہیں ان
میں سے کوئی ہمارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ کسانوں نے
بتایا کہ جولائی کے بعد سے غریب کسان خود کو بہت
زیادہ غیر محفوظ محسوس کر رہے ہیں۔

وفد نے کہا اگر حکومت نے دلچسپی نہیں لی تو مشترکہ
اتحاد سے تحریک کو آگے بڑھائیں گے۔ انہوں نے تمام
ترقی پسند تنظیموں، مزدور یونینوں سے اپیل کی کہ وہ
مل کر غریب کسانوں، مزدوروں کے لئے جدوجہد کریں۔
انہوں نے کہا جمالی قبائل کو نہ اس ملک کی ترقی سے دلچسپی
ہے اور نہ محبت۔ یہ لوگ ہر حکومت کے حامی رہے ہیں
ان کا کوئی بھائی پیپلز پارٹی میں ہوتا ہے کوئی این ڈی
پی میں تو کوئی پی این اے میں یہ کسی کے ہمدرد نہیں ہیں۔

۲۲ ہفت روزہ معیار

جنوری 1978 کے آخری ہفتے میں پٹ فیڈر کے کسان رہنماؤں کا ایک وفد شیر محمد مینگل کی سربراہی میں کراچی پہنچا وفد میں شیر محمد مینگل کے علاوہ غلام قادر مینگل، شربت خان لہڑی، سکندر خان محمد شہی اور عبدالوہاب جمالی شامل تھے یہ وہی وفد تھا جس کا انتخاب ہمارے وفد کے ٹیمپل ڈیرہ میں قیام کے دوران پٹ فیڈر کے شہید لہڑی کسانوں کے گاؤں میں ہوا تھا۔

جس کے مقاصد یہ طے ہو چکے تھے کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کا وفد کراچی سمیت سندھ کے چند شہروں میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کی حقیقت اور تفصیلات سے سندھ کے عام لوگوں کو آگاہ کرے گا اور میڈیا کے ذریعے زرعی اصلاحات کو بچانے کیلئے پورے ملک میں آواز بلند کرنے کے ساتھ جنرل ضیاالحق اور اس کے اتحادی سیاسی پارٹیوں کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کرے گا۔

پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کا پہلا استقبالیہ کراچی میں مورخہ 28 جنوری 1978 کے دن ہوا جس میں کراچی کے ٹریڈ یونین، سیاسی پارٹیوں اور صحافیوں کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی اس استقبالیہ میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کے رہنماؤں نے پٹ فیڈر میں کسانوں کے ساتھ جو ظلم ہوا تھا اس کو بیان کرنے کے ساتھ ملتان کے مزدوروں کے قتل عام، صحافیوں کیساتھ ہونے والی زیادتیوں سندھ کے ہاریوں کی بے دخلیوں کے مسائل کو بہت خوبصورتی کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا۔

اس کے بعد مختلف اخبارات اور رسائل میں انٹرویوز اخباری بیانات کراچی کی مختلف تنظیموں کی جانب سے پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کے ساتھ میٹنگیں، ملاقاتیں اور پریس کانفرنس ہوئیں۔ تقریباً پانچ دن پٹ فیڈر کے کسانوں کا یہ وفد کراچی میں رہا اس دوران ہماری پارٹی مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کی ڈسٹرکٹ کمیٹی کراچی کی میٹنگ ہوئی جس میں کافی غور کے بعد یہ طے ہوا کہ جنرل ضیاء الحق کی عوام دشمن مارشل لاء حکومت عوام دشمن اقدامات تیزی سے کر رہی ہے۔

اس نے پٹ فیڈر کے کسانوں پر 22 دسمبر 1977 کے دن قاتلانہ حملہ جاگیرداروں کی مدد سے کروا کر پانچ کسانوں کو شہید کروادیا اور اسکے صرف دس دن بعد 2 جنوری 1978 کے دن ایسا ہی ایک حملہ کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان کے مزدوروں پر مالکان اور انکے غنڈوں سے کروا کر مزدوروں کو شہید کروادیا۔

سندھ کے کئی دیہاتوں میں ہاری خاندانوں کی بے دخلیاں ہوئی ہیں، زمینداروں کے حملوں اور زمینوں سے کسانوں کو بے دخل کرنے کے ساتھ ان مظالم کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانے کیلئے، عوام کے حقوق کیلئے آواز اُٹھانے والے اخبارات اور رسائل اور دیگر ذرائع پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔

اس سے پہلے کہ جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء کی آمریت میڈیا کا گلا دبا کر مظلوموں پر ظلم کے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبا دے بحالی جمہوریت کی تحریک کو متحرک کرنے والی مزدوروں اور کسانوں کی جدوجہد کو ابھرنے ہی نہ دے، ہم فوری طور پر کسانوں کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیں اور لڑنے والے سب سے زیادہ مضبوط گروپ کے ساتھ کھڑے ہو کر مارشل لاء حکومت کی غیر جمہوری غیر قانونی حیثیت کو چیلنج کر دیں۔

ہماری پارٹی کے تجزیہ کے مطابق وہ مضبوط گروپ پٹ فیڈر کے کسان تھے جنہوں نے کچھ عرصہ زرعی زمینوں کی خود مالکی والی آمدنی اور حیثیت دونوں حاصل کر کے اس کا مزا چکھا ہوا تھا۔

اس لئے پارٹی میٹنگ میں طے پایا کہ سندھ کی پارٹی اپنی برادر بلوچستان کی پارٹی کی مدد میں پٹ فیڈر میں جا کر بھوک ہڑتال کرے گی اور اس وقت تک جدوجہد جاری رکھے گی جب تک

پٹ فیڈر کے کسانوں کے تینوں مطالبات (1) کسانوں کے قاتل گرفتار کر کے انکو سزائیں دینے کا وعدہ نہیں کیا جاتا (2) پٹ فیڈر میں سارے گرفتار کسان کارکنوں کو رہا نہیں کیا جاتا، (3) سرسوں کی کٹی ہوئی فصل کے ڈھیروں (کھلیانوں) کو کسانوں کے حق میں واگزار نہیں کیا جاتا۔

مزدور، طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے بھرپور اجلاس میں جو پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کے کراچی سے حیدرآباد روانگی کے آخری دن 3 یا 4 فروری 1978 کے دن شومارکیٹ کے مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے دفتر میں ہوا، جس میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کی کراچی کے دورے کی ساری سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد آئندہ کی حکمت عملی طے کی گئی، کراچی کے ساتھیوں نے تجویز دی کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں کراچی کے مزدور، طالب علم، عورتیں اور سیاسی رہنماء وفود کی صورت میں پٹ فیڈر جا کر بھوک ہڑتال کریں گے اور گرفتاریاں دیں گے۔

ساتھیوں نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی میٹنگ میں جوش وخروش پیدا ہوگیا، اس کے علاوہ ساتھیوں کو اپنے اپنے پارٹی سرکلر کے ذریعے پٹ فیڈر جا کر بھوک ہڑتال کرنے کی تجویز دی گئی تھی۔

جب ہم پٹ فیڈر میں بھوک ہڑتال پر جانے کیلئے وفد بنا رہے تھے تو 10 فروری کو کراچی سے پہلے وفد کی پٹ فیڈر روانگی کی تاریخ طے ہوگئی، پٹ فیڈر کے کسان ساتھیوں کا وفد ہمارے پٹ فیڈر جا کر بھوک ہڑتال کرنے کے فیصلے سے کافی پریشان ہوگیا، انہوں نے تجویز دی کہ آپ لوگ پٹ فیڈر کے ضلعی ہیڈ کوارٹر ٹیمپل ڈیرہ میں آکر ہمارے مطالبات کی حمایت میں بھوک ہڑتال کرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ کراچی، حیدرآباد، سکھر اور دیگر بڑے شہروں میں ہماری حمایت میں بھوک ہڑتال کریں؟

عام حالات میں ان کی تجویز بہتر تھی مگر مارشل لاء حکومت میں کراچی یا کسی بھی شہر میں فوجی حکومت ہمیں بھوک ہڑتال پر بیٹھنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیتی اور پٹ فیڈر کے کسانوں کیلئے کراچی یا کسی بھی شہر میں کی جانے والی بھوک ہڑتال یا کوئی بھی سرگرمی پٹ فیڈر کے کسانوں کو

متحرک نہیں کرسکتی تھی صرف شہر کے ساتھیوں اور سیاسی کارکنوں کو تحریک دے سکتی تھی جبکہ ہماری پارٹی کا مقصد لاکھوں محنت کشوں کو جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کے خلاف اپنے مسائل کے حل کیلئے متحرک کرنا تھا تاکہ محنت کشوں کے حقوق کے ساتھ ملک میں جمہوری نظام حکومت بھی قائم ہو سکے اس کے لئے پٹ فیڈر کے کسان جنہوں نے جاگیرداروں کا مقابلہ کیا تھا محنت کشوں کی سیاسی جدوجہد کا بہترین پلیٹ فارم ہوسکتا تھا اسلئے ہم نے پٹ فیڈر کے وفد کو قائل کر کے ان کو انکے علاقے میں ہی جدوجہد کے فوائد اور متوقع نتائج بتا کر آمادہ کرلیا کہ بھوک ہڑتال ٹیمپل ڈیرہ ہی میں ہونی چاہیئے، پھر پٹ فیڈر کے وفد کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ حیدرآباد اور سکھر کا اپنا دورہ مکمل کر کے جیسے ہی ٹیمپل ڈیرہ پہنچیں تو کراچی سے آنے والے وفد کے ساتھ مل کر ٹیمپل ڈیرہ میں بھوک ہڑتال کے لئے پٹ فیڈر کے کسانوں کو متحرک کرنے کے لئے پٹ فیڈر کے علاقے کے دورے کے انتظامات کریں۔

کراچی کے بعد پٹ فیڈر کے کسانوں کا وفد حیدرآباد گیا جہاں پٹ فیڈر کے کسان رہنما شیر محمد مینگل، شربت خان لہڑی، غلام قادر مینگل نے پٹ فیڈر کی صورتحال بتائی اور مزدور رہنما شمیم واسطی، قلندر بخش مہر، عبدالمجید اور سندھ ہاری کمیٹی کے رہنما غلام حسین شر نے اپنے خطاب میں اس عزم کا اظہار کیا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کے قاتلوں کی گرفتاری اور زرعی اصلاحات میں کسانوں کو ملنے والی زمینوں کی حفاظت کے لیئے حیدرآباد اور پورے سندھ کے محنت کش پٹ فیڈر کے کسانوں کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دینگے پھر وفد سکھر گیا جہاں وفد کو کئی جگہوں پر استقبالیہ دیا گیا۔

روہڑی اور سکھر میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے وفد کے میزبان روہڑی سیمنٹ فیکٹری ورکرز یونینُ کے جنرل سیکریٹری چاچا مولابخش خاصخیلی نائب صدر اسرار احمد خان اور دیگر بہت سارے ساتھی تھے، اس یونین کے صدر پارٹی کے رہنما ڈاکٹر اعزاز نذیر جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت کی مخالفت کی وجہ سے ان دنوں جیل میں تھے۔

پٹ فیڈر میں بھوک ہڑتال کیلئے کراچی سے جانے والا پہلا وفد

غلام اکبر

محمد رمضان

عمر دین

کراچی سے تین رکنی پہلا بھوک ہڑتالی وفد ٹیمپل ڈیرہ کیلئے 9 فروری 1978 کو کینٹ اسٹیشن سے میری سربراہی میں روانہ ہوا میرے ساتھ سندھ نیشنل اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے مرکزی رہنما غلام اکبر تھے دوسرے ساتھی سے میری اور غلام اکبر کی پہلی ملاقات کینٹ اسٹیشن کراچی پر بولان میل کے روانگی سے کچھ دیر پہلے ہوئی ساتھی عزیز الرحمٰن کے ساتھ یہ نیا ساتھی عمر دین آیا تھا مجھے اس کے بارے میں صرف اتنا بتایا گیا کہ ٹریڈ یونین کے کام میں سرگرم ساتھی ہے اور طبقاتی جدوجہد پر یقین رکھتا ہے آجکل بے روزگار ہے اسکا آبائی گاؤں سوات میں ہے پشتو اور اردو میں شاعری کرتا ہے۔ مجھے شکل اور صورت سے بالکل معصوم نظر آرہا تھا اور کچھ کچھ پریشان بھی نظر آرہا تھا۔

سائیٹ کے ساتھیوں پر حیرت ہوئی کہ اتنے خطرناک اور اہم پارٹی کے کام میں ایک نئے ساتھی کو پہلی مرتبہ میں ہی روانہ کیا جارہا ہے، لیکن ہمارے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ ہمارے نہایت قابل بھروسہ ساتھی ڈاکٹر تاج کے ذریعے آیا تھا، ساتھی محمد تاج انتہائی جرئت مند ساتھی تھے ریاستی ایجنسیوں کے پارٹی پر 1980 کے حملے کے بعد اپنے آبائی علاقے دیر میں پارٹی کا کام کرنے گئے جہاں ڈاکٹر تاج کے خلاف جماعت اسلامی کے رہنما مولانا صوفی محمد نے کافر ہونے کا فتویٰ جاری کردیا تھا ڈاکٹر تاج نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجدوں میں جاکر مولانا صوفی محمد کے جھوٹ کو بے نقاب کرنا شروع کردیا، بنیاد پرست ڈاکٹر تاج کا مقابلہ نہ کرسکے تو انہیں حق گوئی

کی جرت اور سچائی کی جرم کی پاداش میں انتہا پسند ٹولے نے 1983 میں شہید کردیا ہم بہت جلدی عمر دین کے سادہ اور ملنسار انداز کی وجہ سے اس سے بے تکلف ہوگئے ہمیں اس میں ایمانداری سے اس جدوجہد میں شامل ہونے کا جذبہ بھی نظر آیا. غلام اکبر کو میں پہلے سے جانتا تھا، وہ طلبہ محاذ پر پارٹی کے ساتھیوں میں سے تھا، اس سے میری کئی ملاقاتیں ہوچکی تھی۔

پٹ فیڈر کی روانگی سے پہلے میں نیشنل موٹر لمٹیڈ شیر شاہ میں بطور الیکٹریشن ہیلپر ملازمت کرتا تھا، ان دنوں میری رہائش اپنی والدہ اور بھائیوں کے ساتھ بغدادی لیاری کراچی کے علاقے میں تھی، اکبر کی رہائش بھی لیاری ہی میں تھی۔

جب ہمارا وفد ٹیمپل ڈیرہ پہنچا تو عجیب صورتحال ہمارے سامنے تھی، پٹ فیڈر کا جو وفد کراچی آیا تھا، اسکے سربراہ سمیت وفد میں شامل لوگوں کی اکثریت غائب تھی، ہم نے یہ سوچا کہ شاید ہم انکے سندھ کے دورے سے واپسی کے فوراً بعد ٹمپل ڈیرہ پہنچ گئے تھے یا انکی اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ ٹائم نہیں دے سکیں ہونگے۔

لیکن جب ہم نے جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ صرف جمالی جاگیرداروں نے ہی کسانوں کو تقسیم کرنے کیلیئے جمالیوں اور بروہیوں کے قبائلی جھگڑے کی فضا نہیں بنائی تھی بلکہ مختلف بروہیوں اور جمالیوں کے معتبرین کو بھی یہ جھگڑا دو قبیلوں کے درمیان ہی نظر آیا، شاید اسلیئے کہ بلوچستان کے اکثر سردار خود بھی بڑے جاگیردار ہیں یا شاملات کی زمینوں پر قبضہ کرکے جاگیردار بن گئے ہیں۔

شاملات کی ملکیت تو قبیلے یا اس کے ایک طائفہ (حصہ یا شاخ) کی ہوتی ہے لیکن قبضہ عملاً سرداروں، میروں اور معتبرین کا ہوتا ہے، اسلیئے ان کے علاقوں میں انکے مظلوم کسانوں کے خون کا حساب لینے کا یعنی بدلہ یا خون بہا لینے کا حق صرف انکے سرداروں کو ہی ہوتا ہے، ٹمپل ڈیرہ میں اس تحریک کو ختم کرنے کیلیئے یہ بات بھی پھیلائی گئی کہ یہ کراچی والے کون ہوتے ہیں ہمارے فیصلے کرنے والے یہ ہمارے غیرت کے مسائل اور قوانین کو نہیں جانتے انکا نہ مقتولین سے کوئی رشتہ ہے اور نہ ہی ہمارے علاقے سے کوئی تعلق پھر کیوں یہ لوگ زبردستی ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑا رہے ہیں۔

کسانوں سے یہ بھی کہا گیا کہ ان لوگوں سے تمہارا کیا واسطہ اس علاقے میں کسی فرد یا

قبیلے کا کسی اور فرد یا قبیلے سے کوئی جھگڑا وغیرہ ہوتا ہے تو اسکے حل کیلئے ساتھ تو اپنے ہی لوگ دینگے اور اپنے ہی میر معتبرین کام آئیں گے نہ کہ یہ کراچی والے ہمارے مسئلوں کو سمجھ سکیں گے، قتل ہمارے قبیلے کے لوگ ہوئے ہیں اور فیصلہ بھی ہمارے بڑے ہی کریں گے یہ لوگ تم سیدھے سادھے لوگوں کو بیوقوف بنا کر اپنے سیاسی مفادات حاصل کریں گے اس لئے ان سے دور رہو ان کراچی والے اجنبیوں سے مظلوم کسانوں کو دور رکھنے کی کوششیں اس وقت سے شروع ہوئی جب پٹ فیڈر کے کسانوں کا وفد کراچی، حیدرآباد اور سکھر میں سرگرمیاں کر رہا تھا، روزاخبارات میں ان کے بیانات سے ان کی مقبولیت اور اس تحریک کو زیادہ پزیرائی مل رہی تھی یہ بات ان کے سرداروں، جاگیرداروں، میر اور معتبرین کے لئے بہت تکلیف دہ تھی کہ تحریک کے حق میں جدوجہد کرنے والوں کو مقبولیت مل رہی تھی۔

سندھ سے واپس آنے کے بعد پٹ فیڈر کے وفد کے اراکین کو ان کے بروہی قبائل کے سرداروں، میروں اور معتبرین نے ہم سے ملنے سے روک دیا، بلکہ انکو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ خود اور دوسرے لوگوں کو بھی ہمارے ساتھ ملنے سے روکیں، بہت عجیب اور مایوس کن صورتحال تھی جن کی لڑائی تھی وہ خود غائب تھے اور ہم انکی حمایت میں آنے والے اجنبی بازاروں میں اپنے واقف لوگوں کو ڈھونڈ رہے تھے، آدھا دن تو صرف اس مایوسی میں گزرا، اسکے بعد ہمارے وفد نے ٹیمپل ڈیرہ میں لوگوں سے رابطے قائم کیئے، مقامی ساتھیوں نے فوراً حاجی کوڑا خان کے ہوٹل میں ہماری رہائش کا بندوبست کیا۔

ہم نے نئے سرے سے پروگرام کو نئی ٹیم کے ساتھ دوبارہ منظّم کیا، ہم لوگوں نے مقامی ٹیم کے ساتھ حاجی کوڑا خان کے ہوٹل کی چھت پر جہاں اب مزید کمرے بن گئے ہیں ایک مشترکہ میٹنگ بلائی، پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات تسلیم کروانے کیلئے بات چیت اور مشاورت کی، اس میٹنگ میں پاکستان پیپلز پارٹی نصیر آباد کی قیادت پیر بخش سامت نے کی، اسکے علاوہ سٹی کے صدر ڈاکٹر احمد حسین، بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے ضلعی صدر عطا اللہ عمرانی (عاسی) اور پیپلز اسٹوڈنٹس کے صادق عمرانی، نصر اللہ رند اور دیگر بہت سارے ساتھی آگئے ان سب نے مشترکہ طور پر ہماری ہی تجویز پر ملک بھر میں ملتان کے مزدوروں، پٹ فیڈر کے کسانوں کے قتل

عام، اخباری صنعت سے تعلق رکھنے والے محنت کشوں مساوات اور دیگر اخبارات ورسائل پر فوجی حکومت کی پابندیوں کے خلاف 16 فروری 1978 کو ہونے والے یوم احتجاج والے دن ہی ٹمپل ڈیرہ میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے قاتلوں کی گرفتاری، گرفتار شدہ کسانوں کی رہائی اور کسانوں کی سرسوں کی فصلوں کو ضلعی انتظامیہ سے واگزار کروانے کے مطالبات پر ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا اس سے پہلے پٹ فیڈر کے مختلف دور دراز کے گاؤں میں جا کر مقامی کسانوں کو اپنے حقوق کیلئے اور اس بھوک ہڑتال کو کامیاب بنانے کیلئے 16 فروری کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ٹیمپل ڈیرہ میں جمع ہونے کیلئے تیار کرنا تھا۔

دوسرے دن کسانوں نے آپس میں چندہ جمع کر کے ہمیں ایک جیپ کرائے پر کر کے دی جس پر میں، غلام اکبر اور عمر دین اور ہمارے ساتھ پیر بخش سامت، غلام قادر مینگل، ہزار خان بنگلزئی، ملگزار ڈومکی اور کئی دوسرے کسان کارکن، جاگیرداروں اور ضلعی انتظامیہ کے مخبر بھی سوار ہو جاتے تھے، زیادہ لوگ ہونے اور صبح فجر سے لیکر رات دیر تک سفر کرنے کی وجہ سے کافی مشکلات ہو رہی تھیں، ہر گاؤں میں صرف دس پندرہ منٹ بات چیت کے بعد ہی گاؤں کے کسان 16 فروری کو ہر صورت میں ٹیمپل ڈیرہ آنے کیلئے تیار ہو رہے تھے، کسانوں سے بس یہ دس پندرہ منٹ کے اجلاس کافی موثر ثابت ہو رہے تھے۔

گاؤں کے لوگوں کی خواہش ہوتی تھی کہ مہمان ہمارے پاس کھانا کھائیں ہمارے گھر ٹھہریں یا کم از کم چائے ضرور پئیں، دو تین دن کے بعد چندے کی رقم مقامی کسانوں کے پاس ختم ہو گئی، جیپ کے تیل کا خرچ بہت ہوا تھا ہم نے کافی علاقہ کور کر لیا تھا، رش کی وجہ سے سفر کرنا مشکل ہو رہا تھا، اس لئے دو دن مزید ہم لوگوں نے پیدل گاؤں گاؤں جانا شروع کیا اسطرح گاؤں تو کم کور ہو رہے تھے مگر پیدل چلنے والوں کا قافلہ بیس سے پچیس افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک لال جھنڈا بھی بنا کر کسانوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا زبردست انقلابی جذبہ، جوش وخروش نظر آ رہا تھا۔

❊☆❊❊☆❊❊☆❊

پہلی کامیابی کسانوں کی رہائی

پٹ فیڈر کے مختلف گاؤں کا دورہ کرنے سے پہلے ہم کراچی سے آنے والوں کی ٹیم مقامی ساتھیوں کے ساتھ ٹیمپل ڈیرہ لاک اپ جس کو مقامی لوگ ٹیمپل ڈیرہ جیل کہتے ہیں گرفتار کسانوں سے ملنے گئی، دو کمروں اور ایک صحن میں تقریباً 35 کے قریب کسان مزید دو چار دوسرے قیدیوں کے ساتھ قید رکھے گئے تھے ہم لوگوں کو بہت غصہ آیا ہم ویسے ہی جذباتی ہو رہے تھے، ہم نے کسانوں کو تسلی دی، کسان اپنی ضمانت کیلئے پریشان ہو رہے تھے ہم نے انھیں بتایا کہ 16 فروری سے تحریک چلے گی تم لوگ بغیر مطالبات کی منظوری کے یعنی کسانوں کے قاتلوں کی گرفتاری، سرسوں کی فصلوں پر سے لیویز کا قبضہ ختم کروائے بغیر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرنا ضلعی انتظامیہ آپ لوگوں کو جلد ہی رہا کردیگی، اس ساری گفتگو سے گرفتار شدہ کسانوں میں اعتماد بڑھ گیا اور جدوجہد کا جذبہ پیدا ہوا۔

اس ملاقات کے بعد جب ہم نے گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو موبلائز کرنا شروع کیا اور ہڑتال کا اعلان کرتے رہے تو اسکا اثر تیزی سے پھیلنا شروع ہوا یعنی ہم جہاں نہیں پہنچ سکے تھے وہاں پر بھی بلوچستان میں ایک دوسرے سے ایک دوسرے کے علاقے کے حال احوال معلوم کرنے کی رسم کی وجہ سے ہمارا پیغام پہنچ رہا تھا کہ پٹ فیڈر کے کسان اپنے شہیدوں کے خون کا حساب لینے آج نہیں اٹھے تو زرعی اصلاحات کے نتیجے میں ملنے والی زمینوں کو نہیں بچا سکیں گے، 16 فروری 1978 کیلئے مختلف گاؤں میں کسانوں کی بھوک ہڑتال کیلئے ٹیمپل ڈیرہ پہنچنے کی تیاری نے ضلعی انتظامیہ کو بلکہ سبی ڈویزن کی انتظامیہ کو پریشان کردیا، اسلئے انھوں نے ہمارا ایک فوری اور چھوٹا مطالبہ کسانوں کے جوش کو کم کرنے کیلئے ان گرفتار شدہ کسانوں کو رہا کردیا۔

جب ہمارا پیدل قافلہ آگے جا رہا تھا تو شام کے وقت ٹیمپل ڈیرہ سے آنے والی بس میں سے چھ سات لوگ اترے ان میں سے ایک گل حسن منجو کا بھائی جو ٹمپل ڈیرہ کے لاک اپ میں ہم سے ملا تھا ہمارے سامنے سر جھکا کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے ہمارا مجرم ہو بہت ہی زیادہ شرمندگی کے

انداز میں بولنے لگا سائیں ہم مجبور ہوگئے تھے، لیویز جمعدار نے ٹیمپل ڈیرہ جیل میں آ کر ہم لوگوں کو مبارک دی اور کہا، مٹھائی کھلاؤ تم لوگوں کی رہائی ضمانت کے بغیر ہو رہی ہے، جلدی کرو اپنا سامان اٹھاؤ، ہم سب ساتھیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ان سے کہا کہ جب تک ہمارے کسان ساتھیوں کے قاتلوں کو نہیں پکڑا جائے گا ہم رہا نہیں ہونگے، ہمارے جواب کے بعد لیویز جمعدار مختار کار کے دفتر چلا گیا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد لیویز کے سپاہیوں کی نفری لیکر آ گیا، پھر ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جلدی کرو جیل سے باہر نکلو ہم لوگوں نے پھر انکار کیا لیویز جمعدار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انکو لاک اپ سے باہر نکالو، سپاہی ہم لوگوں کو ہاتھوں اور گریبانوں سے کھینچتے ہوئے باہر نکالنے لگے، ہم لوگوں نے لاک اپ کی کھڑکیوں اور دروازوں کو پکڑ لیا پھر سپاہیوں نے ہم لوگوں پر تشدد کرنا شروع کیا ہم میں سے جو بھی زمین پر گرتا اسے ڈنڈا ڈولی کر کے لاک اپ سے باہر پھینک دیا جاتا، پھر لاک اپ سے باہر لاٹھیاں مار کر لاک اپ سے دور کر دیتے تھے جبکہ ہم چلاتے رہے کہ ہمارے کسانوں کے قاتل جب تک نہیں پکڑے جاتے ہم رہا نہیں ہونگے، ان رہا ہونے والے کسانوں کا خیال تھا کہ وہ لیویز والوں کے آگے شاید ہار مان کر آ گئے ہیں، جبکہ ہم انکی رہائی اور اپنی پہلی کامیابی پر خوشی سے اچھل رہے تھے۔

ہم نے رہا ہونے والے کسانوں کو شاباشی دی اور انھیں بتایا کہ انکی رہائی سے کسانوں کا حوصلہ بڑھے گا اور انھیں بتایا کہ انکی جدوجہد کا نتیجہ ضرور حاصل ہوگا ان کسانوں نے کہا کہ 16 فروری کو ہم زیادہ سے زیادہ تعداد میں ٹیمپل ڈیرہ آئیں گے۔

دن گنے جا چکے ہیں وڈیروں کے اب
سانس تھوڑے ہیں آمر لٹیروں کے اب
بے بسوں کا، اسیروں کا راج آئے گا
ہم غریبوں کے سر پہ بھی تاج آئے گا
ایک ہوں گے سبھی وہ سماج آئے گا
دام ٹوٹیں گے ظلمت کے گھیروں کے اب

بھوک ہڑتالیوں کے پہلے گروپ کی گرفتاری

پیر بخش سامت — ملگزار ڈومکی (مرحوم) — غلام قادر مینگل
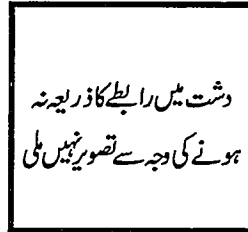
ہزار خان بنگلزئی — ڈاکٹر احمد حسین بندرانی

ہمارے مقامی ساتھیوں کے مطابق گاؤں میں موبلائزیشن کافی موثر طور پر ہو چکی تھی اب ہمیں اس بات کی پلاننگ کرنی تھی کہ بھوک ہڑتال کے بعد کیا ہوگا، ہمیں اس ساری صورتحال کی خبر پٹ فیڈر سے باہر کے ساتھیوں کو پہنچانی تھی، مقامی ساتھیوں کے مطابق یہ خطرہ تھا کہ یہاں کے جاگیردار اور انکے سرپرست اور حواری ہمارے ساتھ کوئی انتقامی کاروائی کریں اور باہر کے ساتھیوں کو پتہ ہی نہ چلے، اسکے علاوہ ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ پٹ فیڈر سے باہر کے ساتھیوں اور پورے ملک کو فوجی حکومت کا کردار واضح نظر آئے ہم 14 فروری کی شام کو ٹیمپل ڈیرہ آگئے حاجی کوڑا خان کے ہوٹل پر ساتھیوں نے قیام کا بندوبست کیا تھا، ٹمپل ڈیرہ شہر سے مختلف علاقوں کے گاؤں میں جانے والی بسیں جا چکی تھیں مقامی ساتھیوں نے بتایا کہ ٹمپل ڈیرہ شہر کی آبادی بہت کم ہے دن بھر جو شہر میں رش اور رونق نظر آتی ہے یہ قریب کے گاؤں سے آئے ہوئے لوگوں کی ہوتی ہے، شام چھ

بجے بسوں کے جانے کے بعد ٹمپل ڈیرہ شہر ویران ہو جاتا ہے، اسکے باوجود کافی لوگ ٹمپل ڈیرہ شہر میں ایسے موجود تھے جو ہم کراچی والوں سے ملنا چاہتے تھے، آج شام پھر ہوٹل کی چھت پر ساتھیوں نے چٹائیاں بچھا کر سرگرم سیاسی کارکنوں کی میٹنگ کا انتظام کیا، جسمیں طے پایا کہ کل بھوک ہڑتال کیمپ کیلئے مقامی ساتھی بندوبست کرینگے اور ہم کراچی والے بیس یا پچیس وال پوسٹر مارکر سے شیٹوں پر لکھیں گے جو ریل گاڑیوں اور بسوں پر لگائے جائیں گے۔

صبح اٹھے تیار ہوئے تو ایک ساتھی نے آ کر بتایا کہ بھوک ہڑتالی کیمپ کا بندوبست ہو گیا ہے، میر عالم بندرانی نے اپنا چائے کا ہوٹل بند کر کے سارا ہوٹل ہمارے بھوک ہڑتالی کیمپ کے لیئے دے دیا ہے چل کر اسکا جائزہ لیں، ہم نے ساتھیوں سے کہا صفائی وغیرہ کروا کر چٹائیاں بچھا دیں، ہم لوگ آدھے گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔

ہم ساڑھے دس بجے حاجی کوڑا خان کے ہوٹل سے جیسے ہی روڈ پر آئے کسان ساتھیوں کا مجمع لگنا شروع ہو گیا، یہ وہ لوگ تھے جو ہمارے پہلے دورے میں ہم لوگوں کو اجنبی سمجھ کے عجیب نظروں سے دیکھتے تھے، اب جب کہ ہم انکے گاؤں میں جا کر انکے مفادات کی حفاظت کیلئے اپنے ساتھ جدوجہد کرنے والے ساتھیوں کا رشتہ بنا کر آ گئے تھے، اسلئے روڈ پر چلنے والے اکثر لوگ ہم سے ملتے رہے اور ہمارے ساتھ چلتے رہے، جب ہم ہوٹل کے اندر آئے تو دو ڈھائی سو آدمی ہمارے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئے اور پورا ہوٹل کھچا کھچ بھر گیا، ہم درمیان میں بیٹھ گئے اور بلوچی رسم و رواج کے مطابق حال احوال کرنے لگے جس میں کسان ساتھیوں سے کل کی بھوک ہڑتال پر لوگوں کے ٹیمپل ڈیرہ آنے کی تیاریوں کے بارے میں حکمت عملی بنائی جانے لگی۔

ابھی ہماری بات چیت چل ہی رہی تھی کہ کوئی آدھے گھنٹے بعد لیویز کی بھاری نفری ہوٹل پر پہنچ گئی، مختیار کار بھی ساتھ تھا، انہوں نے آتے ہی لاٹھی چارج کیا کچھ لوگ منتشر ہو گئے، مختیار کار نے چن چن کر ہم آٹھ لوگوں کو گرفتار کیا اور ہمیں چلنے کیلئے کہا، ہم آٹھ لوگ یعنی کراچی سے مجھ سمیت، غلام اکبر، عمر دین اور اسکے علاوہ مقامی ساتھی پیر بخش سامت، ہزار خان بنگلزئی، میر ملگزار ڈومکی، ڈاکٹر احمد حسین بندرانی اور میر غلام قادر مینگل تھے ہم آٹھوں ساتھیوں کو جمعدار اور مختیار کار نے لیویز کے گھیرے میں لیا ہوا تھا ہم نعرے لگاتے ہوئے جا رہے تھے کسانوں پر

لاٹھی چارج کر کے ہم سے دور رکھا جارہا تھا، لیویز کے گھیرے کے باہر ہمارے نعروں کا پر جوش جواب دیتا ہوا کسانوں کا ہجوم ٹمپل ڈیرہ سے لیویز کے لاک اپ تک ہمارے ساتھ تھا یہ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے مقامی کسانوں کا اپنے مسائل پر پورے جذبے کے ساتھ آواز اٹھانا ہی تحریک کی کامیابی تھی۔

ٹیمپل ڈیرہ کے لیویز لاک اپ میں ابھی نام، پتے کے اندر جات مکمل ہی نہیں ہوئے تھے کہ باہر سے چائے اور بسکٹوں کی بھری ہوئی ٹرے آگئی ہم لاک اپ کے اندر گئے ایک بڑے صحن میں دو مٹی کے کمرے جس کی دیواریں اور چھت چھپر مٹی کی تھیں، کمروں کے سامنے دوسری طرف باتھ روم تھا ایک کمرے میں تین عام بلوچ قیدی تھے دوسرا کمرہ ہم آٹھ لوگوں کو دیا گیا تھا۔

پہلے والے کمرے کے درمیان میں لکڑی کا ایک تقریباً 10 فٹ لمبا شہتیر تھا جس کو لمبائی میں درمیان سے کاٹ کر اس میں پیر پھنسانے کے لئے کھانچے بنا دیئے گئے تھے کوئی سات آٹھ قیدی ایک ساتھ اس لکڑی کے شہتیر میں ایک ایک پاؤں پھنسا کر دونوں سروں پر تالا لگا کر رات کو بند کئے جاسکتے تھے۔ لکڑی کے سانچے میں پھنسانے کا یہ ظالمانہ طریقہ بہت ہی زیادہ تکلیف دہ تھا جس میں رات بھر قیدی آرام سے نہیں سو سکتے تھے، پیشاب وغیرہ کرنے کے لئے ان کو لیویز کے سپاہیوں کو بلوانا پڑتا تھا، ہم ساتھ والے دوسرے کمرے میں تھے ہمارے لئے باہر سے کسان ساتھیوں نے خاص طور پر پیر بخش سامت کی بیوی سعیدہ بھابھی نے فوری طور پر بستروں کا بندوبست کیا اور سپاہیوں کے ذریعے بستر ہمیں پہنچا دیئے، کسان ساتھیوں کا ہماری گرفتاری کے بعد ہم سے محبت کا رشتہ اس قدر مضبوط ہوگیا تھا کہ ہم چائے بسکٹ سے بھری ٹرے جو کہ ہمارے کھانے پینے سے زیادہ ہوتی تھی ساتھیوں کی ناراضگی کے ڈر سے واپس بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ کھانے پینے کی چیزیں سپاہیوں اور دوسرے قیدیوں میں بانٹ دیتے تھے۔

شام ہونے تک مجبوراً ہمیں یہ پیغام باہر کے ساتھیوں کو دینا پڑا کہ آپ لوگ کسی ایک ہوٹل والے کو ہماری چائے، کھانے وغیرہ کے پیسے دیکر چلے جائیں ہم ضرورت پڑنے پر ہوٹل سے منگوالیں گے، اس پر بھی پتہ چلا کہ بہت سارے کسان ساتھی ہوٹل والے کو چائے اور کھانے کی رقم دے رہے ہیں جس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ اس طریقہ کار سے کسان ساتھیوں کی رقم ضائع ہونے کا خطرہ تھا ہم لوگوں کیلئے کسان اتنے جذباتی ہو رہے تھے کہ انکا بس نہیں چل رہا تھا کہ

ہماری کس طرح سے خدمت یا مہمان داری کریں۔

ہم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے باہر ساتھیوں کو پیغام پہنچایا کہ اب مزید کوئی بھی ساتھی ہوٹل والے کو ہمارے کھانے پینے کے لئے رقم نہ دے یہ رقم کسی تنظیمی کام میں استعمال کی جائے اسطرح یہ پیسے ضائع ہو رہے ہیں۔ شام کو کسی نہ کسی طرح کچھ کسان ساتھیوں نے زبردستی ملاقات کا حق انتظامیہ سے منوالیا اور ملاقات پر آئے انہوں نے بتایا آپ لوگوں کی گرفتاریوں کے بعد ٹیمپل ڈیرہ کی انتظامیہ نے کئی بار لیویز کے سپاہیوں کو بازار میں بھیجا تا کہ وہ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گروپوں کو جو ہماری گرفتاری کے بعد جمع ہو رہے تھے منتشر کریں مگر لوگ کہیں نہیں گئے اور بھوک ہڑتالی کیمپ پر سارا دن جمع رہے دوسرے دن 15 فروری کو بھی لوگوں کی محبت کا یہی حال رہا، ایک نیا اضافہ یہ ہو گیا کہ پانچ چھ کسان جو اپنے گاؤں سے ٹیمپل ڈیرہ شہر آئے ہوئے تھے وہ ہم لوگوں کی دعوت کیلئے مرغے لے آئے تھے سلاخوں کے باہر کھڑے ہو کر مختصر ملاقات کرتے ہم لوگوں کو تسلی دیکر وہ مرغے لیویز کے سپاہی سے دروازہ کھلوا کر لاک اپ کے اندر چھوڑ دیتے ہم لوگ کھانے کے وقت وہ مرغے پکڑ کر سعیدہ بھابھی کے پاس پکوانے کے لئے پارسل کر دیتے سعیدہ بھابھی ہر کھانے کے وقت اتنا کھانا بنا کر لاک اپ میں بھجواتیں کہ ہمارے ساتھ دوسرے قیدی اور ڈیوٹی پر موجود سارے سپاہی بھی کھا لیتے تھے، یہ تھا کسانوں کا جذبہ اور محبت جس کی وجہ سے ہم قیدیوں کے حوصلے بہت زیادہ بلند تھے مگر پھر بھی فکر تھی کہ 16 فروری کا اعلان شدہ یوم احتجاج اور بھوک ہڑتال ہم لوگوں کے بغیر کیسے کامیاب ہوگی۔

ہم نے باہر کے کسان ساتھیوں کو سمجھایا کہ وہ بھوک ہڑتال پر بیٹھنے سے پہلے جلوس نکالیں بھرپور طاقت کا مظاہرہ کریں تا کہ ضلعی انتظامیہ اور حکومت کو مجبور کیا جاسکے کہ وہ کسانوں کے مطالبات پورے کرے، کسانوں کا کہنا تھا کہ اب ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو رہا کیا جائے اس پر ہم لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ یہی تو انتظامیہ چاہتی ہے کہ آپ اپنے قاتلوں کی گرفتاری اور فصلوں کو واگزار کرنے والے مطالبے کو بھول جائیں اور صرف ہم لوگوں کی رہائی کا مطالبہ کریں، ہم نے انہیں سمجھایا کہ ہماری رہائی کا مطالبہ سب سے آخر میں رکھیں پہلے کسانوں کے قاتل جمالی جاگیرداروں کی گرفتاری کے مطالبے پر زور دیں۔

شام ہوتے ہی ہمیں پتہ چل گیا کہ دوپہر کے بعد جو بسیں ٹیمپل ڈیرہ سے مختلف گاؤں کیلئے روز جاتی تھیں ان میں سے دو پھیرے لگانے والی بسوں کو ایک پھیرا لگانے دیا گیا ہے، اور جن بسوں کو شام کو اپنے مسافروں کولیکر جانا تھا ان سب کو ضلعی انتظامیہ کے حکم پر روک کر لیویز نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔

ہم ساتھیوں کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ضلعی انتظامیہ نے ہمارے یوم احتجاج کے منصوبے کو ناکام یا کمزور کرنے کے لئے یہ پلاننگ کی ہے کہ نہ شام کو بسیں گاؤں میں جائیں گی اور نہ ہی صبح ان میں سوار ہو کر کسان ساتھی ٹیمپل ڈیرہ آئینگے، اس صورتحال کے لئے تو ہم نے ساتھیوں کو کوئی ہدایت نہیں دی تھی ہم جب پٹ فیڈر کے مختلف گاؤں میں گئے تھے تو کسان ساتھیوں سے ایک بات ضرور کی تھی کہ آندھی آئے، طوفان آئے ضلعی انتظامیہ آپ کو آپ کے قبائلی معتبرین کے ذریعے روکنے کی کوشش کرے کسی بھی صورت میں نہیں رکنا ہے، ہر صورت میں 16 فروری 1978 کے دن ٹیمپل ڈیرہ شہر میں آ کر احتجاج کرنا ہے ہم آپ کے ساتھ ہونگے۔ اب ہم گرفتار ہو چکے تھے پیچھے صرف مقامی کسان ساتھی موجود تھے، کل کا یوم احتجاج کامیاب ہوگا یا ناکام، یہ پریشانی 15 فروری کی شام سے ہم قیدیوں کے اندر شروع ہو گئی تھی۔

16 فروری 1978 کے صبح سویرے جیسے ہی ہم کمرے سے باہر نکلے، ہم نے عجیب منظر دیکھا ہمارے لاک اپ کے صحن کی چھت نہیں تھی کھلا آسمان تھا سامنے ایک منزلہ دکانوں کی چھتوں پر دو منزلہ مکان اور ہوٹلوں کی چھتوں پر، فوجی خاکی وردی والے بلوچستان ریزرو پولیس BRP کے سپاہی مشین گنوں، کلاشنکوفوں کے ساتھ مورچہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے جیسے میدان جنگ میں کسی دشمن ملک کی مسلح افواج سے مقابلے کے لئے تیار ہوں ہمارے لاک اپ کے سامنے والی بلڈنگوں پر جو سپاہی مورچہ لگا کر بیٹھے تھے ان کی مشین گنوں کا رخ ہمارے لاک اپ کے طرف تھا انتظامیہ نے ہمیں ڈرانے کا بندوبست کیا تھا مگر لاک اپ میں سے یہ منظر دیکھ کر ہم میں مزید جوش وخروش پیدا ہو گیا۔

ہم لوگوں نے صبح آٹھ بجے بھوک ہڑتال کرنے کا اعلان کیا تھا، صبح چھ بجے سے ہی چائے بسکٹ کی ٹرے آنا شروع ہو گئیں میں نے جیل کے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگوں نے آٹھ

بجے سے بھوک ہڑتال شروع کرنی ہے ابھی چھ بجے ہیں ساڑھے چھ، سات بجے تک ہم نے ناشتہ کر لینا ہے اس لئے ساتھی جلدی جلدی تیار ہو کر ناشتہ کر لیں۔

جب میں ناشتہ کیلئے ساتھیوں کو جمع کر رہا تھا تو اچانک ساتھی عمر دین نے یہ کہہ کر پریشان کر دیا کہ اگر بھوک ہڑتال کرنی ہی ہے تو کھا پی کر بھوک ہڑتال کیوں کریں، بس اٹھاؤ یہ ناشتہ لاک اپ سے باہر نکالو ہم بغیر کھائے پیئے بھوک ہڑتال شروع کریں گے۔

عمر دین ساتھی جذباتی ہو گیا تھا اس کے جذبات کا خیال رکھنا ضروری تھا، ہم نے ٹائم ہونے کے باوجود چائے اور بسکٹوں کی جمع شدہ تین یا چار ٹرے واپس کروا دیں، ایک ساتھی نے اپنا انفرادی فیصلہ ہم سب سے منوایا، لیکن بہرحال اسوقت ہمیں اسکے جذبات کا احترام کر کے گروپ کے اتحاد اور یکجہتی کو برقرار رکھنا تھا۔

ہم لوگوں نے آٹھ بجے صبح ٹیمپل ڈیرہ لاک اپ میں زوردار نعرے بازی شروع کر کے اپنی بھوک ہڑتال کا آغاز کر دیا اس نعرے بازی سے عمارتوں کی چھتوں پر بیٹھے ہوئے جن سپاہیوں کی مشین گنوں کا رخ ہماری طرف تھا ان کے ہاتھوں میں مزید تناؤ پیدا ہو گیا اور ہمیں دہشت زدہ کرنے کی کوشش کرنے والے خود دہشت زدہ ہو گئے۔

ٹیمپل ڈیرہ میں مکمل خاموشی تھی ہم لاک اپ کے قیدی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نعرے لگا کر خاموشی کو توڑ رہے تھے۔ 8 بجے یوم احتجاج کا جلوس نکلنا تھا دس بجے تک نہ کوئی ساتھی ملنے آیا اور نہ باہر کی کوئی خبر آئی ساڑھے دس بجے کے بعد باہر کے کسان ساتھیوں نے پیغام پہنچایا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں ہمارے گاؤں کی بسیں ضلعی انتظامیہ نے اپنے قبضے میں لیکر گذشتہ شام سے ٹیمپل ڈیرہ میں روک لی ہیں ہمارے اکثر ساتھی دس دس پندرہ پندرہ میل پیدل چل کر رات اپنے گاؤں میں گئے تھے اور صبح سویرے لیویز والوں سے چھپ چھپا کر کھیتوں کے اندر سے پیدل آ رہے ہیں، ویسے بھی بسیں چل رہی ہوتیں تو اتنے زیادہ لوگ بسوں کے ذریعے نہیں آتے کچھ کو چھوڑ کر آنا پڑتا اب بہت زیادہ لوگ آ رہے ہیں، پھر ایک اور پیغام آیا کہ ساتھی مجید بھائی کراچی سے ٹیمپل ڈیرہ آ گئے ہیں مگر وہاں کے کسانوں نے ان کو کسی گھر میں چھپا دیا ہے اور ان کے مشورے سے اپنے احتجاجی جلوس کو کامیاب بنانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔

پھر تقریباً گیارہ بجے کے بعد سرگرم ساتھی لیویز کے سپاہیوں اور جمعدار سے لڑتے جھگڑتے لاک اپ کے گیٹ تک آئے اور بہت ہی جوش اور ولولے سے ملے وہ اس طرح خدا حافظ کہہ رہے تھے جیسے جان کی بازی لگانے سے پہلے کوئی بہادر انسان اپنے ساتھیوں سے الوداعی ملاقات کر رہا ہو۔ مجھے ٹکری عبداللہ محمد شہی کا چہرہ آج تک اچھی طرح یاد ہے (ٹکری قبائلی تنظیم میں کسی ایک خاندان کے سربراہ کو کہتے ہیں) جس نے اپنے سر پر سفید کپڑے کی پگڑی اسطرح باندھی ہوئی تھی جیسے کوئی بہادر انسان سر کی بازی لگانے کیلئے جاتے وقت سر پر کفن باندھ کر جاتا ہے، اس نے جس جذبے سے جیل کی سلاخوں کو جوش سے پکڑ کر خدا حافظ کیا وہ آج بھی مجھے یاد ہے۔

دن کے بارہ بجے کے قریب کافی دور سے نعرے لگنے کی آوازیں آنی شروع ہوئیں ہم لوگوں نے بھی لاک اپ میں نعرے بازی شروع کر دی نعروں کے آوازوں میں اضافہ ہوتا گیا آوازوں میں جوش بڑھتا گیا لاک اپ سے باہر کے نعروں کی آواز قریب آنے لگی۔ اچانک گولیاں چلنے کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں، چھتوں کے مورچے پر بیٹھے BRP کے سپاہی چوکس ہوگئے ان میں ہلچل تیز ہوگئی ہم لاک اپ والوں نے فائرنگ کی آواز سنکر اپنی آوازیں تیز کر دی ہم پاگلوں کی طرح چیخنے لگے، گریبان کھول کر اپنے سینے لاک اپ کے سامنے والی چھت پر مورچے میں بیٹھے ہوئے BRP کے سپاہیوں کی طرف کر کے شور مچانے لگے چلاؤ گولیاں ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے جلد ہی فائرنگ کی آوازیں بند ہوگئیں، غم اور غصے سے ہم لاک اپ والوں کی حالت دیوانوں کی طرح ہوگئی میں یہ سوچ کر کانپ رہا تھا کہ پتہ نہیں آج ہمارے کتنے کسان ساتھی شہید ہوئے ہونگے اور کتنے زخمی ہوئے ہونگے، ہمارا آج کا جلوس نکالنے کا فیصلہ کہیں غلط اور انتہا پسندی تو نہیں تھا، اب کیا ہوگا ہماری یہ تحریک آگے بڑھیگی یا آج کی فائرنگ کے بعد ختم ہو جائے گی، بہت سارے سوالات تیزی سے ذہن میں آئے اور شاید لاک اپ میں موجود دوسرے ساتھیوں کے ذہنوں میں بھی اس طرح کے سوالات آرہے تھے جس کی وجہ سے لاک اپ سے باہر کی طرح لاک اپ کے اندر بھی نعرے بازی بند ہوگئی تھی لیکن پھر اچانک لاک اپ سے باہر سڑک سے نعروں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں، ہم لاک اپ کے قیدی بھی نعروں کی آوازیں سننے لگے

پھر ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ ہمارے کان نہیں بج رہے بلکہ واقعی کسانوں کے جلوس کے نعروں کی آوازیں ہیں جو ہمارے قریب آتی جارہی تھیں۔

لاک اپ کے باہر ضلعی انتظامیہ کے افسران مورچوں میں BRP والے بڑے پریشان نظر آرہے تھے، ہم لوگوں نے پھر سے نعرے بازی شروع کردی۔

لاک اپ اور سڑک کے درمیان دکانوں اور عمارتوں کی قطار کے اندر ایک دوفٹ کا چوڑا راستہ تھا ہم لاک اپ والے گیٹ کے سلاخوں سے سڑک پر گزرتے ہوئے جلوس کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے کچھ دیر میں ہمیں جلوس گزرتا ہوا نظر آ گیا، ہماری نعرے بازی اور جلوس کی نعرے بازی تیز ہوگئی کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ باہر کی اصل صورتحال کیا ہے۔

کچھ دیر بعد کسان ساتھیوں کی طرف سے پیغام آیا کہ انتظامیہ نے ہوائی فائرنگ کی تھی کوئی ساتھی شہید یا زخمی نہیں ہوا ہے ایک کسان ساتھی نے لیویز کی ہوائی فائرنگ کرنے والے سپاہی کی رائفل کی نالی پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر کہا کہ اوپر کیا ٹھس ٹھس کرتا ہے، گولی مارنی ہے تو ادھر گولی مارو۔

کسانوں کا یہ جذبہ دیکھ کر ضلعی انتظامیہ نے ہوائی فائرنگ بند کروادی اور جلوس کو آگے بڑھنے دیا اور اب لاک اپ سے کچھ فاصلے پر ڈپٹی کمشنر خود قرآن شریف ہاتھ میں اٹھا کر جلوس کے شرکاء سے وعدے کررہا ہے کسان ساتھیوں نے بتایا کہ وہ دوتین دنوں میں آپ لوگوں کی رہائی کی اجازت گورنر بلوچستان سے لے لیگا، کسانوں کے قاتلوں کو گرفتار کروائیگا اور سرسوں کی فصل کسانوں کو واگزار کروا کر دیگا۔

اب ہم بہت زیادہ پریشان ہو گئے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ قرآن شریف کو بیچ میں لاکر عوام کے رہنماؤں کو دھوکہ دینے کی تاریخ بلوچستان اور برصغیر میں پرانی ہے، ڈپٹی کمشنر کے اس وعدے کا انجام مجھے حکمرانوں کے ماضی کے جھوٹے وعدوں کی طرح نظر آرہا تھا مگر مقامی کسانوں کے سامنے کھل کر بات نہیں کرسکتا تھا پھر پیغام آیا کہ خود ڈپٹی کمشنر ایک بڑا وفد لیکر لاک اپ میں آپ لوگوں کے پاس آرہا ہے، کوئی شام کے چار بجے کے بعد ڈپٹی کمشنر، مختار کار، لیویز جمعدار اور ضلعی افسران مقامی کسان رہنماؤں کے ساتھ لاک اپ کے اندر آئے اور کہا کہ آپ لوگ بھوک ہڑتال ختم

کریں، میں نے کوئٹہ میں بات کی ہے ایک دو دن میں آپ لوگوں کی رہائی ہو جائیگی، قاتلوں کی گرفتاری ہو جائیگی، کسانوں کے سرسوں کی فصلوں پر سے لیویز کا پہرہ ختم کر دیا جائیگا، ڈپٹی کمشنر کو تو ہم نے جواب دیا کہ دو دن کی بھوک ہڑتال سے ہم مر نہیں جائیں گے آپ کسانوں کے مطالبات پورے کرنے کے لئے بندوبست کریں ہماری بھوک ہڑتال کو ہمارے ساتھ رہنے دیں، ڈپٹی کمشنر اور ہم لوگوں کی بات چیت ختم ہوگئی تو مقامی کسان رہنماء ہمارے سامنے آگئے انہوں نے زور لگایا کہ آپ لوگ ہماری خاطر ابھی بھوک ہڑتال ختم کر دیں۔

DC صاحب نے قرآن شریف پر ہم سے فیصلہ کیا ہے، قرآن شریف ہمارا خود انصاف کریگا ہم نے ڈپٹی کمشنر صاحب کا وعدہ اللہ کے بھروسے پر مان لیا ہے اب آپ لوگ ضد نہ کریں ڈپٹی کمشنر صاحب کو اپنا وعدہ پورا کرنے کا موقع دیں، مقامی کسان رہنماؤں کا یہ رویہ کہ ان کے مطالبات پورے ہو گئے ہیں اور اب صرف ہماری ضد کی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے قرآن شریف پر جو وعدے کئے ہیں وہ وعدے ٹوٹ نہ جائیں، ہم مجبور ہو گئے کہ اپنی بھوک ہڑتال مقامی کسان رہنماؤں کے کہنے پر ختم کر دیں۔

ہم نے بھوک ہڑتال ختم کرنے کے ساتھ پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں ملک گیر یوم احتجاج منانے والی پاکستان کے ورکرز رابطہ کمیٹی کے دوسرے یوم احتجاج 19 فروری 1978 کے دن دوبارہ بھوک ہڑتال کرنے کا اعلان کر دیا اور مقامی کسان رہنماؤں کو کہا کہ بازار میں موجود سارے کسان ساتھیوں کو بتا دو کے مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں ہم دوبارہ 19 فروری کو جمع ہونگے اور بھوک ہڑتال کریں گے۔

کمشنر ملک سرور اور دوسرے سرکاری افسران اور ہمارے کسان ساتھی لاک اپ سے چلے گئے، میرا خیال تھا کہ ہماری گرفتاری کی خبر سندھ میں پہنچتے ہی سندھ کے ساتھی بھوک ہڑتالیوں کا دوسرا دستہ روانہ کر دیں گے جو 19 فروری تک ٹیمپل ڈیرہ پہنچ جائیگا اور نئے آنے والے ساتھیوں کو ٹیمپل ڈیرہ میں کسانوں کا تیار اجتماع مل جائے گا۔

بعد میں مجھے شاہینہ اور دوسرے ساتھیوں نے بتایا کہ ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلیویزن نے 16 فروری کی شام اور رات ٹیمپل ڈیرہ کے کسانوں کے احتجاج کو اس طرح پیش کیا

کہ کچھ شر پسند، ملک دشمن عناصر پٹ فیڈر کے کسانوں کو ورغلا کر حکومت کے خلاف ٹیمپل ڈیرہ میں ہنگامہ آرائی کروانے کی کوشش کر رہے تھے، ضلعی انتظامیہ نے بروقت شر پسندوں کو گرفتار کر کے حکومت کے خلاف ہنگامہ آرائی کی سازش کو ناکام بنادیا ہے۔

ان دنوں اخبارات، رسائل پر سرکاری پابندیاں عام تھیں اس لئے زیادہ تر عوام بی بی سی اردو اور ہندی سروس سنتے اور اس پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے، BBC اردو اور ہندی سروس نے پٹ فیڈر کے کسانوں کے احتجاج کو سب سے زیادہ نمایاں طور پر نشر کیا اور ساتھ میں یہ بھی بتایا کہ پٹ فیڈر میں جمالی جاگیرداروں نے کچھ دن پہلے کسانوں کو قتل کیا تھا حکومت نے کسانوں کو قتل کرنے والے جاگیرداروں کو گرفتار کرنے کے بجائے کسانوں کو گرفتار کیا، ان کی فصلوں کو متنازعہ قرار دیکر حکومتی تحویل میں لیکر پٹ فیڈر کے کسانوں کو مجبور کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں ملنے والی زرعی زمینوں کی مالکی سے دستبردار ہو کر زمینوں سے بے دخل ہو جائیں، BBC نے دو روز پہلے ہم آٹھ لوگوں کی گرفتاری کی خبر بھی نشر کی ایک اور بہت اہم بات BBC والوں نے بتائی کہ آج دوپہر 12 بجے سے شام 5 بجے تک سندھ اور پنجاب کو کوئٹہ سے ملانے والی مرکزی قومی شاہراہ 5 گھنٹے تک بند رہی جس کی وجہ سے جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت میں پہلی بار کسانوں کے احتجاج کی وجہ سے بلوچستان کے وسیع علاقے کا روڈ کے ذریعے ملک کے دوسرے حصوں سے رابطہ ٹوٹ گیا اور 5 گھنٹے کیلئے راستہ بند ہونے کی وجہ سے ٹریفک جام ہو گیا، ہمیں ٹیمپل ڈیرہ میں رہنے والے کسان ساتھیوں نے رات کی خبریں بتائیں، دن بھر کی کاروائی پر تبصرے کرتے رہے آج کا دن ایک مکمل انقلابی سرگرمی کا دن محسوس ہوا، انتظامیہ کی طرف سے کی گئی فائرنگ کے نتیجے میں کسی نقصان نہ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ سکون محسوس ہو رہا تھا، اس لیئے آج رات ہم قیدی آرام سے سو گئے۔

☆☆☆

سبی جیل اور فوجی عدالت

16اور17فروری1978 کی درمیانی شب ٹیمپل جیل میں رات کو کوئی ڈھائی سے تین بجے کے درمیان لاک اپ کے سامنے ایک بس آکر رکی بس کے ہارن سے میں اور میرے ساتھ کچھ اور ساتھی جاگ گئے، لیویز کے سپاہیوں کے ساتھ جمعدار اور مختیار کار لاک اپ کھلوا کر اندر آئے ہمیں کہا گیا کہ جلدی جلدی تیار ہو جائیں آپ لوگوں کو چلنا ہے ہم لوگوں نے سوال کیا کہاں جانا ہے بتایا گیا ہمیں معلوم نہیں ہے، اتنی دیر میں سارے ساتھی جاگ گئے تھے سب نے اپنا اپنا مختصر سامان اٹھایا کپڑوں کے بیگ صرف ہم کراچی والوں کے پاس تھے باقی پانچ ساتھی مقامی تھے ان کے کپڑے گھر سے آتے اور پھر چلے جاتے مقامی قیدی ساتھی بغیر سامان کے بس میں سوار ہو گئے ہم سب کی نظروں میں ایک تشویش ناک سوال تھا ہمیں کہاں لے جارہے ہیں؟ رات کے اس اندھیرے میں بس پٹ فیڈر کے نہر کی پل سے گذر کر تیزی سے کوئٹہ کی طرف جارہی تھی میرے دائیں ہاتھ میں ہتھکڑی لگائی گئی تھی، ہتھکڑی کی دوسری کڑی عمر دین کے بائیں ہاتھ میں بندھی ہوئی تھی ہم بس کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے عمر دین ساتھی کھڑکی کی طرف تھا بس کے ڈرائیور نے اپنی نیند بھگانے کے لئے بس کے ٹیپ ریکارڈ پر گانوں کا ٹیپ لگا دیا تھا میوزک کی وجہ سے اکثر ساتھی سونے لگے یا سونے کی اداکاری کرنے لگے یہ سوچ کر کہ جو ہونا ہوگا، سو ہوگا۔

مجھے گہری نیند آگئی رات کے چار یا ساڑھے چار بجے کے وقت میرے ہتھکڑی والے ہاتھ کو زور سے جھٹکا لگا میرے ساتھ بندھا ہوا عمر دین کھڑا ہو کر زور زور سے چلا رہا تھا بند کرو یہ کیسٹ حرام خور ہم کو بزدل سمجھ رہے ہو ہم کو ڈرا رہے ہو، میں نے بھی چیخ کر اپنے ہتھکڑی میں بندھے ہوئے دائیں ہاتھ سے ساتھی عمر دین کو زور سے سیٹ پر بیٹھنے کے لئے جھٹکا مارا اور کہا کیا بات ہے یار کیا ہوا، خاموشی سے بیٹھ جاو، اس نے غصے میں کہا تم ذرا ان کا گانا سنو، ان سپاہیوں نے ہم لوگوں کو ڈرانے کیلئے کون سا ریکارڈ لگایا ہے، میں نے غور سے سنا تو گانے کے بول کچھ اسطرح تھے، آخری شب ہے آخری گیت سنانے کیلئے آئی ہوں، اس شور کی وجہ سے مختیار کار نے

فوراً کیسٹ بند کروادی، عمر دین غصے سے کانپ رہا تھا مجھے ساتھی عمر دین پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی اول تو ڈرائیور اپنی نیند بھگانے کے لئے رات کے وقت ضرور ٹیپ بجاتے ہیں، ٹیپ کا یہ گانا عشقیہ بھی ہوسکتا تھا اگر واقعی ہم لوگوں کو ڈرانے کے لئے ایسا کیا گیا تھا تو بھی ساتھی عمر دین کو گانے پر یہ ردِ عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ڈرائیور نے ٹیپ بند کر دیا تھا مجھے احساس تھا کہ بغیر میوزک کے اگر ڈرائیور کو نیند آ گئی تو ہمارے ساتھ ڈرائیور اور لیویز کے سارے سپاہی جن کی تعداد بیس کے قریب تھی سب کی آج آخری شب ہو گی اس لئے میں نے ڈرائیور کو کہا کہ کوئی بات نہیں تم اپنا کیسٹ بجاؤ، مختیار کار نے ڈرائیور کو کہا کہ کیسٹ تبدیل کرو، میں نے کہا نہیں تم وہی کیسٹ لگاؤ، ڈرائیور نے مختیار کار کی ہی بات ماننی تھی اس نے کیسٹ تبدیل کر دیا۔

ہم دوبارہ میوزک سنتے ہوئے سازوں کی آوازوں کے شور میں نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئے، بس دوبارہ اپنی رفتار میں چلنے لگی، صبح پانچ ساڑھے پانچ بجے ہماری بس سبی پہنچی بس والے نے شہر کے کسی بارونق علاقے میں ہم لوگوں کو اتارا سبی میں 17 فروری کو صبح اچھی خاصی سردی تھی مختیار کار نے ہم لوگوں اور سپاہیوں کو چائے پلائی کچھ دیر انتظار کیا پھر سبی جیل میں آ کر ہم آٹھوں قیدیوں کو جمع کروا دیا گیا سبی جیل میں ہم نے اپنے کراچی جیل کے تجربے کو دہرایا سبی جیل کے سپاہیوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا چلو سر نیچے کرو نظریں زمین کی طرف رکھو جوڑی جوڑی میں بیٹھ جاؤ۔

ساتھی سپاہیوں کی ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے میری طرف دیکھنے لگے، میں نے سپاہیوں کی ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے اکڑ کر سپاہیوں سے پوچھا تمہارا جیل سپرڈنٹ کہاں ہے اسے بلاؤ اور اس کو جا کر جلدی بتاؤ کہ کراچی کے سیاسی قیدی آئے ہیں۔

کچھ ہم لوگوں کے اکڑنے کا، کچھ کراچی کے سیاسی قیدیوں کے حوالے سے سپاہیوں پر اثر ہوا انہوں نے اپنی ہدایات دینا بند کر دیں، اور شرافت سے بات کرنے لگے کہ صاحب ابھی نہیں آئے ہیں سبی جیل چھوٹی ڈسٹرک جیل ہے یہاں پر سپرڈنٹ نہیں ہوتا جیل کا انچارج جیلر ہوتا ہے وہ آ رہا ہے، کچھ دیر میں جیل کا منشی آ گیا، اس نے ہم لوگوں کے نام وغیرہ درج کئے۔

ٹیمپل ڈیرہ کا مختیار کار ہمیں سبی جیل کے حوالے کر کے واپس چلا گیا، ہم سب کو ایک ہی ساتھ ایک ہی بیرک میں رکھا گیا فوری طور پر کمبل وغیرہ دیئے گے ہم لوگ سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے اسلئے سو گئے،

جیل کے قانون اور قاعدے کے مطابق جیل میں روٹی اس قیدی کو ملتی ہے جس نے گذشتہ رات جیل میں گزاری ہو، کیونکہ جیل میں کھانا گذشتہ رات کے ٹوٹل کے حساب سے تیار ہوتا ہے ہم لوگ سو کر اٹھے تو جیل انتظامیہ سے بات چیت کر کے کھانا لیا، گذشتہ رات BBC کی خبر نے ہم لوگوں کو کافی مشہور کر دیا تھا سبی شہر کے سیاسی حلقوں میں ہم پٹ فیڈر کسان تحریک کے قیدیوں کی سبی جیل آمد کی خبر پھیل گئی تھی دوسرے دن ٹیمپل ڈیرہ سے کسان ساتھی ملنے آئے اور سبی شہر سے کافی سیاسی کارکن بلوچ اسٹوڈنٹ فیڈریشن، پیپلز اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے طالب علم رہنما ملنے آئے، پیپلز پارٹی بلوچستان کے صدر محمد خان باروزئی سے ملاقات بہت دلچسپ رہی ایک تو وہ پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر تھے دوسرے سبی شہر کے عوام اور سرکاری افسران میں بہت مقبول تھے اور معزز شخص سمجھے جاتے تھے۔

محمد خان باروزئی بسکٹ، چائے اور چینی کے ساتھ اور بہت سارا سامان ساتھ لائے تھے مجھے معلوم تھا کہ محمد خان باروزئی پاکستان پیپلز پارٹی میں آنے سے پہلے پروگریسو لوگوں کے قریب تھے اپنے آپ کو سردار بھی نہیں لکھتے یا کہلواتے تھے ہم سب سے ملاقات کے دوران ان کے چہرے پر ایک پریشانی سی محسوس ہو رہی تھی، محمد خان باروزئی جیلر کے کمرے میں ہم لوگوں سے ملاقات کر رہے تھے، اپنی پارٹی کے چار ضلعی رہنماؤں سے تفصیلی بات چیت کے بعد محمد خان باروزئی کی توجہ ہماری طرف تھی انہیں بتایا گیا کہ ہم پٹ فیڈر تحریک کے سلسلے میں کراچی سے آئے ہوئے ساتھی ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی کے نہیں ہیں کوئی نئی تنظیم مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے ہیں، ہمارا اتنا بڑا سیاسی اقدام بغیر کسی سیاسی وابستگی کے سردار صاحب کو پریشان کر رہا تھا وہ سوالات کر کے ہماری سیاسی وابستگی جاننا چاہتے تھے میں ان کی پریشانی کو سمجھ گیا کچھ دیر تو ٹالتا رہا کیوں کہ ہم لوگوں کو کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے ممبر یا کارکن کے طور پر اپنا تعارف نہیں کروانا تھا آخر میں سردار صاحب کی تشویش ختم کرنے کے لئے میں نے انہیں بتا

دیا کہ میرا تعلق پاکستان ورکرز فیڈریشن سے ہے جس کے مرکزی صدر ڈاکٹر اعزاز نذیر ہیں پھر تو محمد خان باروزئی کا چہرہ کھل اٹھا زور سے ہنس کر کہا ایسے کہونا میں کل سے پریشان ہوں کہ ٹیمپل ڈیرہ سبی سے 70 ,80 میل کے فاصلے پر ہے اور پیپلز پارٹی نصیر آباد میں کافی مضبوط ہے پھر بھی ہم پٹ فیڈر کے کسانوں کی حمایت میں ٹیمپل ڈیرہ میں نہیں پہنچ سکے یہ کون لوگ ہیں جو کراچی سے آئے، پٹ فیڈر کے کسانوں کو احتجاج کے لئے تیار کیا، گرفتار بھی ہوئے اور اب سبی جیل میں ہیں، مجھے پریشانی اور حیرانی ہو رہی تھی، اب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کام آپ لوگ ہی کر سکتے ہیں ہم لوگ تو آپ کی صرف مدد ہی کر سکتے ہیں، مگر مجھے خوشی ہے کہ ہماری پارٹی کی ضلعی قیادت آپ کے ساتھ مضبوطی سے کھڑی ہے اور اس تحریک میں گرفتار ہو کر سبی جیل میں آپ کے ساتھ آئی ہے۔ میں کراچی سے آئے ہوئے آپ کے ساتھیوں اور پٹ فیڈر کے ساتھیوں کو شاباس دیتا ہوں آپ لوگوں نے بہت بڑا تاریخی کام کیا ہے، اب آپ میرے لئے حکم کریں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں جو کام مجھے کرنا تھا وہ آپ لوگوں نے کر دکھایا، آپ لوگ مجھے اپنے ساتھ پوری طرح شریک سمجھیں، آپ لوگوں کے تینوں وقت کے کھانے کا بندوبست میرے ذمے ہے اور اس کیس کیلئے ہائی کورٹ کا وکیل ہماری پارٹی کی طرف سے ہوگا۔ ہم لوگوں نے محمد خان باروزئی کو کھانا بھجوانے سے منع کیا پھر بھی ان کیطرف سے ملاقاتیں اور کھانے پینے کی چیزیں آتی رہتی تھیں۔

کچھ اور تفصیلات دوسرے ساتھیوں کی یاداشتوں میں آجائیں گی میں صرف خاص واقعات کے ذکر تک خود کو محدود رکھوں گا، ہمارے گروپ پر سبی کی سرسری فوجی عدالت میں کیس چلا اس کیس کی کچھ دلچسپ باتیں بتانا ضروری ہیں۔

ہمیں سبی جیل میں سرسری سماعت کی فوجی عدالت جو ہمارے کیس کو چلا کر فیصلہ کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی اس کی طرف سے ہمیں چارج شیٹ ملی جس میں ایک فریق حکومت تھی دوسرے فریق میں میرا نام محمد رمضان اور دیگر ساتھی لکھا تھا، تفصیل میں ساتوں ساتھیوں کے نام اور پتے تھے، اس میں وہی پرانے الزامات لگائے گئے تھے کہ ضلع نصیر آباد میں امن تباہ کرنا، حکومت کے خلاف انتشار پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے دن پولیس کی گاڑی میں ہمیں سبی کی فوجی چھاونی میں لے جایا گیا جہاں ایک

کمرے کے باہر کمپیوٹر پر نکلا ہوا کاغذ کا پرنٹ دروازے پر لگا ہوا تھا، جس پر سرسری سماعت کی فوجی عدالت سبی لکھا ہوا تھا، ہم آٹھوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں ہم سب نے طے یہ کیا تھا کہ عدالتی کاروائی کے دوران بات چیت مجھے کرنی ہے، اگر ضرورت ہوئی تو دوسرے ساتھی بھی بولیں گے۔

کچھ دیر کے بعد ایک فوجی جیپ آئی اس میں سے ایک خوبصورت نوجوان میجر اتر کر کمرے میں آیا اس کے ساتھ آئے ہوئے دو حوالدار کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، میجر نے ہم لوگوں سے معلوم کیا کہ تم لوگوں کو جیل میں کل چارج شیٹ مل گئی تھی؟ ہم نے ہاں میں جواب دیا، پھر میجر نے کہا کہ اب میں عدالتی کاروائی کا باضابطہ آغاز کرتا ہوں۔

صاف صاف نظر آرہا تھا کہ میجر صاحب کا عدالتی کاروائی چلانے کا یہ پہلا تجربہ ہے، اس نے ایک نظر ہم قیدیوں پر ڈالی، ہم سب ہشاش بشاش خوش وخرم میجر کے سامنے کھڑے تھے، میجر کی پریشانی اس کے چہرے پر صاف نظر آرہی تھی۔ میجر نے دراز سے غلاف میں لپٹا ہوا قرآن شریف کا چھوٹا سا نسخہ نکالا اس پر ہاتھ رکھ کر اپنے حلف کے یہ الفاظ دہرائے ہی تھے کہ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ حلف اٹھاتا ہوں کہ اچانک! میں نے درمیان میں میجر کو ٹوک کر حلف کے الفاظ ادا کرنے سے روک دیا اور کہا میجر صاحب آپ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے اس لئے آپ یہ حلف نہ اٹھائیں، ہمارے خلاف فیصلہ آپ کے برگیڈیئر یا بلوچستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے کرلیا ہوگا آپ کو صرف سنانا ہے، اس لئے آپ ہمارے ساتھ انصاف کرنے کا حلف نہ اٹھائیں۔

اس بات پر پہلے تو میجر پریشان ہو گیا لیکن پھر میجر نے ہمیں اپنے عدالت کے کنٹرول میں لینے کے لئے مصنوعی رعب جتاتے ہوئے دھمکی والے انداز میں کہا آپ چپ رہیں مجھے کاروائی کا آغاز کرنے دیں آخر میجر نے اپنا حلف مکمل کیا اس کے بعد چارج شیٹ پڑھ کر سنائی اور ہم سب سے پوچھا کہ حکومت کے لگائے گئے الزامات تم لوگ تسلیم کرتے ہو، ہم سب نے ایک زبان کہا نہیں، میجر نے کہا ہمیں کیس چلانا پڑے گا، دوسرے یا تیسرے دن کی تاریخ دی اور بتایا کہ اس دن سرکاری گواہ آئیں گے آپ ان سے سوالات کرکے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کو غلط ثابت کر سکتے ہیں اور اپنی صفائی کے لئے گواہ بھی بلوا سکتے ہو۔

اگلی تاریخ پر میجر نے شاید ہمارا کیس پڑھ لیا تھا اس لئے اس کا رویہ بلکل مختلف تھا، سرکاری گواہ جاگیرداروں کے چمچے تھے انکے بیان نے میجر کے سامنے ہمارے کیس کی نوعیت واضح کردی اس نے ہم لوگوں سے دوستی کا موڈ بنایا اور کہا آپ کے جو ساتھی سگریٹ وغیرہ پیتے ہیں وہ سگریٹ پی سکتے ہیں، میجر نے خود سرکاری گواہوں کو جھوٹ بولنے اور الزامات لگانے پر ان کی بے عزتی کرنی شروع کردی اور پھر ہم لوگوں کے ساتھ طبقاتی فرق پر بات چیت کرنا شروع کی۔

سب سے مزیدار واقعہ جس کا آج تک میں مزہ لیتا رہا ہوں کہ سزا کا فیصلہ سنانے کیلئے جب میجر صاحب آئے تو ان کیساتھ کوئی نہیں تھا، جیپ خود چلاتے ہوئے آئے کمرۂ عدالت کے باہر جیپ روکی اور اُتر کر تیزی سے کمرۂ عدالت کی طرف آنے لگے پھر فوراً راستے ہی میں رُک گئے، شاید اس کو اپنے حلف کے الفاظ یاد آگئے کہ میں اس عدالت میں انصاف کرونگا میجر صاحب جس کا نام یاد نہیں رہا آخر میں شائید بخاری کا لفظ آتا تھا۔ پلٹ کر اپنی جیپ کے طرف گیا ہم سب کو پتہ تھا کہ میجر کو اسکے افسروں نے سزائیں لکھ کر ہاتھ میں دے دیں ہیں۔
اب دیکھیں کتنی سزا ہوتی ہے اور میجر اسے کیسے سناتا ہے، ہمیں جیل سے لانے والے سپاہیوں کو کہا کہ ان سب کو عدالت سے باہر لے آؤ اور خود جیپ کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو کر جیپ کے پائیدان پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی پھر بھی نہیں کھڑا ہوسکا تو دائیں ہاتھ کی کہنی جیپ کے بونٹ پر رکھ کر چھوٹی سی تقریر کی کہ میری دعا ہے کہ آپ جیسے بہادر اور سچے لوگ اس ملک کے عوام کے رہنما بنیں، میں آپ لوگوں کو سزائیں سنا رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ لوگ سزاؤں کے بعد زیادہ مشہور لیڈر بن جاؤ گے پھر سزائیں سناتے وقت میجر صاحب نے اپنی نظریں فیصلے کے کاغذات پر رکھیں۔

ڈاکٹر احمد حسین پندرانی 3 ماہ قید مشقت۔۔۔! ، ہزار خان بنگلزئی ، غلام قادر مینگل اور ملگزار ڈوکی چھ چھ ماہ قید مشقت۔۔۔! محمد رمضان ، غلام اکبر ، عمر دین اور پیر بخش سامت ایک ایک سال سزا قید مشقت۔۔۔! فیصلہ سنتے ہوئے ہم سب مسکرا رہے تھے۔ میں میجر کی خفگی کو دیکھنے کے لئے مسلسل اس کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا آخر فیصلہ سنانے کے بعد روانگی سے پہلے میجر صاحب نے شاید

خدا حافظ کہنے کے لئے مجھ سے نظریں ملائیں وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہیں کہہ سکا کیوں کہ میجر اپنی آنکھوں میں اُمڈنے والے آنسو ہم کو نہیں دکھانا چاہتا تھا، اس لئے میجر خدا حافظ کہے بغیر فوراً پلٹا، جیپ اسٹارٹ کی تیزی سے موڑی اور پیچھے مڑے بغیر سبی فوجی چھاونی کے میدان میں دھول اڑاتا ہوا ہم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ہم لوگوں کے ساتھ سپاہی بھی میجر صاحب کے اس روپ کو دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہے اور ہم پھر اپنی سچائی اور حق پر ہونے کے ایمان کیساتھ واپس سبی جیل آگئے ۔فروری 1978 کا آخری ہفتہ تھا اب تک سندھ سے ساتھی پٹ فیڈر نہیں آئے تھے ہم لوگ جب تک ٹیمپل ڈیرہ لاک اپ میں تھے، پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک کو لاک اپ کے اندر سے بھی کسان ساتھیوں کو متحرک رکھے ہوئے تھے، لیکن اب سبی جیل کے عرصے میں ٹمپل ڈیرا سے دور ہونے کی وجہ سے پٹ فیڈر کسان تحریک کے بارے میں فکر ابھر آئی، جہاں سزا سنانے والے فوجی میجر کی ندامت کو دیکھ کر لطف آرہا تھا، وہاں تحریک کو دوبارہ سرگرم کرنے کیلئے سب ساتھیوں میں جذبہ بڑھ گیا تھا اور یہ ایمان سارے ساتھیوں میں مضبوط نظر آرہا تھا کہ ہم حق اور سچ کے راستے پر ہیں اس لیئے ہماری تحریک کی کامیابی یقینی ہے۔

ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے
جو لوحِ ازل میں لکھا ہے
جب ظلم وستم کے کوہ گراں
روئی کی طرح اڑ جائیں گے
ہم محکوموں کے پاؤں تلے
جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی

مچھ جیل میں آمد اور سرگرمیاں

ڈاکٹر احمد حسین کو اور ہزار خان بنگلزئی کو سبی جیل میں ہی رکھا گیا ہم چھ ساتھیوں کو سبی جیل سے مچھ جیل روانہ کر دیا گیا۔

ریل کے ذریعے ہم سزا یافتہ قیدی بعد سہ پہر پولیس کے پہرے میں ہتھکڑیاں پہنے ریلوے اسٹیشن پر اترے سامنے مچھ جیل کی دیواریں نظر آرہی تھیں۔ایک طرف اسٹیشن تھا، تین طرف پہاڑیاں اور اسٹیشن سے کچھ دور چوتھی طرف ایک چھوٹی سی وادی تھی، جس کے درمیاں مچھ جیل اور اسٹیشن کے قریب مچھ کا بازار اور اس کے بعد جیل کے عملے کے کواٹر نظر آئے، فضاء میں کوئلے کی بو تھی، ریل سے اترنے کے بعد پتہ چلا کہ کوئٹہ یہاں سے مزید 40 میل یعنی 70 کلو میٹر آگے ہے، مچھ شہر اب کوئلے کے کانوں کے مزدوروں کا بھی شہر بن گیا ہے اسلئے اس میں کچھ رونق ہے ورنہ پہلے یہاں صرف جیل کا عملہ اور جیل کو خوراک پہنچانے والے ٹھیکیدار اور کچھ ٹرانسپورٹرز رہتے تھے۔

اب تک ہم لوگ اس سے قبل جس جیل میں بھی گئے، جیل میں داخل ہوتے ہی اپنی سیاسی حیثیت منوانے کیلئے جیل کی ماڑی (گیٹ کے اندر انتظامیہ کی عمارت) پر پہلے اقدام کے طور پر جوڑی، جوڑی میں سر نیچے جھکا کر اُکڑوں بیٹھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد سپاہیوں کے ساتھ تنازعہ ہوتا تھا کبھی کبھی کسی ساتھی کو تشدد کا نشانہ بننا پڑتا تھا یا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جیل کے افسران سپاہیوں اور سیاسی قیدی کے تنازعہ کو حل کروا دیتے تھے یعنی جیل میں داخل ہوتے ہی عام جرائم پیشہ افراد کی نہیں بلکہ سیاسی قیدی کی حیثیت مل جاتی ہے اور اس بنیاد پر جیل انتظامیہ سیاسی قیدیوں کے ساتھ اپنا رویہ طے کرتی ہے۔

ہم یہ سوچ رہے تھے کہ آج صورتحال ایک ایسی جیل کی تھی جو بہت زیادہ بدنام زمانہ جیل ہے، اپنے علاقے اور سیاسی ساتھیوں کے رابطہ سے دور افتادہ مقام پر اگر جیل انتظامیہ سے لڑائی ہوگئی تو ساتھیوں کو اور عوام کو پتہ لگنے میں بہت دیر لگے گی۔

ہم نے سوچا کہ مچھ جیل میں پہلے انتظامیہ سے لڑنے سے بہتر ہے کہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے، ساتھیوں سے رابطہ قائم ہونے اور میڈیا کے علم میں لانے کے بعد اپنی سیاسی حیثیت منانے کے لئے جدوجہد کی جائے یہ خیال آتے ہی میں نے غلام اکبر سے مچھ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر مشورہ کیا اس کی بھی یہی رائے بنی یہ حکمت عملی اسلئے بنی کہ اب ہم لوگ پٹ فیڈر کے کسان تحریک سے، عام لوگوں سے، ساتھیوں سے اور میڈیا سے بالکل کٹے ہوئے تھے۔

مچھ جیل میں داخلے پر ہم نے جیل کے سپاہیوں کے ساتھ کوئی تنازعہ نہیں کیا، جیل کے اندر شام کو داخل ہوئے جیل کے چکر جمعدار محمد زمان نے چکر کے فٹ پاتھ پر بٹھا دیا، ہم لوگوں کو کس بیرک میں جانا ہے ابھی اسکا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔

انتظامیہ کو پتہ تھا کہ ہم لوگ سیاسی جدوجہد کی وجہ سے فوجی عدالت سے سزا یافتہ آئے ہیں اس لئے جیل انتظامیہ اور چکر جمعدار کا رویہ بہت اچھا تھا ہم لوگوں نے دوپہر کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا اور جیل کے قوانین کے تحت آج رات کا کھانا بھی ہمیں جیل میں نہیں ملنا تھا ابھی اس فکر میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک جیل کا فرشتہ سزا یافتہ قیدی کے لباس میں ہمارے پاس آیا اس نے اپنا تعارف کروایا کہ میرا نام احمد علی جتک ہے میرا تعلق بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائیزیشن BSO سے ہے مجھے بم دھماکے کے الزام میں سزا ہوئی ہے میرا گھر کوئٹہ میں ہے آپ لوگ اپنا تعارف کرائیں، ہم لوگوں نے اپنا تعارف کروایا، احمد علی نے کہا مجھے پہلے اندازہ تھا کہ یہ آپ لوگ ہیں، آپ لوگوں کی پٹ فیڈر کے کسانوں کے حق میں جدوجہد اور فوجی عدالت سے سزا ہونے کی مجھے اخبارات کے ذریعے اطلاع ہوگئی تھی، اس لئے مجھے جیسے ہی پتہ چلا کہ نئے قیدی سبی سے آئے ہیں تو میں ملنے چلا آیا انھوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا اور جیل کے اصول کے مطابق رات کو بھی آپ کو کھانا ملے گا نہیں، اس لئے آو پہلے چل کر کھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔

احمد علی جتک نے چکر جمعدار سے بات کی ہم لوگوں کو لنگر خانے میں لے گیا، لنگر جمعدار سے احمد علی کی دوستی تھی اس نے ہمارے کھانے کا بندوبست کیا اس نے ہمیں نان بائی کے پاس بٹھا دیا مجھے جیل کی پہلی قہوہ چائے کے ساتھ گرم گرم روٹی آج بھی یاد ہے ہمیں بہت بھوک لگی تھی اس لئے بہت زیادہ مزا آیا۔

احمد علی جتک نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ مچھ جیل میں BSO کے مرکزی رہنما محمد ایوب جتک بھی موجود ہیں ان سے آپ کی ملاقات کل کروائیں گے بعد میں جیل میں احمد علی جتک کے ساتھ بہت اچھی دوستی رہی احمد علی کا رویہ مچھ کے سارے قیدیوں اور انتظامیہ کے ساتھ بہت دوستانہ تھا بعد میں احمد علی جتک کے چھوٹے بھائی رحمت اللہ جتک ہمارے بہت سرگرم ساتھی اورڈیموکریٹک اسٹوڈنٹس فیڈریشن ،DSF بلوچستان کے صدر بنے ۔جیل سے رہائی کے بعد کوئٹہ میں احمد علی جتک سے کافی ملاقاتیں رہیں وہ ہمیشہ سیاسی کارکن سے زیادہ بہت اچھے سماجی کارکن ہی نظر آئے۔

شام کو مغرب سے پہلے چکر جمعدار نے ہمیں چکر سے بائیں طرف کے کھولیوں میں ٹوٹل کیا (رات کے لئے رہائش دی) پہلی کھولی میں کراچی والے یعنی میں، غلام اکبر اور عمر دین کو بند کیا، دوسری کھولی میں پیر بخش سامت ،غلام قادر مینگل اور ملگزار ڈوکی تھے، دوسرے دن محمد ایوب جتک سے ملاقات ہوئی ہم لوگوں کے سیاسی رابطے قائم ہوتے ہی جیل کے اندر سیاسی قیدیوں کے حقوق کی جدوجہد شروع ہوگئی۔

BSO خضدار کے بہت سارے نوجوان محمد خان مینگل سمیت گرفتار ہوکر مچھ جیل آئے ہم لوگوں نے BSO کے نوجوانوں اور جیل میں عام قیدیوں سے جو سیاسی رابطے بنے تھے۔ان کے ساتھ جیل کے اندر افغان انقلاب کا جشن منایا اور یوم مئی کا تاریخی جلسہ کیا۔

سردار دوداخان کے بیٹے محمد یوسف، علی اکبر اور ان کے ایک باڈی گارڈ حمید اللہ کو سردار دوداخان زرکزئی نے اپنے نائب پر حملہ کرنے کے الزام میں خود گرفتار کروایا تھا۔

مچھ جیل میں قیدی باہر کی دنیا سے کٹ جاتا ہے اس صورتحال میں وہ مایوس ہوجاتا ہے یا کمزور ہوجاتا ہے لیکن ہم جیل کے اندر سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ اپنے آپ کو مختلف کھیلوں میں بھی مصروف رکھتے تھے، مچھ جیل کو ہم نے پکنک پوائنٹ بنایا ہوا تھا بس دو باتوں نے بہت پریشان کیا تھا ایک مچھ جیل کا پانی جس میں تھوڑی کوئلے کی بو آتی تھی اور اس پانی کے پینے سے پیٹ بار بار خراب ہوجاتا تھا اور دوسری مچھ جیل کی سفید موٹی تازی جوئیں جو عام سر کی جوؤں سے تین گنا بڑی ہوتی تھیں مگر طاقت، توانائی اور پھرتی میں سر کی جوؤں سے سو گنا زیادہ تیز تھیں، اول تو ان کو

پکڑنا بہت مشکل تھا پکڑ لیں تو ہاتھ سے مارنا بہت مشکل تھا جسم پر کاٹنے کے فور بعد پلٹ کر کپڑوں کے سلائیوں یا شلوار کے نیفے میں چھپ جاتی تھیں ہم نے ان جوؤں کا نام گوریلا جوئیں رکھا تھا بہت احتیاط کے باوجود کسی بھی مقامی قیدی سے گلے ملنے کا یا کسی قیدی کا ہمارے پاس ملنے آنے کے بعد ہم جوؤں کے حملہ کا انتظار کرتے تھے حملہ ہونے کی صورت میں مقامی لوگوں کے بتائے ہوئے طریقے سے کنستر میں پانی کھولا کر اس میں کپڑے اور چادریں ڈالتے تھے کچھ دیر بعد گوریلا جوئیں پانی میں مردہ حالت میں تیرتی نظر آتی تھیں۔

مچھ جیل میں ہم لوگوں کے قید کے عرصہ کی تفصیل ہمارا موضوع نہیں ہے صرف پڑھنے والوں کی دلچسپی اور اپنا تجربہ بتانے کے لئے کچھ واقعات کا ذکر میں نے کیا ہے، کچھ عمر دین اور دوسرے ساتھیوں کی یادداشتوں میں دی گئی ہیں جیل کے واقعات کی زیادہ تفصیل اس کتاب میں نہیں ہے، کبھی موقع ملا تو مچھ جیل کی یاداشتیں لکھنے کے لئے دوستوں کو پھر زحمت دونگا، ابھی ہمارا موضوع پٹ فیڈر کسان تحریک ہے۔

پٹ فیڈر میں سندھ کے دوسرے وفد کی گرفتاری

مچھ جیل میں آنے کے کچھ دنوں بعد جیل سپاہی غلام قادر نے بتایا کہ رات کو آپ لوگوں کے مزید 5 ساتھی ٹیمپل ڈیرہ سے گرفتار ہو کر آئے ہیں جس میں دو لڑکیاں بھی ہیں کچھ ہی دیر میں ہم کو پتہ چل گیا کہ کراچی کی آصفہ رضوی جو طلبہ کسان، مزدور عوامی رابطہ کمیٹی کی جنرل سیکریٹری تھیں، الطاف الرحمٰن جو میرے ساتھ کورنگی انڈسٹریل ایریا کے مزدور رہنما تھے، حمیدہ گھانگھرو جو سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی مرکزی رہنما تھیں، چند روز پہلے ہی انکی شادی ہمارے عظیم رہنما SNSF کے صدر کامریڈ نظیر عباسی کے ساتھ ہوئی تھی، محمد سلیم بیگ حیدرآباد کے ٹریڈ یونین کارکن اور پیر شہاب الدین سندھ ہاری کمیٹی کے رہنما پٹ فیڈر کے کسانوں کے حقوق کی جدوجہد کرتے ہوئے مچھ جیل آئے ہیں۔

ہم نے فوراً ان سے رابطہ کرنے کی کوشش شروع کردی مگر جیل انتظامیہ جو پہلے ہی جیل کے اندر ہمارے اسٹڈی سرکل میں بیٹھ کر پڑھنے اور جیل کے حالات عام قیدیوں کیلئے بہتر بنانے، عام قیدیوں اور اپنے لئے انتظامیہ سے سہولتوں کیلئے جدوجہد کرنے پر خوفزدہ تھی،

دولڑکیوں سمیت پانچ ساتھیوں کے مچھ جیل آنے پر جیل کی انتظامیہ مزید پریشان ہوگئی تھی اس لئے ان سے فوری ملاقات کا بندوبست نہیں ہورہا تھا، ہم نے سپاہیوں کی مدد سے اپنے نئے آنے والے ساتھیوں کو ضرورت کا سامان صابن، چائے کی پتی چینی وغیرہ فوراً پہنچادی۔

جیل کے قوانین کے تحت قیدیوں سے ملاقات صرف ان کے عزیز اور رشتہ دار ہی کر سکتے ہیں مچھ جیل کے اندر قیدیوں سے ملنے کا مطالبہ اور وہ بھی ایسے قیدی جس میں عورتیں بھی شامل تھیں ناممکن تھا، لیکن دونوں طرف سے مسلسل مطالبے نے جیل حکام کو پریشان کردیا تھا۔

جیل سپریڈنٹ راجہ بشیر احمد جن کا تقرر پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ہوا تھا، ان کو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آگئی کہ سندھ کے ایک ہی تحریک میں گرفتار گروپوں کو بلکہ ان کی گرفتار لڑکیوں سے گرفتار مرد قیدیوں کی ملاقات کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے انہوں نے ہم لوگوں کی آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو، پیر شہاب الدین، الطاف الرحمٰن اور محمد سلیم بیگ سے ملاقات کروادی بلکہ ہمارا یہ مطالبہ بھی مان لیا کہ جمعہ کی چھٹی کے دن ہمارا یہ گروپ پورے دن ایک ساتھ رہے گا۔

ہمیں نئے آنے والے ساتھیوں کے ذریعے پتہ چلا کہ ملک بھر میں اظہار رائے پر پابندیوں اور رسائل اور اخبارات پر پابندیوں کے خلاف اخباری صنعت کے کارکنوں کی جدوجہد بہت تیز ہوگئی ہے جس میں ہمارے بہت سارے ساتھی گرفتار ہوچکے ہیں، کالونی ٹیکسٹائل ملز میں مزدوروں کا مالکان کی طرف سے قتل عام اور پٹ فیڈر کے کسانوں کا جاگیرداروں کی طرف سے قتل عام دونوں واقعات کے قاتلوں کی گرفتاری کے مطالبات بھی اخباری کارکنوں کی آزاد صحافت کی تحریک کے ساتھ اٹھائے جارہے ہیں پورے ملک میں یہ تحریک پھیل رہی ہے اس لئے صرف پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات کو اکیلے سامنے لانا کم ہوگیا ہے۔

اس کے باوجود ہمارا پٹ فیڈر آنا ہم لوگوں کی گرفتاری اور نئے وفد کے آنے میں پندرہ دنوں سے زیادہ کا وقت گذر گیا تھا اس درمیانی وقفے کا فائدہ اٹھا کر پٹ فیڈر میں جاگیرداروں کے دلالوں نے کسانوں کو کافی حد تک مایوس کردیا تھا اس لئے ان کو دوبارہ سرگرم کرنے کیلئے آمادہ کرنا بہت مشکل ہوگیا تھا نئے آنے والے ساتھیوں اور مقامی کسانوں کو دوبارہ متحرک کرنے میں

کافی وقت اور محنت کرنی پڑی۔ اس گروپ میں آصفہ رضوی اور حمیدہ گھانگھرو کے ہونے کی وجہ سے یہ مشکل آسان ہوگئی بلوچی ثقافت میں عورتوں کا بہادری کے ساتھ سامنے آکر لڑنے کے بعد مردوں کا پیچھے رہنا غیرت کا مسئلہ بن جاتا ہے یا پھر عورتوں کے درمیان آنے سے قبائلی جھگڑے رک جاتے ہیں۔

مچھ جیل میں نئے آنے والوں کے خلاف فوجی عدالت سے سزاؤں کا فیصلہ فوجی حکومت نے نہیں لیا تھا، ان کا کیس سیشن کورٹ ٹیمپل ڈیرہ ضلع نصیر آباد میں چل رہا تھا ان کی جدوجہد اور کیس کی تفصیلات آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو، پیر شہاپ الدین، الطاف الرحمٰن اور محمد سلیم بیگ کی یاداشتوں میں موجود ہے اس لئے اب میں ان کے انٹرویو پیش کررہا ہوں ان پانچوں ساتھیوں نے مچھ جیل میں جس ہمت اور بہادری سے وقت گذارا اس نے ہمارے جوش اور ولولے میں اضافہ کیا۔

جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑ کے گی

اور اہلِ حکم کے سر اُوپر

جب بجلی کڑ کڑ کڑ کے گی

جب ارضِ خدا کے کعبے سے

سب بت اُٹھوائے جائیں گے

ہم اہلِ صفا، مردودِ حرم

مسند پہ بٹھائے جائیں گے

سب تاج اچھالے جائیں گے

سب تخت گرائے جائیں گے

بس نام رہے گا اللہ کا

آصفہ رضوی

پٹ فیڈر تحریک کے دوران آصفہ رضوی مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کی جنرل سیکریٹری اور سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن SNSF میں نائب صدر تھی۔

آصفہ رضوی نے بتایا کہ پٹ فیڈر میں جب ہاریوں پر لشکر کشی کی گئی تو پہلا گروپ جاوید بھائی کی قیادت میں اس واقع کی حقیقت معلوم کرنیکے لئے پٹ فیڈر گیا اور 5 کسانوں پر مشتمل گروپ جن میں پٹ فیڈر کے کسان بھی شامل تھے کراچی آیا۔

شو مارکیٹ میں جو میٹنگ ہوئی اس میں جاوید شکور اور ساتھیوں کے ساتھ پارٹی میں بات چیت ہوئی کہ بھٹو حکومت میں پٹ فیڈر میں زرعی اصلاحات کے نتیجے میں کسانوں کے نام ہونے والی زمینوں کو کسانوں سے واپس چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

پارٹی نے فیصلہ کیا تھا کہ سندھ کے ساتھیوں کا پہلا گروپ گرفتار ہو چکا ہے اسلئے دوسرا وفد جا کر اس تحریک کو آگے بڑھائے گا اور ہاریوں کے لئے احتجاج کو جاری رکھے گا۔

میں کراچی سے الطاف الرحمٰن کے ساتھ نکلی حیدر آباد سے حمیدہ گھانگرو، محمد سلیم اور شہاب الدین گاڑی کھاتہ آفس حیدر آباد میں ملے، وہاں نذیر، سہیل سانگی، امداد چانڈیو، سرفراز میمن، رفیق پٹیل، قلندر بخش مہر، صالح بلو، ایوب لغاری، زاہد مخدوم، حمیدہ کی بہنیں، اسرار اور چاچا مولا بخش موجود تھے، وہاں ہماری مختصر میٹنگ ہوئی یہ لوگ ہمیں کوٹری اسٹیشن تک چھوڑنے

آئے، میری شادی ہو چکی تھی حمیدہ کی شادی کو ابھی کچھ دن ہوئے تھے، ٹرین سے ہم جیکب آباد پہنچے بغیر ٹکٹ کے سفر کر رہے تھے، T.T سے لڑ جھگڑ کر ہم نے سفر کیا تھا، جیکب آباد پہنچ کر امداد اوڈھو کے گھر کھانا کھایا، پھر پٹ فیڈر پیر بخش سامت کے گھر گئے، وہاں سے اس جگہ گئے جہاں کسانوں پر تشدد ہوا تھا، پانچ کسان قتل ہو چکے تھے۔

لہڑیوں کے گاؤں میں ہم میر گل موسیانی کے گھر گئے، وہاں ہم نے عورتوں سے ملاقات کی انہوں نے ہمیں وہ جگہ بتائی جہاں کسانوں کا خون بہایا گیا تھا اور جہاں لاشیں گری تھیں، وہاں پر بھی گئے جہاں لڑائی ہوئی تھی میر گل موسیانی کے گاؤں میں حمیدہ اور مجھے گھوڑے پر بٹھا کر مختلف علاقوں کا دورہ کروایا گیا، ہم لہڑی شہیدوں کے گاؤں میں شہیدوں کے گھروں میں گئے۔ جب ہماری گرفتاری ہوئی تو BSO کے لوگوں نے احتجاج کیا ایک ہندو ڈاکٹر نے مٹینگ کا بندوبست کیا وہاں کے کسانوں سے شیر محمد مینگل نے صورتحال کے حوالے سے بات کی اور انہیں بتایا کہ یہ لوگ کراچی سے آئے ہیں میں نے اور حمیدہ نے وہاں کی عورتوں سے بات کی ہم نے تقریباً چار دن وہاں کا دورہ کیا، کسانوں نے باجرے کی روٹی اور گڑ دیا مرچیں کوٹ کر روٹی سے بھی کھائیں، رات کو ایک جھونپڑی میں رہے پھر ہمیں ایک بیٹھک میں ٹھہرایا گیا، مکھن کالے تل اور سفید تل ناشتے میں دئے گئے، تل ہمیں سفر کے دوران کھانے کیلئے بھی دیئے گئے۔

دورے کے دوران ایک جلسہ کیا اور احتجاج کیا، کسانوں کے حق کیلئے مطالبہ کیا کہ اگر ہمارے ساتھیوں کو نہیں چھوڑا گیا اور ہاریوں کے مطالبات نہیں مانے گئے تو ہم بھوک ہڑتال کریں گے۔

ہم اس دوران پیر بخش سامت کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے وہاں لیویز نے گھیراؤ کرنا شروع کیا ساتھیوں نے ہمیں وہاں سے نکالا اسکے بعد ہم نے ٹیمپل ڈیرہ کے بس اسٹاپ پر چادر بچھا کر بھوک ہڑتال شروع کی چاروں طرف لیویز کے سپاہی تھے۔

ہم نے تقریریں کی اور لوگوں نے نعرے لگائے ہمیں دھمکیاں دی گئیں کہ تم لوگ مارے جاؤ گے وڈیرے کی نجی جیلیں ہیں جہاں تم لوگوں کو غائب کردیں گے، تحصیلدار کے ساتھ ایک بندہ تھا جو ہمیں الگ سمجھاتا تھا اور انتظامیہ کو سارے پیغامات بھی پہنچاتا تھا۔

صبح گیارہ بجے بھوک ہڑتال شروع کی پانچ بجے ہمیں گرفتار کیا گیا ہمیں ایک جیپ میں بٹھایا اور ڈائریکٹ مچھ جیل لے گئے، مچھ جیل میں الطاف اور سلیم کو جوتے اتروا کر کونے میں منہ کر کے کھڑا ہونے کا حکم دیا اور ان پر تشدد کیا، میں نے بات کی کہ لڑکوں پر تشدد کیوں کیا جارہا ہے میں غصہ میں چلائی اور کہا کہ ہم سیاسی لوگ ہیں تم ہمارے ساتھ اسطرح کا سلوک کیوں کررہے ہو اتنے میں راجا صاحب آئے ان کو بتایا تو انھوں نے ہمیں اندر بھجوایا ڈپٹی سپریٹنڈیٹ یعقوب بھی آئے۔

میں جیل سے تمام ساتھیوں کو خط لکھکر لمحہ لمحہ کی خبریں دیتی تھی، ہمارے خط سینسر ہوتے تھے، مچھ جیل کے صوبیدار کا نام بہادر تھا جو ایک ہمدرد انسان تھا۔

کامریڈ رمضان نے پیغام بھجوایا تھا کہ یکم مئی کے بینر کیلیئے سرخ کپڑا چاہیئے اگر آپ لوگوں کے پاس سرخ دوپٹہ ہو تو بھجوادیں، ہم نے سرخ کپڑے کا بندوبست کیا، میں نے اور حمیدہ نے سویاں پکائیں اور پلیٹ کو سرخ کپڑے میں ڈھک کر سپاہی سے کہا کہ ہمارے ساتھیوں کو لے جا کر دے دو۔

جیل میں ہمیں عورتوں کے وارڈ میں رکھا وہاں عورتیں بہت بری طرح رہ رہی تھی کم جگہ میں زیادہ عورتیں تھی اس میں طوائفیں بھی تھیں، ہمیں دوسری جگہ ان کے سامنے والی کوٹھڑی میں شفٹ کیا گیا، پہلے دن ہم سے بھی ڈبہ اٹھوا کر کیاری میں کام کروایا گیا، دوسرے دن B کلاس دی گئی۔ جب ہمیں تاریخ پر لے جایا جاتا تھا تو مردوں کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوتی تھی، ہمیں ریل گاڑی میں لے جایا جاتا تھا۔ عورتوں کو الگ بٹھاتے تھے۔ BSO کا ایک لڑکا ہر پیشی میں ہمارے ساتھ ہوتا تھا اسکے پاس سرکاری جیپ تھی، ہماری تین بیٹیاں ہوئی تھیں۔

ہمیں سرخ پرچم بھی ملتا تھا جو ہم ساتھیوں کو دیتے تھے ہم نے جیل میں افغان انقلاب کا جشن منایا تھا ہمارے پاس جیل میں کپڑے نہیں تھے ہمیں بولان میڈیکل کالج کے لڑکوں نے کپڑے لا کر دیئے۔

BSO کے لوگ ہم سے ملنے آئے تو راجہ صاحب نے کہا کہ وہ کراچی کی لڑکیاں ہیں ان سے تمہارا کیا تعلق ہے مین نے بہادر کے ذریعے راجہ صاحب کو کہلوایا کہ مجھے ملنے دیا جائے

انھوں نے مجھے کہا کہ آپ کیوں ملنا چاہتی ہیں میں نے کہا کہ ہر سیاسی بندہ میرا بھائی ہے اسلئے میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔

پھر میں نے درخواست دی کہ میں عورتوں کو پڑھانا چاہتی ہوں انھوں نے اجازت نہیں دی ایک پٹھانی کے ساتھ بچہ تھا اس کے جسم پر صرف قمیض تھی، راجہ صاحب کو میں نے اسکی نشاندہی کرائی تو اس بچے کو دو جوڑے کپڑے مل گئے، یہ لوگ گوریلا جنگ کی وجہ سے پکڑے گئے تھے۔ تنویر اور نظیر BSO کے کنونشن میں کوئٹہ آئے تھے وہاں سے وہ مچھ جیل آئے اس دن ہماری شادی کی سالگرہ تھی ہم نے اپنی شادی کی سالگرہ منائی جب جیل کی قیدی عورتوں کو پتہ چلا کہ ہماری شادی کی سالگرہ ہے تو انھوں نے رات بھر گانے گائے۔

مچھ جیل میں ایک میجر افضال ہمارے پاس آ کر سمجھاتا تھا کہ ہم معافی نامہ لکھ کر دیں، د ولڑکیاں بھی ہمارے پاس سمجھانے باہر سے آتی تھیں لیکن ہم ان کو منع کرتے تھے، لاک اپ میں مچھر موجود تھے رات کو جب ہمیں مچھر تنگ کرتے تھے، میں اور حمیدہ بیٹھ کر گانے بھی گاتے تھے اور میں رات کو خط بھی لکھتی تھی۔ پیشی پر ہمیں مچھ جیل سے کورٹ لے جایا گیا اور وہاں سے ریلیز کر کے ہمیں کراچی روانہ کیا گیا، ہم دو مہینے دس دن جیل میں رہے۔

رہائی کے بعد اچانک کراچی آئے گھر میں داخل ہوئے تو ابا (سید ظفر عباس رضوی جو خود بھی ایک ٹریڈ یونین رہنما رہ چکے تھے) نے پوچھا ہاتھ کٹوا کر تو نہیں آئی؟ یعنی معافی تو نہیں مانگی، رہائی کے بعد کورنگی میں رابطہ کمیٹی نے استقبالیہ دیا اس میں مزدور یونینیں بھی شامل تھیں، علی اصغر عیسیٰ خیلوی، فضل الرحمٰن، اقبال بھائی، خالد وغیرہ شامل تھے ،اس کے بعد صحافیوں کی تحریک میں گرفتار ہوئے۔ اس ساری جدوجہد کے تصور سے آج بھی تقویت ملتی ہے۔

حمیدہ گھانگھرو

4مارچ 1978 کو سندھ یونیورسٹی میں طلبہ تحریک کے حوالے سے پروگرام کرنے کے بعد ٹریڈ یونین آفس گاڑی کھاتہ حیدرآباد میں پہنچے جہاں جبار خٹک اور آصفہ رضوی بیٹھے تھے انہوں نے بتایا کہ آصفہ اور حمیدہ کو دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پٹ فیڈر بلوچستان بھوک ہڑتال کیلئے جانا ہوگا میں نے اپنا کچھ سامان لیا اور ہم کوٹری سے ٹرین میں سوار ہوگئے ہمارا پانچ ساتھیوں پر مشتمل وفد جیکب آباد پہنچا۔اس کے بعد ہم بس میں پٹ فیڈر کے شہیدوں کے گاؤں گئے، وہاں لوگوں کی کیفیت بہت تکلیف دہ تھی ہاریوں سے بات چیت کرتے ہوئے کافی رات ہوگئی میں اور آصفہ ایک چارپائی پر سو گئے، صبح ناشتہ آیا جس میں تل بھی موجود تھے آصفہ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تل کیوں لیکر آئے ہیں۔ایک ہاری نے بتایا یہ آپ کے راستے کے کھانے میں کام آئیں گے۔رات ہماری نیند پوری نہیں ہوئی تھی تنکوں کی جھونپڑی میں مسلسل سرسراہٹ کی آوازیں آرہی تھی جس سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی سانپ ان تنکوں میں موجود ہے، لیکن صبح ہمیں بتایا گیا کہ ہوا جھونپڑی سے ٹکرا رہی تھی اس کی وجہ سے یہ آواز آرہی تھی۔

یہ پورا علاقہ لڑائی کے دوران میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ہم جب شہید ہونے والوں کے

گھر میں گئے تو عورتوں نے بتایا ہم نے دو دن جمالیوں سے مقابلہ کیا ہے۔ ہم لوگ بھوکے پیاسے گھر میں بند تھے ہمارے مرد باہر لڑائی لڑ رہے تھے ایک عورت جس کی کیفیت بالکل پاگلوں جیسی تھی اس کے گھر کے چار لوگ شہید ہوئے تھے۔ ہماری موجودگی میں عورتیں اپنے شہیدوں کو یاد کر کے رو رہی تھیں۔ بچوں میں بہت خوف تھا وہ کسی بھی گاڑی کو آتا ہوا دیکھتے تو دوڑ کر اپنی جھونپڑیوں میں چھپ جاتے تھے، ایک عورت نے بتایا کہ ابھی تک کافی لوگ گرفتار ہیں، عورتیں جمالی جاگیرداروں کے ظلم کی مختلف داستانیں سناتی رہیں ہم نے انہیں یقین دلایا کہ جب تک آپ لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا ہماری جنگ جاری رہے گی، ہم لوگ شہیدوں کے گاؤں سے ٹمپل ڈیرہ آئے میں اور آصفہ رضوی پیر بخش سامت کے گھر رہے ہماری کوشش تھی کہ بارہ مارچ کی بھوک ہڑتال کے پروگرام کو کامیاب بنائیں ہم لوگوں نے اس کے لئے کام کرنا شروع کیا ایک بچہ کوئٹہ ہائی اسکول میں پڑھتا تھا جو میرے پاس آیا اور کہا کہ بھوک ہڑتالیوں میں میرا نام بھی لکھیں میں اس بچے کو بڑے فخر سے دیکھنے لگی۔

کسانوں کے مقامی رہنما شیر محمد مینگل نے کہا مجھے ڈی سی نے بلایا ہے کیا پتہ مجھے گرفتار کر لیا جائے ہم نے کہا اس طرح گرفتاری ٹھیک نہیں ہے ہم سب ساتھ ہیں بلوچ کسانوں اور عوام کی جدوجہد ہماری جدوجہد ہے اور ہماری جدوجہد طبقاتی جدوجہد ہے، ہم سب نظریاتی جدوجہد کر رہے ہیں کسی لمحے بھی کمزور نہیں ہونا چاہیئے۔

12 مارچ 1978 کی صبح ڈی سی نے شیر محمد مینگل کو بلایا، پورے شہر میں پولیس کا گشت تھا ہم لوگ بھوک ہڑتالی کیمپ کی طرف جا رہے تھے، تحصیلدار نے ہمیں آواز دی اور کہا تم لوگ جو کر رہے ہو ہمیں پل پل کی خبر ہے جو بھی کیمپ کی طرف جائے گا اس کے اوپر گولیاں چلائیں گے پولیس نے لاٹھی چارج شروع کر دیا اس ساری صورت حال میں کوئی بھی نہیں گھبرایا وہاں کے دکانداروں کو پولیس نے حراساں کیا اور ان سے کہا کہ دکان کے سامنے کسی کو کھڑا نہ ہونے دیں، اسکول کے بچے ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر نعرے لگانے لگے ہمیں گرفتار کیا گیا اور ہمارے ساتھ مقامی لوگ بھی گرفتار ہوئے جنہیں ٹمپل ڈیرہ جیل بھیجا گیا اور ہمیں مچھ جیل روانہ کیا گیا، تقریبا رات دو بجے مچھ جیل پہنچے منشی نے آفس میں بٹھایا اور جیلر اور صوبیدار کو گھر سے بلایا نام نوٹ کر کے

سب کی تلاشی لی گئی، شہاب اور سلیم پر جیلر نے تشدد کیا اور کہا لڑکیاں اغوا کرتے ہو میرے خیال میں بلوچستان جیل میں ہم پہلی سیاسی قیدی عورتیں تھی جیل والوں کو صرف کرمنل قیدی عورتوں کے حوالے سے معلومات تھی اور انہوں نے اسی طرح کا رویہ ہمارے ساتھ رکھا بہرحال میٹرن جب ہمیں زنانہ وارڈ میں لے گئی تو وہاں دس قیدی عورتیں اور ان کے ساتھ بچے بھی موجود تھے میٹرن بھی وہی سوتی تھی سامنے والا کمرہ خالی تھا۔

پہلی رات ہمیں ان عورتوں کے ساتھ رکھا گیا مجھے سخت بخار تھا ایک قیدی عورت نے ہمیں کھانا کھانے کے لئے کہا آصفہ نے کہا ہمیں بھوک نہیں ہے صبح ہوئی تو ہمیں حکم دیا گیا کہ چلو کام کرو آصفہ نے کہا ہمیں آئے ہوئے تین چار گھنٹے ہوئے ہیں ابھی ہم تمہارے مہمان ہیں کچھ صبر کرو عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ یہ دونوں بازار سے پکڑی ہوئی عورتیں ہیں ہمیں یہ جھوٹ بتا رہی ہیں کہ یہ طالب علم ہیں کچھ دیر بعد ہمیں دوسرے وارڈ میں منتقل کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ بی کلاس ہے صوبیدار نے کہا اس وارڈ میں عطااللہ مینگل، خیر بخش مری، غوث بخش بزنجو، ولی خان بھی رہ کر گئے ہیں، ہمیں ایک گلاس، پلیٹ پانی کا گھڑا دیا گیا، تھوڑی دیر بعد کھانا آیا دال روٹی تامبے کی پلیٹ میں تھی جب ہم نے کھانا کھایا تو الٹی آنا شروع ہوگئی بہرحال کیا کر سکتے تھے، تھوڑی دیر میں صوبیدار نے ہمارے کاغذ پین اور پرس لا کر دیئے، میں نے سب سے پہلے اماں اور بابا کو محرابپور خط لکھا پھر حیدرآباد ساتھیوں کو خط لکھا، باہر آئے تو ایک درخت پر حیدر بخش کا نام لکھا ہوا تھا، پتہ چلا کہ حیدر بخش جتوئی بھی اس جیل میں رہ چکے ہیں۔

مچھ جیل پہاڑی علاقے میں ہے، منظر بہت خوبصورت تھا ہمارے سامنے زنانہ وارڈ سے عورتوں کی آوازیں آرہی تھی انہوں نے دور سے ہماری خیریت پوچھی جیلر نے آکر ہم سے پوچھا آپ کو تکلیف ہے تو بتائیں ہم بھی ماں بہنوں والے ہیں جیلر نے کچھ کتابیں دیں ان میں کوئی انقلابی کتاب نہیں تھی عام قسم کے ناول تھے، میٹرن نے آکر ہم سے کہا میں ساری رات تم لوگوں کی فکر میں نہیں سو سکی مجھے بار بار خیال آرہا تھا کہ تم دونوں اکیلی ہو، کچھ دیر بعد ڈائریکٹر راجہ صاحب نے ہمیں بلایا اور کہا کہ آپ لوگوں کا کیس معمولی ہے آپ کورٹ میں رٹ داخل کروا کر ضمانت کروالیں میں نے

کہا کہ کیس معمولی ہو یا نہ ہو ہماری جدوجہد معمولی نہیں ہے ہم اپنے مطالبے منوائے بغیر ضمانت نہیں کروائیں گے راجہ صاحب کا رویہ بہت بہتر تھا ہمیں واپس وارڈ میں بھیج دیا گیا۔

کچھ دنوں کے بعد ہم دونوں کو کہا گیا کہ آپ سے ملنے کوئی باہر آیا ہے ماڑی پر گئے تو نذیر عباسی، فیض بھائی اور تنویر شیخ بیٹھے ہوئے تھے ہم لوگ بہت خوش ہوئے سپرٹینڈنٹ نے مذاق میں نظیر سے کہا تمہیں تو حمیدہ کے ساتھ ہنی مون پر جانا چاہیئے تھا مگر آج تمہاری بیوی جیل میں ہے نظیر نے کہا ہم اپنے نظریئے کہ لئے تمام ذاتی رشتے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں نذیر نے مجھے کچھ کتابیں دیں اور کھیلنے کے لئے لوڈو بھی دیا جس سے ہمارا دل بہلتا رہتا تھا۔ ہم لوگوں سے بی ایس او کے طالبعلم اکثر ملنے آتے تھے اس کے علاوہ ایک سوشل ویلفیئر آفیسر نجم ضیاء بھی ملنے آتی تھی اس کا کہنا تھا بلوچستان کی عورت بہت پسماندہ ہے تم لوگوں نے آکر بلوچوں کے مسئلے پر آواز اٹھائی تم لوگ بہت بہادر ہو، ہم نے کہا ہم نظریاتی لوگ مخصوص علاقے کی لڑائی نہیں لڑتے ہمارے منشور میں ہے کہ ہم دنیا کے تمام محنت کش کسان مزدور طلبہ اوران کے مسائل ان کی تحریکوں کو اپنی تحریکیں سمجھتے ہیں۔

ایک دن پھر صوبیدار نے مجھے آکر کہا کہ آپ کی ملاقات آئی ہے آپ کا بھائی آپ سے ملاقات کرنے آیا ہے میں نے جا کر دیکھا تو یہ ملاقاتی نیرنجن کمار تھا جو میرے لئے جاگرتا رسالہ لے کر آیا تھا جو میں اور نیرنجن حیدرآباد سے چھاپتے تھے۔

عورتوں کے وارڈ کے اندر میں اور آصفہ گھنٹوں مختلف موضوعات پر بحث کرتے رہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی یاد کرتے تھے، ہمارے وارڈ کے سامنے دوسری قیدی عورتوں کا وارڈ تھا وہاں سوشل ویلفئر آفیسر باہر سے دستکاری کا سامان لے کر آتی تھی اور قیدی عورتوں سے بنواتی اور سکھاتی تھی آصفہ باجی نے بھی شیشے لگانے سیکھے تھے۔

ہمیں ملاقات کا انتظار رہتا تھا کیونکہ ہر سیاسی قیدی کو باہر چلنے والی تحریک کے بارے میں ایک جستجو رہتی ہے ایک دن جیلر چنگیزی نے طنز سے کہا بھٹو بھی تو عوام کے ہی نمائندے تھے آصفہ نے جواب دیا ہمارے ساتھی تو بھٹو کے دور میں بھی جیل میں رہے ہیں ساتھی حمیدہ بھی اس دور میں جیل برداشت کر چکی ہے جیلر کے چہرے پر غصہ نمایاں تھا جب نذیر کی ملاقات آئی تو

اسنے ملاقات کے لئے آصفہ کا نام بھی لیا لیکن جیلر نے ملاقات کروانے سے انکار کر دیا شاید اس کا سبب وہ غصہ تھا یا خرچی نہ ملنے کا غم۔

ہم تمام ساتھیوں نے کوشش کی تھی کہ ہمیں ہر ہفتے ملنے کا موقعہ دیا جائے جیل سپرٹنڈنٹ نے کہا آپ لوگوں کے آنے سے پہلے کسی قیدی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ بات کر سکے آپ لوگوں کے آنے کے بعد دوسرے قیدی بھی بولنے لگے ہیں، ادا رمضان نے کہا کہ ہم کوئی بھی ناخوشگوار بات نہیں کرنا چاہتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب ڈیوٹی پر ہیں ہمارے ہی طبقے کے یہ لوگ کل جب بے روزگار ہونگے تو ان کو نوکریوں پر بحال کرانے کے لئے جدوجہد بھی ہمیں ہی کرنی پڑے گی، اس کے بعد پیر شہاب الدین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان پر پہلی رات تشدد کیا گیا تھا، تو سپریٹنڈنٹ نے کہا کہ ٹمپل ڈیرہ کے صوبیدار نے ہمیں درست خبر نہیں دی تھی، اسی وجہ سے ان پر تشدد کیا گیا تھا اس بات پر ہم معافی مانگتے ہیں اس کے بعد ہمیں کچھ سیاسی کتابیں دی گئیں جو بلوچ ساتھی حبیب جالب دیکر گئے تھے، میں نے اپنے لئے "پاکستان کی تہذیب کا ارتقا" کی کتاب لی۔

مجھے جیل کے کھانے سے اکثر پیٹ میں تکلیف ہوتی تھی لیکن کتاب میں اپنے آپ کو اتنا مصروف کرلیا کے درد کی شدت کا احساس کم ہوتا تھا۔

پہلی مئی کو جیل انتظامیہ نے اجازت دی کہ آپ تمام سیاسی قیدی ایک جگہ بیٹھ کر دن گزاریں، ہمیں اپنے ساتھیوں سے ملنے کی اجازت پر بے حد خوشی تھی چونکہ میں تمام ساتھیوں سے عمر میں چھوٹی تھی اسلئے ساتھیوں کا رویہ میرے ساتھ چھوٹی بہنوں جیسا تھا ادا رمضان ہمیشہ کہتے تھے کہ یہ سب سے چھوٹی ہے لیکن اس کا حوصلہ بہت بلند ہے مچھ جیل میں یکم مئی سیاسی سوچ رکھنے والے عورتوں اور مردوں نے مل کر منائی بینر جو ساتھیوں نے بنایا تھا لیکر وارڈ میں نعرے لگاتے ہوئے گھومتے رہے، ہم یہ سوچ رہے تھے کہ یوم مئی شکاگو کے شہیدوں کی یاد میں پوری انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے جس میں رنگ، نسل، مذہب اور زبان سے بالاتر ہو کر صرف طبقاتی حقوق کے حصول کی جدوجہد کی جاتی ہے۔

یکم مئی کی سرگرمیوں کا سن کر ایک قیدی عورت نے اپنے بیٹے کو میرے سامنے کھڑا کیا اور کہا اسکو میں تمہیں دیتی ہوں اس کو تم لوگ اپنا ساتھی بناؤ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ قربانی کبھی بھی

رائیگاں نہیں جاتی سچ کی لڑائی ہمیشہ تبدیلی لاتی ہے پوری بات کرنے کے بعد بولنے لگی کہ آپ لوگ جو انقلاب کر رہے ہو جب وہ انقلاب آئے گا تب یہ جیلیں ہونگیں، آصفہ نے کہا ہم سب سے پہلے جیل کی دیواریں توڑینگے پٹھانی قیدی خوش ہو کر کہنے لگی تو پھر جلدی انقلاب لیکر آؤ تا کہ میں آزاد ہو جاؤں اس کا ایمان انقلاب پر اتنا پختہ ہو گیا کہ اسکی رہائی جس میں ابھی سات سال باقی تھے بہت طویل لگنے لگے۔

ایک صبح صوبیدار کہنے لگا آج آپ لوگوں کی ٹمپل ڈیرہ میں پیشی ہے ہم تیار ہو کر ماڑی میں جیلر کے آفس میں گئے جہاں پیر شہاب الدین ، الطاف الرحمٰن اور سلیم پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے، جب ہم پیشی پر پہنچے تو تحصیلدار نے کہا تم لوگوں نے مارشل لاء کی خلاف ورزی کی ہے، تم لوگ صرف اتنا لکھ کر دیدو کہ ہم مارشل لاء کی خلاف ورزی نہیں کرینگے، ہم نے جواب دیا کے ہمارے مطالبے جائز ہیں اور انہیں حکومت کو پورا کرنا چاہیئے، چاہے حکومت فوجی ہو یا سولین۔

تقریبا تین بجے تک بحث کا سلسلہ جاری رہا ہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ بلا کر بیان ریکارڈ کروایا گیا، شام کو ہمیں دوبارہ مچھ جیل بھیج دیا گیا، جیل انتظامیہ حیران ہوئی اور کہا کہ آپ آزاد نہیں ہوئے؟ ڈائریکٹر راجہ صاحب بڑی ہمدردی سے پوچھ رہے تھے بہر حال ہم واپس جیل کے وارڈ میں چلے گئے قیدی عورتیں جو پہلے سے ہی پریشان تھیں کہنے لگیں کہ سامنے والے کمرے کو خالی دیکھ کر ہم اداس ہو گئے تھے، لیکن آپ لوگوں کو دیکھ کر اور زیادہ اداسی ہونی لگی ہے کہ آپ لوگ آزاد کیوں نہیں ہوئے۔

بہر حال کچھ دن بعد دوسری پیشی پر ہم لوگوں کو آزاد کر کے کراچی روانہ کر دیا گیا ہم جیل کے دروازے سے باہر نکلے، باہر کی دنیا بھی عجیب ہوتی ہے جب جیل کے دروازے کے اندر قدم رکھا تو ظلم کے خلاف نفرت و بغاوت اور اپنے مقصد کی لڑائی کا وعدہ اپنے آپ سے کیا اور جب گیٹ سے باہر قدم رکھا تو فاتح کارکن کی طرح ضمیر کی عدالت میں اپنے آپ کو ہلکا محسوس کیا ہم تقریبا دو مہینے کچھ دن مچھ جیل میں رہے اس کے باوجود کوئی مایوسی نہیں رہی بلکہ ہمارے حوصلوں میں اضافہ ہوا، ہمیں مچھ اسٹیشن پر کوئٹہ ایکسپریس میں سوار کروا دیا گیا، جیکب آباد تک سول ڈریس میں ہمارے ساتھ پولیس والے موجود تھے۔

پیر شہاب الدین

پیر شہاب الدین نے بتایا کہ سندھ ہاری کمیٹی سکرنڈ اور بدین میں اجلاس ہوا جس میں سندھ کے کسانوں کی بے دخلی کے خلاف جدو جہد کی حکمت عملی بنائی گئی اس دوران میں نوابشاہ آیا جہاں کمیونسٹ پارٹی کی میٹنگ تھی اس میٹنگ میں تاج مری اور کامریڈ نذیر عباسی تھے، تاج مری جو پارٹی کی طرف سے سیل کے انچارج تھے اور نذیر عباسی خصوصی طور پر شریک ہوئے جہاں فیصلہ کیا گیا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی جدو جہد میں شریک ہونے کے لئے سندھ کے دوستوں کو جانا چاہئے مجھے کہا گیا کہ میں اس سلسلے میں حیدرآباد جاؤں یہاں میری دوستوں سے ملاقات ہوئی رات سندھ یونیورسٹی کے انٹرنیشنل ہاسٹل میں گذاری صبح کو گاڑی کھاتہ ٹریڈ یونین آفس پہنچ گیا جہاں آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو، الطاف رحمٰن اور محمد سلیم بیگ پہلے سے موجود تھے شمیم واسطی نے کوٹری سے گاڑی میں بٹھا کر جیکب آباد روانہ کیا، جہاں امداد اوڈھو سے ملاقات ہوئی اور پٹ فیڈر میں جا کر موبلائیزیشن کا پروگرام ترتیب دیا پٹ فیڈر جانے سے پہلے ہم نے سکھر میں جا کر پریس ریلیز جاری کی۔

ٹیمپل ڈیرہ میں خوف اور حراس کی صورت حال تھی حمیدہ گھانگھرو اور آصفہ رضوی پیر بخش سامت کے گھر میں رہیں، ہم تینوں لڑکے دن کو انکے ساتھ موبلائزیشن کرتے تھے اور رات کو پیر بخش سامت کے گھر یا کسی کسان ساتھی کے گاؤں میں رہتے تھے، ہم اکیلے اکیلے گرفتاریاں نہیں دینا چاہتے تھے، پانچ مارچ سے گیارہ مارچ تک ہم نے وہاں موبلائیزیشن کی اور بارہ تاریخ کو بھوک ہڑتال پہ بیٹھ گئے۔

اس موقعے پر شیر محمد مینگل اور دیگر دوست بھی وہاں پہنچے اور ہمارے ساتھ یکجہتی کا اظہار

کیا اس موقعے پر نعرے لگائے گئے تقریریں کیں جس کے بعد 20 ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا جس میں سے 15 مقامی ساتھی تھے، ہم 5 ساتھیوں کو مچھ جیل بھیجا گیا جب کے مقامی ساتھیوں کو وہیں لاک اپ میں رکھا گیا۔ رات کو ڈھائی بجے ہمیں مچھ جیل بھیجا گیا مجھے بچہ وارڈ میں رکھا گیا الطاف الرحمٰن کو پاگلوں کی بیرک میں رکھا گیا جب کہ محمد سلیم کو ماڑی کے قریب بند وارڈ میں رکھا گیا ، دوسرے دن صبح کامریڈ رمضان پہنچے اور ہمیں کمبل لا کر دیئے کافی دیر کے بعد سپریٹنڈنٹ آیا میں نے ان سے کہا کہ ہم سیاسی قیدی ہیں ہمیں بند بیرک میں رکھا گیا ہے یہ بات آپ کے لئے نقصان دہ ہے اس کے بعد سپریٹنڈنٹ نے ماڑی پہ ہمیں بلایا اور ہم سے دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے یہ بھی پوچھا کہ آپ پر تشدد تو نہیں کیا گیا، میں نے کہا کہ ہم پر جیلر چنگیزی نے تشدد کیا ہے۔

اسی دوران کیس کی ایک پیشی ہوئی تھی اسلام آباد سے ایک ٹیم آئی جنکا ایک حساس ادارے سے تعلق تھا انہوں نے ہم سے مختلف سوال کیے اور دھمکیاں بھی دیتے رہے، جیل میں ہم نے یکم مئی کا جشن بھی منایا ، ٹیمپل ڈیرہ میں تحصیلدار کی عدالت میں ہمیں بلوا کر کہا گیا کہ معافی نامہ لکھیں اور چلے جائیں لیکن ہم نے انکار کیا جس کے بعد ایک جرگہ بٹھایا گیا جس میں مقامی لوگوں کو شامل کیا گیا جرگے میں ہمیں پیش کیا گیا جہاں ہمیں کہا گیا کہ آپ ضمانت کروائیں ہم نے ضمانت کروانے سے انکار کیا اور کہا کہ آپکو جو سزا دینا ہے دے دیں لیکن جرگے کا انتظامیہ پر دباؤ تھا کیونکہ بلوچی جرگے کے ممبران روایت کے مطابق مہمان خواتین کی گرفتاری کو برا سمجھتے تھے آخر میں یہ کہا گیا کہ آپ یہ لکھ کر دیں کہ جس دن آپ نے بھوک ہڑتال کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ شہر میں اس دن 144 لگا ہوا ہے اسی دوران ایک ساتھی آیا جس نے سرخ پرچم ہمارے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ دوستوں نے کہا ہے کہ آپ یہ لکھ کر دیں کہ آپ کو 144 کا پتہ نہیں تھا، رہائی کے بعد ہمیں صوبہ بدر کر دیا گیا اور ٹمپل ڈیرہ اسٹیشن سے گاڑی میں بٹھا کر سندھ بھیجا گیا۔ رہائی کے بعد ہم نے اخبارات میں نذیر عباسی کی گرفتاری کی خبر پڑھی ہم سکھر آئے جہاں سے ایک ٹیم کراچی روانہ ہوئی میں حمیدہ کو چھوڑنے کے لئے محراب پور چلا گیا محراب پور میں ہمیں معلوم ہوا کہ نذیر کنڈیارو جیل میں قید ہے اس کے بعد حمیدہ گھانگرو اور اسکے گھر والے اور میں ٹرین کے ذریعے محراب پور سے کنڈیارو روانہ ہوئے کنڈیارو لاک اپ میں پہنچے تو نذیر ایک چارپائی پر سویا ہوا تھا اور ہاتھ میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی کامریڈ نظیر عباسی سے ملاقات کے بعد میں اپنے گاؤں نواب شاہ چلا آیا، جہاں مبارک واہ کے ہاریوں کی بیدخلیوں کے خلاف تحریک چل رہی تھی میں اس تحریک میں سرگرم ہو گیا اور جلد ہی دوبارہ گرفتار ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

محمد الطاف الرحمٰن

محمد الطاف الرحمٰن نے بتایا کہ میں ہمیشہ تلاش معاش کے سلسلے میں سرگرداں رہتا تھا اس زمانے میں سب سے پہلے فرینڈ ماچس میں ملازم ہوامیں نویں جماعت میں پڑھتا تھا، سن فلاور ٹیکسٹائل مل میں کام کیااور وہاں سے ٹریڈ یونین میں شامل ہوا۔

ہم جہاں چائے پینے ہوٹل پر بیٹھتے تھے وہاں ایمپریل ربڑ فیکٹری کورنگی کے مزدور رہنما انور خان آتے تھے ان کی باتوں سے متاثر ہوکر یونین بنائی جس کے نتیجے میں 13 آدمی مجھ سمیت نکالے گئے، کیس داخل کیا ہائیکورٹ سے بحالی ہوئی، اور ہم بحالی کے بعد پھر نکالے گئے۔

سن فلاور ٹیکسٹائل مل میں جب کام کرتا تھا تو کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ لوگوں سے ملاقات ہوئی وہاں سے نکالے جانے کے بعد کورنگ گلاس میں نوکری ملی یہاں سے پارٹی سرگرمیاں شروع کیں، ڈاکٹر اعزاز نذیر اور انور خان سے متاثر ہوئے، کورنگ کی سروس کے دوران پاکستان ورکرز فیڈریشن کے ایریا کورنگی آفس سے مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے شو مارکیٹ کے آفس میں آنا جانا رہا وہاں میٹنگ میں جاوید شکور چیئرمین، جنرل سیکریٹری آصفہ رضوی اور نواز بٹ نے پٹ فیڈر کیس کے بارے میں بتایا کہ کامریڈ رمضان اور ساتھیوں کی گرفتاریاں ہوچکی ہیں، اور اب تحریک کو آگے بڑھانا ہے ہم سے پوچھا گیا کہ اس تحریک میں کون رضا کارانہ طور پر جانا چاہتا ہے وہ اپنے نام فہرست میں لکھوائے، اس کے بعد جو فہرست بنی، اس

میں لیاری، کورنگی، کیماڑی سے لوگ شامل تھے بس کے ذریعے، آصفہ رضوی، تنویر شیخ اور میں حیدرآباد گئے، نذیر عباسی کی شادی کو کچھ دن ہوئے تھے انکی بیوی حمیدہ ہمارے ساتھ تھیں۔

ہم نے علاقے کا دورہ کیا، شہیدوں کی قبروں پر گئے اور لوگوں سے ملے لوگوں کو ہڑتال کا پروگرام بتایا، اوستہ محمد بھی آئے بھوک ہڑتال کیلئے حاجی کوڑا خان کے ہوٹل پر بیٹھے ہمارے ساتھ 500 کے قریب مقامی لوگ تھے۔

بھوک ہڑتال کی تیاری کے عمل میں ہمیں نور محمد جمالی، تاج محمد جمالی وغیرہ دھمکیاں دینے آئے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں ڈیرہ بگٹی میں لیجا کر چھوڑ دو، بھوک ہڑتال کے دوران بلوچستان ریزرو پولیس BRP والے آگئے روڈ بلاک تھا ہم نے تقریریں کیں۔

بی ایس او کے ساتھی اور مقامی ساتھی نعرے لگا رہے تھے، ڈپٹی کمشنر آیا اور رینجرز کی گاڑی میں 14 سے 15 لوگوں کو ڈال دیا، راستے میں ہم سے کہا گیا کہ ہم بھوک ہڑتال ختم کردیں، ہم نے کہا کہ ہم مطالبات پورے ہونے تک بھوک ہڑتال ختم نہیں کرینگے۔

ہمیں ڈائریکٹ مچھ جیل لے گئے ہم سب کو باری باری بندوارڈ لے جا کر تشدد کیا اور کہا کہ رمضان والے سرخے ہیں یہ تم لوگوں کو خراب کررہے ہیں، ہم نے کہا کہ ہم تو ان ہاریوں کی خاطر آئے ہیں، دوسرے دن پولیس والوں نے تشدد کرنے پر ہم سے معافی مانگی۔

ہم پر زور دیا جانے لگا کہ ہم معافی نامہ لکھ کردیں، چھ سات دن تک ہمیں اکیلا اکیلا رکھا گیا، کامریڈ رمضان والے جیل کے چکر میں تھے ایک دن دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی کامریڈ رمضان نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر انتظامیہ سے مذاکرات کے بعد ہمیں پانچ نمبر بیرک میں ایک ساتھ رکھا گیا، اسکے بعد بی ایس او کے ساتھی بھی آگئے، یکم مئی ہم لوگوں نے مچھ جیل میں شاندار طریقے سے منایا۔

ہمیں ہر مرتبہ پیشی پر ٹیمپل ڈیرہ لے جاتے تھے۔ گھر سے خط وکتابت ہوتی رہتی تھی، رہائی کے بعد ہمیں بلوچستان بدر کرنے کا حکم دیا گیا، ہمارے ساتھ انتظامیہ کے بندے سادہ لباس میں ساتھ ساتھ تھے ان میں سے کچھ جیکب آباد میں اتر گئے اور کچھ آگے تک ساتھ رہے۔

اس وقت ہم اور ہمارے ساتھی ایک انقلابی جذبے سے سرشار تھے، اور ہمیں اعتماد تھا کہ

ہمارے تمام ساتھی بھی پر عزم اور با اعتماد ہیں اس لئے ہمیں تبدیلی نظر آتی تھی، لیکن بعد میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور ملک کی صورتحال ایسی ہوگئی کہ دل خراب ہوگیا مختلف طریقوں سے لوگوں کو لسانی، مذہبی جھگڑوں میں الجھایا گیا، اسکے بعد ہتھیاروں کے ذریعے بھی لوگوں کو خراب کیا گیا۔

لیکن اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو چاہتے ہیں اور کوشش میں ہیں کہ ہاریوں اور پسماندہ طبقات کی زندگی میں کوئی بہتر تبدیلی آئے، جس کے لئے وہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔

☆☆☆

محمد سلیم بیگ

کامریڈ محمد سلیم نے بتایا کہ پٹ فیڈر کسانوں کی تحریک کے دوران شہاب الدین ،الطاف الرحمٰن ،حمیدہ گھانگرو، آصفہ رضوی اور 90 افراد جو کہ مقامی ٹیمپل ڈیرہ کے تھے انہیں گرفتار کیا گیا تھا ،ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پانچوں پر کیس چلا ساتھی نذیر عباسی نے گاڑی کھاتہ حیدرآباد میں ٹریڈ یونین آفس میں آکر بتایا اور لوگوں کی ٹیمپل ڈیرہ جانے کی بات کی، میں گاڑی کھاتہ ٹریڈ یونین کے آفس میں رہتا تھا۔

ٹمپل ڈیرہ میں ،شیر محمد مینگل اور دیگر مقامی رہنماؤں سے ملاقات ہوئی ،وہاں لوگ بہت پریشان تھے کیونکہ ان پر زمینداروں اور

وڈیروں نے زیادہ پریشر ڈالا ہوا تھا۔

عام لوگ لڑنے کے لئے تیار تھے ٹمپل ڈیرہ میں ایک ہوٹل کے سامنے بیٹھ کر احتجاج کیا نعرے لگائے گئے ہمارے ساتھ پانچ سو کے قریب لوگ تھے اور سڑک بلاک ہوگئی نعرے لگ رہے تھے بھوک ہڑتال میں عام لوگ بھی بیٹھے تحصیل دار بہت حراساں کر رہا تھا۔ DC نے 5 بجے آ کر گرفتار کیا تقریباً 95، لوگوں کو گرفتار کیا گیا انتظامیہ نے ہم سے کہا کہ تاج محمد جمالی آپ سب سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں ہم لوگوں نے بات کرنے سے انکار کیا۔ ہم پانچ لوگوں کو دوسرے لوگوں سے الگ کر کے پولیس جیپ کے ذریعے مچھ جیل بھیج دیا گیا تقریباً رات کو 3 بجے مچھ جیل پہنچے پولیس نے مجھ پر تشدد کیا اور کہا کہ تم نے لڑکیوں کو اغوا کیا ہے مجھے سب سے الگ رکھا۔ صبح کامریڈ رمضان اور ساتھیوں نے ہمیں اکھٹا کیا اور ایک جگہ رکھا۔ تین مرتبہ تاریخ پر ٹمپل ڈیرہ پیشی پر لے گئے تھے تیسری پیشی پر ہمیں رہا کر دیا گیا، ہماری گروپ لیڈر آصفہ رضوی تھیں، وہی ہمارے گروپ کی طرف سے بات چیت کرتی تھیں۔

ہماری جب پیشی ہوتی تھی تو مقامی 90 لوگ بھی پیش کئے جاتے تھے یہ سب لاک اپ میں ہوتے تھے اور سب کے حوصلے بلند تھے لیکن ان کے اوپر قبائلی دباؤ تھا۔

ہر پیشی پر اپنا سامان ساتھ لے جاتے تھے۔ رہائی 95 افراد کے ہوئی تھی تمام لوگ رہائی کے بعد ٹیمپل ڈیرا شہر آئے اور ٹیمپل میں ہمیں ریل گاڑی کے پاس بنا کر دیئے اور ریل گاڑی میں بٹھا کر واپس چلے گئے۔

مارشل لا کا زمانہ تھا ایک جذبہ تھا کہ کچھ تبدیلی لانے کے لئے کچھ کرنا ہے اب بھی اس کردار پر فخر محسوس کرتے ہیں، پٹ فیڈر بلوچستان کے لوگ کافی پریشر میں تھے ہماری تحریک پر سرگرم ہو جاتے تھے جاگیرداروں کے دباؤ میں پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

جیل میں BSO خضدار کے لڑکے اور محمد خان مینگل، مجید بلوچ کی پھانسی کے خلاف احتجاج کرنے پر گرفتار ہو کر آئے تھے۔

☆☆☆

پٹ فیڈر میں سندھ کا تیسرا وفد

حیدرآباد سے تین مزدور رہنماؤں کا گروپ جو محمد زمان خان یوسف زئی، گل محمد عرف غلام قادر اور عبدالحئی پر مشتمل تھا، محمد زمان کی قیادت میں ٹیمپل ڈیرہ پہنچا تو مقامی لوگوں پر جمالی جاگیرداروں کے ساتھ بروہی قبیلوں کے سرداروں کا دباؤ بھی اس قدر بڑھ گیا تھا کہ تحریک میں شامل مقامی رہنما بلکل غائب ہو چکے تھے، ٹیمپل ڈیرہ بازار کے دکانداروں اور عام لوگوں نے محمد زمان خان والوں کو کہا کہ اب یہاں بھوک ہڑتال وغیرہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ لوگ واپس چلے جائیں آپ لوگوں کی گرفتاری کا کوئی بھی فائدہ نہیں، محمد زمان اور انکے ساتھی حیدر آباد سے یہ فیصلہ کر کے ٹیمپل ڈیرہ آئے تھے کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی حمایت میں ٹیمپل ڈیرہ میں بھوک ہڑتال کر کے گرفتاری دینا ہے اس لئے انہوں نے صورت حال کی تبدیلی کو نظر میں رکھے بغیر جرتمندانہ فیصلہ کیا یہ ساتھی رات کو جیکب آباد لوٹ گئے وہاں ایک ہوٹل میں قیام کیا شیٹوں پر مارکر سے پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات تحریر کئے اور دوسرے دن صبح ٹیمپل ڈیرہ آکر تینوں روڈ کے کنارے پر کھڑے ہو کر نعرے لگانے لگے دکان داروں نے کہا ہماری دوکان کے سامنے سے ہٹ جاؤ تو انھوں نے روڈ کے درمیان کھڑے ہو کر نعرے لگانے شروع کر دیئے، انتظامیہ نے گرفتار کر کے انھیں چھتر جیل (لاک اپ) میں ڈال دیا، اس کی روداد آپ محمد زمان خان اور گل محمد عرف غلام قادر کی یاداشتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

ان تینوں ساتھیوں کے علاوہ کئی مقامی لوگ ان کے ساتھ گرفتار ہوئے ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے میں لیویز کی طرف سے داخل کردہ مقدمات کے ریکارڈ کی تلاش میں دوبار ٹیمپل ڈیرہ گیا مگر ریکارڈ کے کباڑ خانے میں سے مجھے پٹ فیڈر کسان تحریک میں کسانوں کی حمایت میں گرفتار ہونے والوں کی تفصیل نہیں مل سکی، اکثر گرفتار شدہ ساتھیوں کے نام مختلف اخباری بیانات سے لئے ہیں۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ غلام نبی مگسی، جان محمد، بشام، علی شیر، نورالدین، عبدالحمید، غلام رسول، عبدالغفور ساسولی، عطا محمد بلوچ، شاہ نواز، سکندر خان، محمد اکبر، سعید خان، محمد انور، چاچا دیرک خان، حاجی مراد بندرانی، غلام سرور، حقدار، محمد بچل، شیر محمد اور سمندر خان۔

محمد زمان خان

12 اپریل 2009 زمان خان کے پاس میں اور شاہینہ جب انٹرویو لینے گئے ءتو وہ شدید بیمار تھے، ان پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا جس کے اثرات اب بھی موجود تھے، ہمیں دیکھتے ہی انکی آنکھوں میں ایک چمک آ گئی اور وہ ماضی کی اس جدوجہد کو بڑے حوصلے سے زبان کی لکنت کے باوجود بہت جوش سے بیان کرنے لگے۔

محمد زمان خان، شاہینہ رمضان کو پٹ فیڈر کسان تحریک کی یادداشتیں تحریر کروا رہے ہیں

کمیونسٹ پارٹی کی میٹنگ جو پاکستان ورکر فیڈریشن کے دفتر گاڑی کھاتہ حیدرآباد میں ہو رہی تھی جس میں شمیم واسطی مزدور طلبہ کسان رابطہ کمیٹی کے صدر اور تیس بتیس دوسرے ساتھی موجود تھے میں رابطہ کمیٹی کا آفیس سیکریٹری تھا، اس میٹنگ میں کراچی سے آئے ہوئے جاوید شکور نے ساتھیوں کے سامنے پارٹی کا بیان پڑھ کر سنایا ہمیں امام علی نازش کا پیغام بھی دیا گیا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک رکنی نہیں چاہیئے پارٹی نے یہ تحریک شروع کی تھی، ہم سے پوچھا گیا کون پٹ فیڈر تحریک میں بلوچستان جدوجہد کے لئے جانا چاہتا ہے ساتھیوں نے آمادگی ظاہر کی

سب سے پہلے میں نے ہاتھ اٹھا کر اعلان کیا عبدالحئی، غلام قادر، اور ساتھی بھی تیار تھے کچھ لوگ بلوچستان کی صورتحال اور ساتھیوں کی گرفتاری کی وجہ سے خوفزدہ بھی تھے۔

اپریل 1978 کی 8 یا 10 تاریخ تھی، پارٹی کے فیصلے کے دو دن بعد بس کے ذریعے روانہ ہوئے جیکب آباد اور ٹیمپل ڈیرہ کے حالات بہت خراب تھے ایک نائی سے بات کی اور شیر محمد مینگل کا پتہ پوچھا نائی نے ہمیں واپسی کا مشورہ دیا۔ ہم نے ٹیمپل ڈیرہ کے اسٹیشن پر پروگرام بنایا CID نے ہمیں گھیر کر دباؤ ڈالا کہ یہاں سے نکل جاؤ اور ریل گاڑی میں سوار کروایا وہ لوگ بھی جیکب آباد تک آئے ان کے اترنے کے بعد جیکب آباد میں ہم نے بی ایس او کے جنرل سیکریٹری رفیق کھوسو کا پتہ معلوم کیا ہمیں امداد اوڈھو کے پاس بھیج دیا گیا وہ گھر پر نہیں ملے، ہم نے رات جیکب آباد کے ایک چھوٹے ہوٹل کے کمرے میں گزاری۔

ہم نے صورتحال کا جائزہ لیا پٹ فیڈر ہاری تحریک کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کیلئے میں نے شیٹیں خرید کر رات کو شیٹیں لکھیں، جس پر یہ نعرے لکھے تھے، پٹ فیڈر کے شہیدوں کے قاتلوں کو گرفتار کرو، جاگیرداروں کا زمین پر سے قبضہ ختم کراؤ، نقصانات کا معاوضہ دو، ہمیں عبدالرحیم رند کی رائس مل کا پتہ دیا گیا تھا اور کہا گیا کہ گرفتاری نہ ہونے کہ صورت میں اگلا پروگرام عبدالرحیم کے پاس ہوگا یہ پروگرام پارٹی نے بنایا تھا۔

ساتھیوں میں دو رائے بن رہی تھیں، ایک رائے واپسی کی تھی اور دوسری رائے تحریک کو آگے بڑھانے کی تھی میں نے زور دیا کہ ہم نے تحریک کو آگے بڑھانا ہے۔ دوسرے دن ٹیمپل ڈیرہ میں نائی کی دوکان کے سامنے ہم لوگ بھوک ہڑتال کے لئے بیٹھے جس پر نائی نے ہمیں دکان کے سامنے سے اٹھنے کیلئے کہا وہ بہت خوفزدہ تھا، ہم اسکی پریشانی کو دیکھتے ہوئے سڑک کے درمیان میں آ کر بھوک ہڑتال پر بیٹھ گئے، ہم نعرے لگانے لگے کچھ دیر میں چاروں طرف سے لوگ آنا شروع ہو گئے اور ہمارے نعروں کا جواب دینے لگے مجمع بڑھتا گیا اور جوش و خروش میں اضافہ ہونے لگا، اتنے میں فوجی دو موبائل لے آئے لیویز پولیس بھی آئی فوج نے ہم کو حراست میں لے لیا۔

SDM,SHO آیا میری ایس ایچ او سے تلخ کلامی ہوئی، انہوں نے مجھے گالیاں دیں جس پر میں نے انہیں بلوچستان کا قاتل کہا، ہم نے احتجاج ریکارڈ کرایا کہ کسان گرفتار اور

شہید ہوئے ہیں اور ہم اپنی جدوجہد اسوقت تک جاری رکھیں گے جب تک پٹ فیڈر کے کسانوں کو انصاف نہیں مل جاتا، منشی بھی ہمدرد آدمی تھا اس نے کہا کہ تم نے اچھا بیان ریکارڈ کرایا۔

SDM کے سامنے بیان لیتے وقت انہوں نے ہم پر گنیں تانی ہوئی تھیں اور ہمیں گھیرے ہوئے تھے، عوام میں بڑا جوش تھا وہ مسلسل ہمارے ساتھ چل رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔

انھوں نے ہمیں گرفتار کر کے SHO کو بلایا جو پنجابی تھا اور اسکے ساتھ ہمیں روانہ کیا گیا ، ہمیں چھتر کی بس میں بٹھادیا لوگ ہم کو دیکھ کر پوچھ رہے تھے کہ یہ لوگ کون ہیں جو ہمارے حق کے لئے آواز اٹھا رہے ہیں، ہمیں چھتر میں رینجرز کے آفس کے پاس باڑ کے اندر چھوڑ دیا گیا یہ جگہ بلکل ویران تھی اور آبادی بھی دور تھی ہمیں کہا گیا کہ اب تم کو پتہ چلے گا اس ویرانے میں تم نے خود اپنی روٹی کا بندوبست کرنا ہوگا، وہاں پر بھی ہم نے نعرے لگائے لوگ جمع ہوگئے۔

میں نے پنجابی میں SHO سے بات کی، وہ ملتان کا تھا اس نے کہا کہ مجھے مروامت دینا اس نے بتایا کہ مجھے آرڈر ہے کہ تمہیں بگٹی کے علاقے میں چھوڑ دیا جائے لیکن میں تمہیں چھتر میں چھوڑ رہا ہوں اسلئے کہ تم سندھ کے مہمان ہو ہماری روایت ہے کہ ہم مہمان نوازی کریں۔

آدھے گھنٹے بعد SHO آیا اور ایک لمبی لکڑی کے تختے میں ہمارے پیر شکنجے میں پھنسا کر تالے لگادیئے وہاں پیپلز پارٹی کا ایک کارکن نصراللہ رند پہلے سے بند تھا، وہ ہم سے ملاوہ بھی پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک کے سلسلے میں یہاں قید تھا یہاں دو کھولیاں تھیں ہمیں ایک کھولی میں رکھا گیا۔

صبح ہمیں کھولا گیا جیل کے ساتھ سمندر خان کی حویلی تھی۔ اس نے SHO سے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں کھانا میں اپنے گھر سے بھیجونگا اس نے ہمیں، بہترین ناشتہ بھجوایا، سمندر خان نے کہا کہ ان کے کپڑے میرے گھر دھلیں گے اور ان کی ذمہ داری میری ہے وہاں پر ہم سوا مہینہ رہے۔

دوسرے دن رینجرز کا کرنل شام 5 بجے آیا اور پوچھا کہ حیدرآباد سے کون لوگ آئے ہیں؟ وہ حیدرآباد کا رہنے والا تھا، لائین میں کھڑا کر کے قادر اور عبدالحئی اور مجھ سے ذات پوچھی میں نے یوسف زئی پٹھان کہا اسنے پوچھا مجھے پہچانا اور کیپ اتار کر بتایا کہ میں بھی پٹھان ہوں ٹیبل کرسی لگائی گئی اور چائے کیک آگیا، SHO سے کہا کہ ان کا خیال رکھنا یہ اپنے دوست ہیں

ان کو اخبار دو اور شکنجے ہٹوادیئے۔ ہماری نصر اللہ اور سب کے ساتھ دوستی ہوگئی۔ سمندر خان کھانا بھیجتا تھا وہاں ہم تاش بھی کھیلتے تھے۔

وہاں ہم سیاسی کچہریاں کرتے تھے پولیس والے غور سے سنتے تھے، 8 دن بعد ہائی اسکول کے بچے جیل میں آئے اور کہا کہ سیاسی لوگوں سے ملنا ہے اور ضد کی کہ ملواؤ، SHO نے کہا کہ میری نوکری چلی جائیگی کچھ خیال کرو میں باہر آ گیا اور لڑکوں کے سامنے تقریر کی لڑکے بڑی حیرانی سے ہماری گرفتاری کی وجہ اور پٹ فیڈر میں کسانوں پر ہونے والے ظلم کی داستان سن رہے تھے اس کے بعد کوئٹہ سے 4 طالب علموں کا وفد ملنے آیا، SHO سے بات کی وہ اندر لیکر آیا واپسی کی بس نہ ہونے کی وجہ سے وہ رات کو ہمارے ساتھ رہے اور کچہری کرتے رہے صبح وہ لوگ چلے گئے ہمیں کچھ سادے کاغذ دے گئے اسکے بعد ہم خبریں بھی دینے لگے۔

SDM سرداروں کا ایک 3 رکنی وفد لایا انہوں نے کہا کہ وہ ہماری ضمانت دینگے میں نے کہا کہ ہم ان کو جانتے نہیں ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے پھر انہوں نے ہمیں ٹمپل ڈیرہ جیل منتقل کیا جہاں شیر محمد مینگل بھی تھا ہمیں ماڑی میں بٹھایا قیدیوں نے ہماری کھانے کا اہتمام کیا ہم کو ماڑی سے اندر جانے نہیں دیا جارہا تھا بہر حال ہم لڑ جھگڑ کر اندر گئے پہلے ہم نے کھانا کھایا پھر ساتھیوں سے گپ شپ کی ہم نے ماڑی میں جانے سے انکار کیا اور ساری رات ٹیمپل ڈیرہ جیل میں انقلابی گیت گائے وہاں کسان بھی تھے ایک عجیب جذبہ تھا میں ٹی بی کا مریض تھا اور زیر علاج تھا پھر بھی شمیم واسطی کی جگہ میں نے نمائندگی کی تو سب میں جذبہ ابھرا (میرا جسم بیمار تھا مگر میرا جذبہ بلند تھا۔)

SDM نے ٹمپل ڈیرا میں کہا کہ ہم کو رہا کرتے ہیں میں نے کہا کہ تم کس طرح چھوڑ رہے ہو ہمیں کوئی سرٹیفکیٹ دو اس کے بعد ٹیمپل جیل کی انتظامیہ نے ہمیں سرٹیفکٹ دیا اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں جاؤ گے، ہم نے ان سے کہا کہ ہم کوئٹہ جائیں گے انھوں نے ہمیں کوئٹہ کے ریلوے پاس بنوا کر دیے اور ہمیں کوئٹہ بھیجا گیا، کوئٹہ میں ہم نے کہا کہ ہم ساتھیوں سے ملیں گے کوئٹہ میں مشرق ہوٹل میں کمرہ لیا رات رہے صبح ہوئی تو ہوٹل سے باہر نکلے ایک دوست جیپ میں مجھے نظر آیا وہ مجھ سے لپٹ گیا اور مجھے ریلوے کالونی میں لے گیا اپنے گھر کھانا کھلایا ریلوے

ورکر یونین کے عبداللہ جان، نادر بلوچ اور دوسرے رہنماؤں سے بھی ملوایا، بڑا مجمع ملنے آیا۔ہم نے مصطفٰے شاہوانی۔علی نواز بلوچ کا پتہ کیا وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے۔

کوئٹہ کی پولیس بھی پریشان تھی اور ہم پر نظر رکھے ہوئے تھی کہ یہ کون لوگ آ گئے BSO، کے لڑکے چلتن ہوٹل میں ملے حبیب الرحمٰن اور سلیم کرد والے ملنے آئے ہم میٹنگ میں گئے میں نے دوستوں کے اسرار پر میٹنگ چلائی، ایک پارٹی کا لڑکا آیا اور میرے کان میں پیغام دیا کہ آپ کوئٹہ چھوڑ دیں آپ کی سیٹیں بک ہیں، وہ لڑکا سکندر جمالی تھا۔

ہم رات کو اسٹیشن پہنچے سکندر جمالی نے ہمیں ریلوے کے ساتھیوں کی ذمہ داری میں دیا اور کہا کہ آپ جیکب آباد اسٹیشن پر اتر کر سوجائیں تین بجے ایک شخص آپ کو اشارہ کریگا آپ اس کے ساتھ چلے جانا۔

وہ شخص آیا ہم اوستہ محمد میں اُترے رحیم رند کی رائس مل میں پہنچے وہاں پر نہائے دھوئے پھر قاسم بروہی اور محمد علی آئے BSO کے دوسرے لڑکے بھی آ گئے۔

رات کے 8 بجے صوفی عبدالخالق کے لوگ آئے اور ہمیں بتایا کہ نکلنا ہے ایک گھنٹہ سفر کے بعد ایک حویلی میں پہنچے وہاں صوفی سے ملاقات ہوئی طے یہ ہوا کہ ساتھیوں کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا جائیگا، ہم سے کہا گیا کہ پٹ فیڈر کا دورہ کرنا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے میٹنگز کا اہتمام کیا گیا تھا۔

چاولوں کا سیزن تھا، میں بیمار ہوگیا کیونکہ بد پرہیزی ہوگئی تھی عبدالحئی واپس چلا گیا، قادر نے واپس جانے سے انکار کیا میری طبیعت ٹھیک ہوئی صوفی کو پتہ چلا کہ مجھے ٹی بی ہے تو ہماری واپسی کا فیصلہ کیا گیا پھر ہم سکھر سے کراچی ایکسپریس میں سوار ہوئے۔حیدرآباد آئے جلد ہی آزادی صحافت میں ہم 17 ساتھی گرفتار ہوئے ایک سال دس کوڑوں کی سزا ملی سکھر جیل میں تشدد ہوا۔

❀☆❀❀☆❀❀☆❀

گل محمد عرف غلام قادر ڈیتھو

پٹ فیڈر کسان تحریک کے لئے حیدرآباد میں کامریڈ شمیم واسطی کی صدارت میں میٹنگ کی گئی جس میں میرا گل محمد عرف قادر بھائی محمد زمان اور عبدالحئی کا نام آیا کہ ہم پٹ فیڈر کسان تحریک میں جا کر شریک ہوں۔ اس میٹنگ میں مزدور دوستوں کے علاوہ طالب علم رہنماء تاج مری، امداد چانڈیو، سرفراز میمن بھی شریک ہوئے تھے۔

جیکب آباد ہوٹل پر رات کو قیام کیا صبح کو پٹ فیڈر چلے گئے وہاں ایک ہندو ڈاکٹر تھا اس سے ملاقات ہوئی اور اس نے ہماری مدد کی ہم نے رات کو ہوٹل میں ہی پلے کارڈ بنوائے اور ان پر پٹ فیڈر کے کسانوں کے حق میں نعرے لکھے اور صبح کو کوئٹہ سے سبی روڈ ٹیمپل ڈیرہ میں جا کر بھوک ہڑتال شروع کی ہم نے نعرے لگانے شروع کئے ایک گھنٹہ کے اندر سو کے قریب لوگ جمع ہو گئے فوجی بھی آ گئے وہاں شربت خان بھی آ گیا تھا وہ ہمیں بھوک ہڑتال ختم کر کے واپس جانے کیلئے آمادہ کرنے لگا ہم نے اسے پہچانے سے انکار کر دیا ہم تین ساتھیوں مجھے، عبدالحئی اور محمد زمان کو گرفتار کیا گیا کسی بھی مقامی باشندے کو گرفتار نہیں کیا گیا لیویز پولیس کے حوالے کیا گیا۔ لیویز میں ایک سندھی سپاہی تھا جب میں نے بتایا سندھ کے شہر سن سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ گلے ملے چائے پلائی کاغذی کاروائی کے بعد ایک گھنٹے کے بعد ٹیمپل ڈیرہ سے بس میں بٹھا کر جیل روانہ کیا گیا، بس میں جگہ نہیں تھی پولیس نے کہا کہ چھت پر بیٹھ جاو ہم نے انکار کر دیا ہمارے انکار کے بعد بس کے اندر ہمارے لئے جگہ بنائی گئی۔

11 بجے ٹیمپل ڈیرہ سے ہمیں روانہ کیا گیا پانچ بجے چھتر جیل پہنچ گئے راستے میں گاؤں ویران تھے معلوم کرنے پر بتایا گیا قحط سالی کی وجہ سے لوگ گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ چھتر میں ہمیں لیویز کے حوالے کیا گیا۔ مقامی پولیس نے ہم سے کہا کہ اب تم لوگوں کو بھیک مانگ کر کھانا کھانا پڑیگا، یہ جگہ ویران ہے یہاں جیل میں کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں۔

نوٹ۔ اس کے بعد کی تفصیل محمد زمان خان کی یادداشت میں تحریر ہے۔

☆☆☆

مچھ جیل میں یوم مئی کا جلسہ اور ملاقات

اس فیصلے کے بعد یکم مئی کو اتوار کا دن آرہا تھا ہم نے جیل انتظامیہ کو یہ بتائے بغیر کہ اتوار کو یکم مئی ہے۔ درخواست کی کہ ہمیں جمعہ کے بجائے دو دن بعد سرکاری چھٹی کے دن اپنے ساتھیوں سے ملنے کی اجازت دی جائے، جس کی منظوری کے نتیجے میں جیل کے تاریخ میں یوم مئی 1978 کے دن مچھ جیل کے اندر ایک ایسا جلسہ ہوا جس میں 40 سیاسی اور غیر سیاسی قیدیوں جن میں دو لڑکیاں بھی تھیں اور انھوں نے بھی اس جلسے میں خطاب کیا۔

سارے ساتھیوں کو یکم مئی کے دن ایک بیرک میں جمع کرنے کیلئے ضروری تھا کہ جیل کی ایسی بیرک کو منتخب کیا جائے جس میں پہلے ہی زیادہ ساتھی موجود ہوں، اسلئے ہم لوگوں نے جیل کے گیٹ کے قریب بیرک نمبر پانچ کا انتخاب کیا جس میں پیر شہاب الدین، الطاف الرحمٰن اور محمد سلیم بیگ BSO خضدار کے تقریباً بیس طالبعلموں کے ساتھ رہتے تھے۔

سیاسی قیدیوں کے علاوہ ہم نے غیر سیاسی قیدیوں کو بھی یکم مئی کے اس جلسے میں شرکت کی دعوت دی تاکہ وہ قیدی جو ہمارے دوست بن گئے تھے انکو سیاسی طور پر مزید اپنے قریب لایا جاسکے، سب سے پیچیدہ اور مشکل کام جیل کے اندر یکم مئی کیلئے بنا ہوا بینر لانا تھا، اسلئے ہم نے طے کیا کہ جیل کے اندر بینر خود بنائیں گے اکثر ساتھیوں کو پتہ ہے کہ میں پینٹر کا کام بھی کر لیتا ہوں، مچھ جیل کے اندر لکھائی کا سامان لانا مشکل تھا اسلئے یوم مئی کا بینر بنانے کا عمل اسطرح شروع کیا گیا کہ میں نے جیل کے سپاہی کے ذریعے آصفہ رضوی کو دو ڈھائی میٹر کا سرخ کپڑا اپنے پاس سے یا بازار سے خرید وا کر بھجوانے کیلئے پیغام بھجوایا، آصفہ اور حمیدہ کو یہ آسانی تھی کہ وہ وارڈرن عورت یا جیل انتظامیہ کے ذریعے اپنی ضرورت کیلئے کپڑا منگوا سکتی تھیں۔

یکم مئی کی صبح کو جیل کا ایک سپاہی پکی ہوئی سویاں جیل کی بڑی تھالی میں سرخ رنگ کے دستر خوان سے ڈھک کر لے آیا، ڈھائی میٹر کے کپڑے کو چار تہہ کر کے باقائدہ ہاتھ سے کنارے سی کر دستر خوان کی شکل دی گئی تھی۔

ہم نے یوم مئی کا دن عید کے دن کی طرح صبح سویاں کھا کر شروع کیا، دستر خوان کی

سلائیوں کوکھول کر ڈھائی میٹر کا سرخ کپڑا ہمارے سامنے موجود تھا، ایک فوجی قیدی جسکا نام گل محمد چانڈیو تھا اور جو جیل کے دفتر میں کام کرتا تھا اس سے سفید سادہ کاغذ اور گوند منگوایا گیا، پھر میں نے سفید کاغذ پر یوم مئی کے شہیدوں کو سرخ سلام لکھا اور اسے کاٹ کر سرخ کپڑے پر گوند سے چپکا دیا۔

دن کے گیارہ بجے بیرک نمبر پانچ میں ساتھی جمع ہونا شروع ہو گئے بارہ بجے کے بعد مچھ جیل کے اندر یوم مئی کا جلسہ شروع ہوا، حمیدہ گھانگرو، محمد ایوب جتک، آصفہ رضوی، پیر شہاب الدین، غلام اکبر، الطاف الرحمٰن کے علاوہ مقامی کسان قیدی ساتھی، BSO کے دیگر رہنماؤں اور میں نے تقریریں کیں ساتھی عمر دین نے انقلابی اشعار پڑھے، جلسے کے بعد بیرک کے اندر ہی بینر اٹھا کر نعرے لگاتے ہوئے چکر لگائے۔

جلسے کے دوران کسان قیدیوں کی ملاقات آ گئی وہ ملاقات کیلئے چلے گئے، کچھ ہی دیر بعد بیرک کے احاطے کا گیٹ زور زور سے بجنا شروع ہوا، ایک ساتھی دروازہ کھولنے گیا ہم سمجھے کہ کسان ساتھی ملاقات کے بعد واپس آ رہے ہیں، مگر ہم نے دیکھا کہ حوالدار محمد زمان آیا ہے اس نے مجھے گیٹ پر بلایا اور شکایت کی کہ ایک تو آپ لوگوں نے مجھے بتائے بغیر جیل کے اندر جلسہ کیا جو غیر قانونی ہے دوسرے آپ لوگوں نے زور زور سے نعرے لگائے اور تقریریں کیں آپ لوگوں کی آوازیں جیل کے باہر تک جا رہی ہیں لہٰذا اپنا یہ جلسہ فوراً ختم کر دیا کم از کم نعرے بازی بند کرو، لیکن نہ تقریریں بند ہوئیں اور نہ ہی نعرے بازی۔

اس طرح پاکستان کی جیلوں کی تاریخ میں یہ پہلا سیاسی جلسہ خوش اسلوبی کے ساتھ ختم ہوا جس میں یکم مئی 1978 کے دن مچھ جیل کے اندر قیدی مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی خطاب کیا۔

کراچی کے ہم تین سزا یافتہ قیدیوں میں سے غلام اکبر کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اسٹوڈنٹ تھا والدین کے ساتھ رہتا تھا کوئی گھریلو ذمہ داری نہیں تھی گھر پر اور دوستوں کو خط لکھتا رہتا تھا، عمر دین کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا اس کی ایک بچی تھی میں اپنے پیچھے بغیر وسائل کے ایک مشترکہ گھرانہ چھوڑ کر آیا تھا بغدادی تھانے کے ساتھ دوسری گلی کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں اپنی بیوی شاہینہ ہماری ڈیڑھ سالہ بیٹی حمیرا شاہین اور چھ ماہ کے احمر رمضان، والدہ، بیمار بڑا

بھائی، ایک چھوٹی بہن اور ایک چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتا تھا۔

شاہینہ اور میں مشکل ترین حالات میں بھی کوشش کرتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی شادی کی سالگرہ پر ایک دوسرے سے ضرور ملیں میری اور شاہینہ کی مچھ جیل اور کراچی میں خطوط کے ذریعے شادی کی پانچویں سالگرہ پر ملنے کا پروگرام بنتا رہا، مچھ جیل کا ایک سپاہی عبدالقادر جو کچھ کچھ سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ خود بھی پٹ فیڈر کے علاقے کا تھا اس لئے ہمارا دوست اور ہمدرد بن گیا تھا اس سے مشورہ کیا اس نے کہا بے فکر ہو جائیں میں آپ کے مہمانوں کو اپنے کواٹر میں اپنے بچوں کے ساتھ ٹھہراؤں گا۔

مچھ جیل میں BSO کے مرکزی رہنما ایوب جتک کو بتایا کہ میری بیوی اور بچے زندگی میں پہلی بار بلوچستان آرہے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ان کو کچھ دن کوئٹہ میں ٹھہرائیں اس نے کہا کوئی مسئلہ نہیں آپ دن اور تاریخ بتائیں کہ کس وقت ہمارے ساتھی بھابھی اور بچوں کو لینے آئیں۔

اس سے پہلے شادی کے بعد جب گرفتاری ہوتی تھی تو کراچی جیل میں شاہینہ کم سے کم ہفتہ میں ایک دفعہ تو ضرور ملاقات پر آجاتی تھی، اب مسلسل تین ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھیطے شدہ پروگرام کے مطابق شاہینہ دونوں بچوں حمیرہ اور احمر اپنی والدہ، بھائی کی ساس اور میرے دو نیشنل موٹرز کے ساتھیوں محمد حنیف اعوان اور یار محمد کے ساتھ 12 مئی 1978 کے دوپہر مچھ کے ریلوے اسٹیشن پر اتریں جہاں سپاہی عبدلقادر نے شاہینہ اور اس کے ساتھ آنے والوں کو پہچان لیا، شاہینہ پروگرام کے مطابق پہلے سپاہی عبدلقادر کے گھر گئی وہاں سامان وغیرہ رکھکر کراچی سے آئے ہوئے سب لوگ مچھ جیل آئے، آج کی ملاقات مچھ جیل کی ماڑی میں طے تھی۔

احمر جسے میں چھ ماہ کا چھوڑ کر آیا تھا اب نو ماہ کا ہو گیا تھا اور کافی صحت مند ہو گیا تھا، موٹا تازہ بچہ کمزور شاہینہ کی گود میں اس نے شاہینہ کو اپنے وزن سے ایک طرف جھکایا ہوا تھا حمیرا شاہین جس کو میں ایک سال آٹھ ماہ کا چھوڑ کر آیا تھا اب وہ ایک سال گیارہ ماہ کی ہو چکی تھی ،شاہینہ کی انگلی پکڑے جیل کے گیٹ کے اندر داخل ہوئی اس کے ساتھ باقی لوگ بھی گیٹ کے اندر آگئے تھے، شام کا وقت ہو گیا تھا پھر بھی جیل کے لوگوں نے میرے ساتھ تعاون کیا کافی دیر تک ملاقات ہوئی۔

دوسرے دن 13 مئی کو پھر ملنے کا پروگرام بنا، میرے دوسرے ساتھیوں نے بھی دوسرے دن ملاقات کا پروگرام بنایا اس وقت آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو پیر شہاب الدین الطاف الرحمان پیر بخش سامت غلام قادر مینگل، ملگزار ڈوکی غلام اکبر، عمر دین اور میں پٹ فیڈر کسان تحریک کے قیدی تھے، ہماری سیاسی دوستیاں ایوب جتک اور علی احمد جتک کے ساتھ ہو گئی تھی اور سردار دودا خان کے بیٹے میر محمد یوسف اور میر علی محمد زرکزئی کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے ،جب سردار محمد یوسف اور علی اکبر کو پتہ چلا کہ میرے بیوی بچے اور کراچی کے دوسرے مہمان آرہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ کے ملاقاتیوں کی دعوت ہمارے پاس ہے سردار محمد یوسف اور علی اکبر نے 13 مئی کو اپنے بیرک میں کھانا پکوایا ہم سب نے مل کر جیل انتظامیہ کو جیل کے اندر کراچی کے مہمانوں کو روٹی کھلانے کے لئے رضامند کیا تھا، ہمارے کراچی سے آنے والے ساتھیوں کو 13 مئی کے دن سردار محمد یوسف زرکزئی والوں کی بی کلاس میں آنے اور پورا دن گزارنے کی اجازت دے دی گئی تھی، ہمارے اس پروگرام کا شاہینہ اور باقی مہمانوں کو پتہ نہیں تھا بس ان کو اتنا بتایا گیا تھا کہ صبح جلدی آجائیں دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔

13 مئی 1978 جب شاہینہ کراچی کے باقی مہمانوں کے ساتھ مچھ جیل کے پہلے بڑے گیٹ کے اندر آئی تو ان کی ملاقات آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو اور باقی ساتھیوں کے ساتھ بھی ہوگئی، آنے والوں کو یہ انتظار تھا کہ ملاقات کیلئے ابھی کوئی بیٹھنے کی جگہ بتائی جائیگی، جیل کے اندر کی طرف کا بڑا گیٹ بھی کھل گیا جب ہم لوگوں نے شاہینہ، بچوں اور دیگر مہمانوں کو جیل کے اندر چلنے کو کہا تو سب حیران ہوگئے، پھر جب ہم راستے میں اپنے بیرک نمبر 4 کو باہر سے دکھاتے ہوئے مہمانوں کو میر محمد یوسف اور میر علی محمد کے بی کلاس میں لائے تو وہاں چھوٹے سے باغ میں دریاں اور رلیاں بچھا کر مہمانوں کے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی، سب ایک دوسرے سے ملے گپ شپ لگاتے رہے میں شاہینہ اور بچوں کو بیرک کے ایک طرف لے گیا جہاں کیاریوں سے پھول توڑ کر دیئے شاہینہ جو مجھے حوصلہ دینے آئی تھی کہنے لگی، باہر کے لوگ تو خواہ مخواہ ہی مچھ جیل کا نام سن کر پریشان ہو جاتے ہیں، یہاں تو آپ لوگ بہت مزے میں ہیں اور اپنی سیاسی سرگرمیاں جیل میں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں، مہمانوں نے کھانا وغیرہ کھایا سارا دن مچھ جیل کے اندر رہے پھر

شام کوکراچی کے مہمان سپاہی عبدالقادر کے گھر چلے گئے۔

14 مئی کوشاہینہ اور بچوں کے علاوہ کراچی کے باقی مہمان بولان میل کے ذریعے کراچی روانہ ہو گئے شاہینہ اور بچے مجھ سے ملنے آ گئے جہاں میں نے ایوب جتک کی مدد سے شاہینہ اور بچوں کا کوئٹہ میں رہائش کا بندوبست کر لیا تھا، ملاقات کے دوران BSO کے رہنما محمد سلیم کرد آ گئے شاہینہ اور بچے ملاقات کے بعد سلیم کرد کے ساتھ جواب ڈاکٹر سلیم کرد ہے کوئٹہ روانہ ہو گئے۔

کوئٹہ میں BSO کے طلبہ اور بلوچستان لیبر فیڈریشن کے مزدور رہنماؤں نے پٹ فیڈر کسان تحریک کو سیاسی مدد دینے کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی شاہینہ اور بچوں کے قیام کا بندوبست اور مچھ جیل میں مجھ سے اور دوسرے ساتھیوں سے ملاقات کی ذمہ داریاں تقسیم کی ہوئی تھی میں اور شاہینہ خود چونکہ ٹریڈ یونین کارکن تھے اس لئے شاہینہ اور بچوں کی رہائش کا کوئٹہ میں بندوبست مزدور رہنماؤں کے گھر میں تھا دو چار دن سلیم کرد کے گھر پر ٹھہرنے کے بعد شاہینہ اور بچوں کو ٹریڈ یونین رہنما پارٹی کے ساتھی اختر بھائی اپنے گھر لے گئے، پھر بلوچستان لیبر فیڈریشن کے جنرل سیکریٹری حبیب الرحمان نے اپنے گھر مہمان رکھا اس دوران شاہینہ اور بچے ساتھیوں کے ساتھ مچھ جیل ملاقات کیلئے آتے رہے، یہ لوگ پچیس دن کوئٹہ میں رہے اسکے بعد شاہینہ بچوں کو لیکر کراچی چلی گئی، ان پچیس دنوں میں کوئٹہ کی آب و ہوا دوستوں کی فیملیوں کا دکھ اور تکلیف میں ساتھ اور سب سے بڑی بات ہماری مچھ جیل میں ملاقاتوں کی وجہ سے اسکی پریشانیاں ختم ہو گئیں، جس کی وجہ سے مچھ جیل میں ملاقات کر کے کراچی جاتے ہوئے شاہینہ کی صحت بہتر ہو گئی تھی بچے بھی خوش و خرم تھے۔

سندھ میں دیہہ مبارک واہ اور دوسرے علاقوں میں جاگیرداروں کی طرف سے کسانوں کی بے دخلیوں اور گرفتاریوں کے خلاف کسانوں (ہاریوں) اور سیاسی کارکنوں کی تحریکیں سندھ میں تیز ہو گئیں تھیں، اور پٹ فیڈر کے مقامی کسان اور ان کے ہمدرد خود اپنے، اپنے سرداروں کے دباؤ میں آ کر پٹ فیڈر کسان تحریک کیساتھ تعاون چھوڑ چکے تھے، اس لئے مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے ساتھی اور ان کے رہنما سندھ کے عوامی محاذوں پر زیادہ سرگرم ہو گئے تھے۔ صوبہ سندھ کے عوام ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری اور سیاسی قیدیوں کو کوڑوں کی سزاؤں کی

وجہ سے جنرل ضیاء الحق اور اس کی مارشل لاء حکومت کے خلاف زیادہ نفرت رکھتے تھے اس لئے سندھ کے عوام کے ابھار کو جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کے خلاف منظّم کرنا زیادہ آسان کام ہو گیا تھا اس لئے عملاً پٹ فیڈر کسان تحریک کی سیاسی جدوجہد ختم ہوگئی، اب عدالتی جدوجہد باقی تھی۔

پاکستان پیپلز پارٹی بلوچستان کے رہنما محمد خان باروزئی کے وعدے کے مطابق پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما ایڈوکیٹ محمد یعقوب یوسف زئی مچھ جیل میں ملنے آئے تھے انہوں نے ہائی کورٹ میں ہم لوگوں کی فوجی عدالت کی سزاؤں کے خلاف پٹیشن کردی تھی مگر ہائی کورٹ میں ہماری پٹیشن کا نمبر آنے سے پہلے ہمارے گروپ کی رہائیاں شروع ہو گئی تھی ۔ پہلے تین ماہ کے سزا یافتہ ڈاکٹر احمد حسین کو سبی جیل سے رہا کیا گیا پھر غلام قادر مینگل اور ملگزار ڈومکی کو مچھ جیل سے رہا کیا گیا ان کے دو دن بعد ہزار خان بنگلزئی کو سبی جیل سے چھ ماہ کی سزا مکمل ہونے کے بعد رہا کر دیا گیا۔ مچھ جیل میں پٹ فیڈر کسان تحریک کے باقی ہم چار ساتھی غلام اکبر، عمرالدین، پیر بخش سامت اور راقم الحروف اپنی ایک سال کی سزا پرعزم طریقے سے گذارنے کے لیئے مچھ جیل کے اندر پڑھنے پڑھانے اور سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے
زبان پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقہء زنجیر میں زباں میں نے

﴿☆﴾﴿☆﴾﴿☆﴾

میر محمد مراد جمالی کا قتل

مقتول میر محمد مراد جمالی

ہم چار لوگ ابھی مچھ جیل میں تھے کہ خبر آئی کہ مورخہ 22 جولائی 1978 کو دوپہر نماز جمعہ پر جاتے ہوئے جمالی جاگیرداروں کے سرکردہ رہنماء پاکستان مسلم لیگ بلوچستان کے صوبائی صدر میر محمد مراد جمالی کو کوئٹہ میں قتل کر دیا گیا اور کچھ ہی دنوں کے بعد اخبارات کے ذریعے یہ تفصیل آ گئی کہ میر محمد مراد جمالی کا قتل لہڑی قبائل کے ان لوگوں نے کیا ہے جن کے ایک ہی گھر کے چار افراد جمالی جاگیرداروں کے پرائیویٹ لشکر نے پٹ فیڈر میں شہید کئے تھے کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنے بڑے احتجاج کے باوجود جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت نے کسانوں کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا قاتلوں کو سزائیں نہیں دیں قبائلی رسم و رواج کے مطابق جمالی جاگیرداروں نے مقتول کسانوں کے ورثاء سے نہ خون معاف کروایا نہ خون بہا دیا یعنی فوجی مارشل لاء حکومت میں قانون کی حکمرانی نہ ہونے کی وجہ سے کسانوں کے قاتلوں کو گرفتار نہ کرنے کی وجہ سے قبائلی کسانوں نے قانون کو مجبوراً اپنے ہاتھ میں لیکر اپنا حساب جمالی جاگیرداروں سے خود لینے کا فیصلہ کیا بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ میر محمد جمالی کو قتل کرنا اسلیئے آسان ہو گیا کہ وہ خود کو قبائلی جھگڑوں سے دور رکھنا چاہتے تھے اسلیئے وہ بے فکر ہو کر بغیر کسی گارڈ کے کوئٹہ میں اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے، کسانوں سے زرعی اصلاحات میں ملنے والی زمینوں کو واپس لینے کا شوق اور اس جھگڑے کو بڑھانے کے ذمہ داری میر ظفر اللہ جمالی عرف جبل جمالی پر تھی جو جنرل مشرف کے دور حکومت میں وزیر اعظم کی کرسی کا بھی مزا لے چکے ہیں، یہ صورتحال حکمران طبقات کیلئے انتہائی تشویش ناک تھی، آئی جی پولیس نے پہلے چار لوگوں کی گرفتاری کا اعلان کیا پھر دو لوگوں کی گرفتاری کا اعلان کیا۔

مورخہ 30 جولائی 1978 کے دن ہم لوگ مچھ جیل کی بیرک نمبر 4 کے میدان میں بیٹھے

ہوئے تھے جہاں سے جیل کے باہر کے پہاڑیوں پر لوگ اور بھیڑ بکریاں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ اونچائی پر موجود میدان کے اس حصے کو ہم لوگ پکنک پوائنٹ کہا کرتے تھے، اتنے میں آسمان پر تین ہیلی کاپٹر مچھ جیل کے اوپر سے گزرے ہمارے ساتھ دو فوجی کمانڈو حولدار ملتان کچا کوہ کے گل محمد بلوچ اور گجرات کے محمد انور اس وقت بیرک میں موجود تھے، انہوں نے ہمیں بتایا کہ جنرل ضیاء الحق ان تین ہیلی کاپٹروں میں سے کسی ایک میں موجود ہے، تین ہیلی کاپٹر اس لئے ہیں کہ اگر کوئی زمین سے فضا میں وار کرے تو اسے یہ پتہ نہ چل سکے کہ VIP کس ہیلی کاپٹر میں ہے، ہم لوگوں کو جنرل ضیاء الحق کے کوئٹہ آمد کی خبر اخبارات کے ذریعے مل چکی تھی۔

یہ تینوں ہیلی کاپٹر کوئٹہ سے سبی کی سمت جا رہے تھے ہم لوگوں کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ جنرل ضیاء الحق اپنے رفیق کار میر ظفر اللہ جمالی کے کزن میر محمد مراد جمالی کی تعزیت کیلئے روجھان جمالی ضلع نصیر آباد جا رہا ہے۔

دوسرے دن کی اخبارات نے ہمارے اندازے درست ثابت کر دیے کہ اسلامی دنیا کے امیر المومنین کا خواب دیکھنے والا آمر جنرل ضیاء الحق جس نے پانچ کسانوں کی شہادت پر ان کسانوں کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کے بجائے مقتول کسانوں کے عزیز رشتہ داروں کو گرفتار کروایا۔ پانچ شہید کسانوں کے قتل پر اظہار افسوس کا اخباری بیان تک جاری نہیں کیا اور ایک جاگیردار کے قتل پر بذات خود جمالی جاگیرداروں کے گاؤں روجھان جمالی جا رہا تھا جنرل ضیاء الحق کے اس دوغلے پن کو بے نقاب کرنے کیلئے میں نے مچھ جیل سے مضمون تحریر کیا تھا جو ہفت روزہ معیار میں چھپا تھا۔

دوسرے دن اخبارات میں یہ بھی چھپا کہ جنرل ضیاء الحق نے 1972 مارشل لا ریگولیشن 117 کے تحت جو زرعی زمینیں الاٹ کی گئی تھیں ان پر چھ ماہ کے لئے عملدرآمد روک دیا ہے، وجہ یہ بتائی گئی کہ زرعی زمینوں کی مزید منصفانہ تقسیم کے لئے ایسا کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ پٹ فیڈر میں زرعی اصلاحات ختم کر کے جاگیردارانہ نظام کو دوبارہ مضبوط کرنا تھا۔

جاگیرداروں اور جنرل ضیاء الحق کی حکمت عملی کو پٹ فیڈر کے کسانوں کی احتجاجی تحریک نے اور مقتول کسانوں کے ورثاء کا قبائلی بدلہ عام غریب جمالی سے لینے کے بجائے جمالی جاگیردار

گھرانے کے اہم فرد جنرل ضیاء الحق کی مسلم لیگ کے صوبائی صدر سے لینے پر، اب جنرل ضیاء الحق اور اس کے رفقاء کار کو یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ ملتان کے غریب مزدوروں کے قاتل ٹیکسٹائل ملز کے مالکان، انتظامیہ اور غنڈوں کو فوجی حکومت کی طرف سے تحفظ دینا آسان کام تھا، مگر بلوچستان کے قبائلی معاشرے میں طبقاتی شعور آنے کے بعد کسانوں کے قاتل جاگیرداروں کو تحفظ دینا مشکل ہے، اپنے رفقاء کار جمالی جاگیرداروں کو قبائلی انتقام کے ذریعے قتل ہونے سے بچانے کیلئے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت نے پٹ فیڈر کے کسانوں کے غیض غضب کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور تنازعات کو حل کرنے کے لئے اسپیشل جرگہ بنانے کا اعلان کر دیا۔

اس روز جنرل ضیاء الحق نے ٹیمپل ڈیرہ کا نام ڈیرہ مراد جمالی رکھنے کا اعلان کر کے ایک بار پھر پٹ فیڈر کے کسانوں کو مایوس کیا، اس سے پہلے پانچ کسانوں کی شہادت کے بعد پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک میں یہ مطالبہ بھی ابھر کر سامنے آیا تھا کہ ٹیمپل ڈیرہ کا نام ڈیرہ کسان رکھا جائے۔

آکتوبر 1978 کے شروع کے دنوں میں مچھ جیل میں ہم تین کراچی والے میرے علاوہ غلام اکبر، عمر دین اور ٹیمپل ڈیرہ کے پیر بخش سامت سے ملنے پٹ فیڈر سے میر گل موسیانی اپنے بھتیجے مہر اللہ موسیانی کے ساتھ آئے، ہم سب بہت خوش ہوئے بہت عرصہ ہو گیا تھا۔ پٹ فیڈر کے کسانوں کی طرف سے ہماری ملاقاتیں سبی جیل تک رہیں مچھ جیل میں ان ملاقاتوں کا سلسلہ بہت کم رہا، میر گل موسیانی وہ شخص تھے جو پٹ فیڈر کے کسان تحریک کا بہت اہم کردار تھا۔ اس کے گاؤں پر جمالی جاگیرداروں نے حملہ کیا تھا اس کے گاؤں نے پٹ فیڈر کے کسانوں کی زمینوں پر جاگیرداروں کے قبضہ کے خلاف، قانونی، سیاسی اور مسلح مزاحمت تینوں محاذوں پر بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا۔

میر گل نے ادھر ادھر کے حال احوال لینے کے بعد آہستہ سے مجھ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کی طرف سے آپ کی ملاقات تو ہر ماہ آتی رہی ہے نا؟ میں بہت حیران ہوا ہمیں پٹ فیڈر کے کسان ساتھیوں سے یہی تو شکایت تھی کہ انہوں نے ٹیمپل ڈیرہ لاک اپ اور سبی جیل تک ہمارا اتنا خیال رکھا ملاقاتوں میں اتنا سامان دے جاتے تھے کہ ہم اپنا فاضل سامان ضرورت مند قیدیوں کو دے دیتے تھے لیکن مچھ جیل آنے کے بعد پٹ فیڈر سے کوئی ہم کو پوچھنے بھی نہیں آیا ہم سمجھے کہ

پٹ فیڈر کے کسان ساتھی اپنے اپنے سرداروں کے دباؤ میں آنے کی وجہ سے ہم قیدیوں سے رابطہ رکھنا مناسب نہیں سمجھ رہے ہیں، میر گل کے اس سوال کے جواب میں مجھے طنزیہ انداز میں یہ کہنا پڑا کہ مچھ جیل آنے کے بعد تم پٹ فیڈر کے کسان رہنماؤں میں سے پہلے ساتھی ہو جس کی ہم لوگوں نے صورت دیکھی ہے۔

میرے اس جملے کے بعد ماحول بالکل افسردہ ہو گیا، میر گل موسیانی بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا اور پھر بہت ہی زیادہ مدہم آواز میں بولا، میرا عید کی وجہ سے آپ لوگوں سے ملنے کا دل چاہا تو میں آپ لوگوں سے ملنے آ گیا اور خالی ہاتھ اس لئے آیا ہوں کہ ہم لوگوں نے پٹ فیڈر کی زرعی زمینوں کے ہر بلاک کے مالک پر کم از کم 50 روپے چندہ رکھا تھا۔ آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو کراچی کے اور دیگر ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد جیل اور عدالتی خرچے کے لئے پٹ فیڈر کے کسانوں نے ساڑھے چار لاکھ روپے جمع کئے تھے آپ لوگوں کو ہر ماہ سبی اور مچھ جیل میں پورے مہینے کا سامان پہنچانے کی ذمہ داری کچھ ساتھیوں پر رکھی گئی تھی، میں اور پٹ فیڈر کسان تحریک کے دوسرے سرگرم ساتھی اب تک یہی سمجھتے رہے ہیں کہ آپ لوگوں کی ہر ماہ ملاقات ہوتی ہوگی، ہر ماہ جیل کا سامان اور اخراجات ملتے ہونگے، میں جا کر دیکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے ساتھ ایسا ظلم کیوں کیا گیا بغیر سامان کے آپ لوگوں نے مچھ جیل میں یہ دن کیسے گزارے ہیں، میر گل موسیانی اتنی بار شرمندگی کا اظہار کر رہے تھے کہ ہم خود شرمندہ ہونے لگے میر گل موسیانی ملاقات کر کے چلے گئے دو یا تین دن کے بعد میر گل موسیانی کا بھتیجا مہر اللہ موسیانی تیرہ یا چودہ سال کا بچہ کپڑے کے چار جوڑے، سویاں، پوڈر کا دودھ، بہت ساری ڈبل روٹیاں، چینی، گھی، مصالحے اور پتہ نہیں کیا کیا آدھی بوری سے زیادہ سامان ہمیں دیکر واپس چلا گیا۔ حالیہ دنوں میں جب میں مہر اللہ سے اس کی پٹ فیڈر کی تحریک میں اپنے چچا میر گل موسیانی کے ساتھ شریک سرگرمیوں پر باتیں کر رہا تھا تو اس نے بتایا تھا کہ چچا میر گل موسیانی جب مچھ جیل میں آپ لوگوں سے مل کر آئے تو مجھے کہا کہ ہر قیمت پر عید سے پہلے آپ لوگوں سے ملاقات کروں آپ لوگوں کو سامان پہنچاؤں۔

دو دن میں ہم لوگوں کے نئے کپڑوں کے جوڑے عمر دین ساتھی کو درزی کا کام آنے کی وجہ سے درزی خانے میں تیار ہو گئے، بہت ساری ڈبل روٹیوں، دودھ اور چینی کی مدد سے شاہی

ٹکڑے بنائے گئے مچھ جیل میں عید کے دن ہم کراچی والوں کی بیرک میں عید ملنے آنے والے قیدیوں کی تواضع شاہی ٹکڑوں سے کی گئی، پورے مچھ جیل میں ہم پٹ فیڈر کے قیدیوں کی مہمان نوازی مشہور ہوئی ۔ مچھ جیل کے افسروں نے بھی شام کو پیغام بھجوایا کہ ہمارے لئے کیک کا حصہ آپ لوگوں نے کیوں نہیں بھجوایا۔اس کے بعد اکتوبر کے آخری ہفتے میں چاروں کی ایک سال کی سزا قید با مشقت جیل کی چھٹیاں ملا کر ختم ہوگئی۔

رہائی کے بعد پیر بخش ٹیمپل ڈیرہ کی طرف روانہ ہوگئے اور ہم تین کراچی کے ساتھی کوئٹہ کے ساتھیوں اور اپنی خواہش کے تحت کوئٹہ چلے گئے، کوئٹہ میں ساتھیوں نے سیاسی سوچ رکھنے والے ساتھیوں اور ٹریڈ یونین کے دوستوں کے ساتھ ہمیں استقبالیے دیئے اور میٹنگز کروائیں۔

مورخہ 17 نومبر سے 22 نومبر 1978 تک جنرل ضیاء الحق کی ہدایت کے تحت گورنر بلوچستان کی طرف سے تشکیل کردہ اسپیشل جرگے کی کاروائی مسلسل پانچ دنوں تک کوئٹہ میں چلی یہ پاکستان کی تاریخ کا بڑا جرگہ تھا جس میں بلوچستان کے علاوہ پنجاب، اور سندھ کے بلوچ سردار شریک ہوئے تھے۔اس جرگے کے فیصلے میں بھی پٹ فیڈر کے کسانوں کے ساتھ تاریخی ناانصافی ہوئی تھی ۔ جمالی جاگیرداروں نے جرگے میں اپنے کزن میر محمد مراد جمالی کا خون فریق مخالف بروہی قبائل پر معاف کرنے کا اعلان کیا تو بروہی قبائل کے سرداروں نے ایک جاگیردار کے خون معاف کرنے کے جواب میں اپنے چار لہڑی کسانوں کا خون معاف کرنے کا اعلان کر کے یہ ثابت کیا کہ ایک جاگیردار کا خون چار غریب کسانوں کے خون کے برابر ہے۔

پٹ فیڈر کے کسان رہنماؤں نے خود سردار دوداخان کی سربراہی میں قائم اس بڑے جرگے کو تسلیم کیا تھا اس کی کاروائی میں مکمل حصہ لیا تھا اور پٹ فیڈر کے علاقے اور پورے بلوچستان میں جمالیوں اور بروہیوں کے قبائلی تصادم کو روکنے کے لئے اسپیشل جرگے کے فیصلے کو مان کر خیر کیلئے اہم کردار ادا کیا تھا۔

عبدالکریم رخشانی کے ورثاء نے اپنا خون معاف نہیں کیا خان دوداخان نے اپنی طرف سے 20,000 بیس ہزار روپے عبدالکریم کے ورثاء کو دینے کا اعلان کر کے یہ مسئلہ حل کر دیا۔

☆ ☆ ☆

اسپیشل جرگے کے فیصلے کی نقل

رائے اسپیشل جرگہ برائے تصفیہ مابین اقوام
جمالی، لہڑی، محمد شہی، رخشانی، موسیانی وغیرہ

یہ اسپیشل جرگہ اقوام جمالی، لہڑی محمد شہی، رخشانی، موسیانی وغیرہ کے درمیان فریقین کی متفقہ خواہش پر تنازعات و جرائم قتل و غارت کے تصفیہ کے لئے منعقد ہوا جرگے کا انعقاد 17.11.78 سے 22.11.78 تک متواتر صبح شام ہوا، جس میں فریقین کو سنا گیا، متعلقہ سرکاری افسران اور اہلکاراں سے دریافت کی گئی اور سرکاری ریکارڈ کا بغور مطالعہ کیا گیا۔

تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد ممبران جرگہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مقدمے کے قانونی جواز یا عدم جواز کے متعلق مقدمے کی سنگینیت کے پیش نظر یہ خدشہ تھا کہ یہ معاملہ بجائے سلجھنے کے زیادہ الجھ جائیگا، لہٰذا ممبران جرگہ نے تمام امور پر غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ قانونی موشگافیوں میں زیادہ تفصیل سے جانے کی وجہ سے کسی فیصلے پر پہنچنا ممکن نہیں ہو سکتا لہٰذا فریقین میں باہمی مصالحت کرانے اور خوشگوار تعلقات کے بحالی کے لئے قانونی پہلوؤں کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔ جرگہ ممبران نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ماضی میں حکومت نے قانونی تقاضوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر نظر انداز کیا جس کی ذمہ داری براہ راست حکام وقت پر عائد ہوتی ہے یہی بات ان تنازعات کا باعث بنی۔

ان حالات میں اس تنازعہ کو قانونی معیار پر پرکھنا یا جانچ پڑتال کرنا ناممکن ہے، اصل مقصد فریقین کے درمیان مصالحت کرانا ہے تاکہ مزید کشیدگی اور فساد نہ ہو جرگہ اس امر کو بار بار بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان تمام واقعات کی ذمہ داری وفاقی اور صوبائی حکومت کے جاری

کردہ متضاد احکامات (خصوصاً وہ احکام جو سال 1976 اور 1977 کے دوران جاری کئے گئے) پر عائد ہوتی ہے کیوں کہ یہی متضاد احکامات ان تنازعات کا باعث بنے اس امر کا فیصلہ جرگہ حکومت پر چھوڑتا ہے کہ وہ ان کوتاہیوں کو اپنے کسی مخصوص مقاصد یا اپنی نااہلی پر منتج کرے حکومت کو اس عمل کا پورا اختیار ہے، بہرحال جرگہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بھی حکومت وقت اس قسم کے عمل کے بعد اپنے دامن کو داغدار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس پس منظر میں جرگے نے انتہائی کوشش کی کہ تمام بندھنوں اور مشکلات سے ہٹ کر فریقین کی رضامندی اور مصالحت سے فیصلہ کیا جائے لہٰذا جرگے نے فریقین کو اعتماد میں لیکر فریقین کی باہمی رضامندی سے تصفیہ کرا دیا، بدقسمتی سے ان میں چند ایسے نکات بھی ابھر کر سامنے آئے ہیں جن کا تعلق براہ راست حکومت سے ہے اور اگر حکومت کی حقیقتاً یہ منشا ہے کہ فریقین کے درمیان یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو جائے تو یہ ضروری ہے کہ وہ تمام قانونی موشگافیوں کو بالائے طاق رکھ کر اس راضی نامہ پر من وعن اور فوری طور پر عمل کرائے۔

اگر کسی چیز کو وجہ جواز بنا کر اس راضی نامے پر عمل درآمد میں تاخیر یا رکاوٹ کی گئی تو اس سے یقیناً اس جذبے کی تضحیک ہوگی جس کے تحت اس جرگے کا انعقاد عمل میں آیا اور جس کا مظاہرہ فریقین نے کیا ایسی صورت میں حکومت کی نیت پر شک کرنے میں ہر شخص حق بجانب ہوگا۔

جرگے نے فریقین کے درمیان مندرجہ ذیل طریق پر اور فریقین کی رضامندی سے راضی نامہ کرایا ہے

۱۔ دونوں فریق لہڑی اور جمالی نے اپنے اپنے مقتولین کا خون بہا لینے سے ارکان جرگہ کی خواہش پر درگذر کر دیا اور خون بہا بخش دیا، فریقین نے ساتھ ہی ساتھ اس سلسلے میں دائرشدہ تمام فوجداری مقدمات سے دست برداری کی خواہش ظاہر کی اور جرگے نے اس خواہش کو جائز اور ضروری قرار دیا۔

۲۔ مقتول عبدالکریم رخشانی جس کا تعلق براہ راست کسی فریق سے نہیں تھا اور وہ محض اتفاقیہ نیک نیتی کے عمل میں مارا گیا اس کا خون بہا مبلغ بیس ہزار روپے (20,000) مقرر کیا گیا۔ حالات کی نزاکت، معاملے کی اہمیت اور خیر سگالی کے جذبے کے تحت خان قلات نے

رضا کارانہ طور پر زرخون بہا کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی یہ رقم وہ اپنی جیب سے ورثاء مقتول کو ادا کریں گے۔

۳۔فریق جمالی میں سے ایک شخص جس کا تعلق عمرانی قبیلے سے ہے موقع پر زخمی ہوا تھا چونکہ اس شخص کا تعلق براہ راست جمالی قبیلے سے نہیں تھا اس لئے اس کے زخمات کا عیوضانہ مبلغ پانچ ہزار روپے(5000) مقرر کیا گیا یہ رقم فریق محمد شہی یکمشت ادا کریگا۔

۴۔اراضی متنازعہ واقع گوٹھ نور محمد جو فریق محمد شہی اور موسیانی کے قبضے میں ہے گندم کی فصل کاٹنے کے بعد ایک سال کے لئے مسمی غلام قادر ولد داد محمد قوم مینگل کو اجارہ پر دی جائیگی اور فریق محمد شہی اور موسیانی وہاں سے نقل مکانی کر کے کہیں اور رہائش پزیر ہوں گے تاکہ فریقین کے درمیان اشتعال انگیزی پیدا نہ ہو۔ بہر کیف اس دوران حق ملکیت انہی الاٹیوں کی قائم رہیگی بشرطیکہ فریق جمالی کسی بااختیار ادارے سے اپنے حق میں کوئی ایسا حکم نہ لائے جو اس فیصلے کے منافی ہو۔

۵۔فریق جمالی،فریق لہڑی کی پانچ ضرب سنگل بیرل بنادیق جو وہ بروز وقوعہ لے گئے تھے ایک ماہ کے اندر اندر اصل یا اسی رقم کے متبادل بنادیق فریق لہڑی کو واپس کریگا۔

٦۔فریق جمالی کی دو ضرب ایک نالی بنادیق جو فریق موسیانی نے فریق جمالی سے چھینی تھی ایک ماہ کے اندر اندر فریق جمالی کو لوٹا دے۔

۷۔وہ تمام اسلحہ جو حکومت نے موقع پر یا اس واقع کے بعد اس تنازعہ کے سلسلے میں قبضے میں لیا تھا فریقین کو واپس کر دیا جائیگا۔ایک سوزوکی جو موقع پر قبضے میں لی گئی تھی ابھی فوری طور پر واپس کر دی جائیگی۔

۸۔وہ تمام افراد جو اس وقت حکومت کی حراست میں ہیں ان کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے علاوہ ازیں ان کے خلاف اس مقدمے سے بل واسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والے تمام مقدمات جن میں آرمز ایکٹ وغیرہ کے تحت درج شدہ مقدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں فوری طور پر واپس کیئے جائیں۔

۹۔جرگے نے ہر دو فریق کو اپنے سامنے بغلگیر کرا کر راضی نامہ کرادیا۔

۱۰۔جرگے نے یہ فیصلہ کیا کہ کل مورخہ 23.11.78 کو روجھان جمالی جا کر فریق جمالی اور گوٹھ علی گل لہڑی جا کر فریق لہڑی کے جذبہ تعاون کے تحت بلوچستان کے رسم ورواج کے مطابق اس معاملے میں ان کے خوش گوار تعلقات کی بحالی پر اظہار اطمینان کریں۔

۱۱۔جرگہ آخر میں حالات کے پیش نظر شدت سے محسوس کرتا ہے کہ پٹ فیڈر کی اراضیات کا جلد از جلد حتمی فیصلہ کیا جائے۔کیوں کہ فریقین اور تمام متعلقہ افراد میں وجہ فساد یہی اراضیات ہیں اگر اس کا فیصلہ جلد از جلد نہیں کیا گیا تو ایسے تنازعات اور قتل خون کے واقعات ہر آئے دن ہوتے رہیں گے جس کی وجہ سے تمام فضا مکدر ہوسکتی ہے جس کے نتائج کی ذمہ داری سے حکومت وقت اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔

فیصلہ کرنے والے سرداروں کے نام اور دستخط

۱۔محمد داؤد بلوچ خان آف قلات (چیئرمین) دستخط

۲۔نواب خیر بخش خان مری دستخط

۳۔سردار محمد عثمان خان جوگیزئی دستخط

۴۔سردار شیر باز خان مزاری دستخط

۵۔سردار چاکر خان ڈومکی دستخط

۶۔میر رسول بخش خان تالپور دستخط

۷۔سردار عطا اللہ خان مینگل دستخط

استفسار از فریق جمالی

متن رائے جرگہ منظور وقبول ہے۔

۱۔سردار یار محمد خان جمالی دستخط

۲۔میر خان محمد خان جمالی دستخط

۳۔میر ظفر اللہ خان جمالی دستخط

۴میر تاج محمد خان جمالی دستخط

۵۔میر عبدالنبی خان جمالی دستخط

٦۔میر نور محمد خان جمالی	دستخط
۷۔میر فضل محمد خان جمالی	دستخط
۸۔میر عبدالغفار خان جمالی	دستخط
۹۔میر خیر محمد خان جمالی	دستخط
۱۰۔میر غلام شبیر خان عمرانی	دستخط

استفسار از فریق لہڑی

متن رائے جرگہ منظور و قبول ہے۔

۱۔سردار دوست محمد خان لہڑی	دستخط
۲۔علی گل لہڑی	دستخط
۳۔ملاں علی محمد لہڑی	دستخط
۴۔محمد ملاح لہڑی	دستخط
۵۔میر عبدالرحمان لہڑی	دستخط
٦۔میر جہانگیر خان لہڑی	دستخط
۷۔ملاں عبدلعزیز لہڑی	دستخط
۸۔محمد مراد لہڑی	دستخط

استفسار از فریق رخشانی

متن رائے جرگہ منظور و قبول ہے۔

۱۔محمد نور رخشانی	دستخط
۲۔نظیر احمد رخشانی	دستخط
۳۔تاج میر رخشانی	دستخط
۴۔محمد حیات رخشانی	دستخط

استفسار از فریق موسیانی

متن رائے جرگہ منظور و قبول ہے۔

۱۔میر گل موسیانی	دستخط
۲۔علی مراد موسیانی	دستخط
۳۔محمد مٹھل موسیانی	دستخط
۴۔شاہ مراد موسیانی	دستخط
۵۔شاہ بازی موسیانی	دستخط
۶۔محمد رمضان موسیانی	دستخط
۷۔محمد بچل موسیانی	دستخط
۸۔خان محمد خان موسیانی	دستخط

استفسار از فریق محمد شہی

متن رائے جرگہ منظور و قبول ہے۔

۱۔سردار محمد زمان خان محمد شہی	دستخط
۲۔ٹکری عبداللہ محمد شہی	دستخط
۳۔حبیب اللہ محمد شہی	دستخط
۴۔گل محمد محمد شہی	دستخط
۵۔محمد افضل محمد شہی	دستخط
۶۔دین محمد محمد شہی	دستخط
۷۔تاج محمد محمد شہی	دستخط
۸۔سکندر محمد شہی	دستخط

حاجی عبدالعزیز

حاجی عبدالعزیز شہید ہونے والے لہڑی بھائیوں کا بھانجا ہے جب پٹ فیڈر کا واقعہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ دو دنوں تک گوٹھ میر گل موسیانی پر حملہ جاری تھا حملے کے دوران میر گل موسیانی کے گاؤں والے ہمارے گاؤں میں آئے اور ہم سے درخواست کی کہ ہمارے گاؤں والوں کی مدد کرو، جمالیوں نے دھمکیاں دی ہیں کہ گاؤں اور زمینوں کو خالی کر دو ورنہ ہم سارا گاؤں تباہ کر دیں گے۔

ان کی مدد کے لئے ہمارے گاؤں کے کئی لہڑی جن میں عبدالحق لہڑی، عبداللہ لہڑی، رحمت اللہ لہڑی اور زرق جان لہڑی 12 سالہ بچہ خیر محمد، خدا بخش اور گاؤں کے کئی لوگ میر گل موسیانی کے گاؤں والوں کی مدد کیلئے گئے ان کے ساتھ سامنے والے رخشانیوں کے گاؤں سے بھی کافی تعداد میں لوگ گئے جن میں عبدالکریم رخشانی بھی میرے ماموں کے ساتھ گیا، گوٹھ میر گل

موسیانی پر جمالی لشکر نے گھیرا کیا ہوا تھا یہاں سے گئے ہوئے ساتھیوں کا ارادہ تھا کہ میر گل موسیانی والوں کا گاؤں گھیرے سے آزاد ہو جائے، جمالیوں نے مورچے بنائے ہوئے تھے جب کہ یہاں سے گئے ہوئے لوگ میدان میں تھے یہ لوگ چکر کاٹ کر گاؤں کے قریب پہنچے صبح آٹھ بجے کا وقت تھا جمالیوں نے دوربین کے ذریعے میرے ماموں والے گروپ کو دیکھ لیا اور سامنے سے فائرنگ کردی، پانچوں شہیدوں کو سامنے سے سینے پر گولیاں لگیں، 12 سالہ بچے خیر محمد پر پانچ چھ گولیاں چلائی گئی، لیکن بچہ بچ گیا پھر خیر محمد، خدابخش اور رحمدل کو رائفلوں کے بٹ سے مار مار کر زخمی کیا گیا، میں اپنی کپڑے کی دکان پر تھا جو ٹیمپل ڈیرہ میں حاجی کوڑا خان کے ہوٹل کے قریب تھی میں جب گاؤں پہنچا تو لاشیں گاؤں میں لائی جاچکی تھیں، شہیدوں کو گاؤں کے قبرستان میں دفنایا گیا، یہاں پر ہر سال لوگ پھول چڑھانے کے لئے آتے ہیں۔

اس سانحہ کے بعد قبائلی رسم و رواج کے مطابق ہم لوگوں نے بدلے کا پروگرام بنایا کراچی والوں نے ہمیں قبائلی جھگڑے سے روکا اور یقین دلایا کہ انکی بھوک ہڑتال اور جلسہ جلوسوں کی تحریک سے ہمیں انصاف مل جائیگا، تحریک ختم ہونے کے بعد ہمارے قبیلے کے لوگ نرمک ضلع قلات چلے گئے، میں نے اپنی ساتوں دکانیں جو کہ ٹیمپل ڈیرہ میں تھی فروخت کردی، نرمک کے لہڑیوں کے ایک گروپ نے کوئٹہ جا کر، میر محمد مراد جمالی کو قتل کردیا اور پھر ان لوگوں نے بہادری کے ساتھ تسلیم بھی کیا کہ ہم لوگوں نے اپنے چار شہیدوں میں سے ایک کا بدلہ لیا ہے باقی ہمارے تین لہڑیون کا خون باقی ہے، اگر جمالیوں نے اب بھی فیصلہ نہیں دیا تو تین جمالی جاگیرداوں کو قتل کرینگے، لہڑیوں کے اس اعلان کے بعد پولیس نے گرفتاریوں کی بہت کوششیں کی مگر گرفتاریاں کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔

نواب عبدالقادر شاہوانی ہمارے پاس نرمک میں آئے انہوں نے مجھ سے اور ہمارے دوسرے معتبرین سے وعدہ کیا اور ذمہ داری لی کہ آپ لوگ قاتل میرے حوالے کریں، میں آپ لوگوں کو جمالیوں سے فیصلہ لیکر دونگا اور آپ کے آدمیوں کو سزا نہیں ہوگی۔

پھر نواب عبدالقادر شاہوانی نے علی محمد لہڑی، عبدالغنی لہڑی اور عبدالفتح لہڑی کو کوئٹہ لے جا کر DIG سبی کے حوالے کیا، اس سے پہلے DIG کے ساتھ نواب شاہوانی نے وعدہ لیا تھا کہ ملزمان کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے یہ ہمارا قبائلی مسئلہ ہے۔

اس کے بعد نواب ہم لوگوں کے ساتھ چیف سیکریٹری کے پاس گئے وہاں نواب نے چیف سیکریٹری کو کہا کہ میں نے آپ کے وعدے پر اپنی ذمہ داری سے ان کی گرفتاری دلوائی ہے اگر ان میں سے کسی کو سزا ہوئی تو! نواب نے اپنا پستول جو پہلے ہی چیف سیکریٹری کی میز پر رکھ دیا تھا، اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور اپنی پیشانی پر رکھ کر کہا کہ پھر میں اپنے آپ کو خود ہی گولی مارنے پر مجبور ہو جاؤنگا۔

چیف سیکریٹری نے وعدہ کیا کہ آپ بالکل بےفکر رہیں پھر میں نے نواب شاہوانی کو کہا کہ ہمارے شہیدوں سے جو اسلحہ جمالی لیکر گئے تھے وہ واپس دلوایا جائے، چیف سیکریٹری نے مجھ سے اسلحہ کی فہرست مانگی، لیکن کافی کوشش کرنے کے باوجود ہمارا اسلحہ ہاتھ نہیں آیا تو حکومت کی طرف سے ہمیں فہرست کے مطابق پانچ شارٹ گنیں دیں، اور لائسنس بھی بنوا کر دیا۔

اس کے بعد حکومت بلوچستان نے خان داؤد خان کی سربراہی میں بہت بڑا جرگہ کروایا جس میں سندھ پنجاب اور پختون علاقوں کے بڑے سردار جمع کیئے، جنہوں نے پانچوں دنوں کی کاروائی کے بعد فیصلہ سنایا۔ جرگے میں جمالی سرداروں کے طرف سے زیادہ تر جرح سردار میر رسول بخش تالپور نے کی جبکہ ہماری طرف سے سردار چاکر خان ڈومکی، سردار عطا اللہ خان مینگل، میر گل موسیانی، عبدالرحمان لہڑی منگچر، علی محمد لہڑی نے بیانات دیئے جس میں ہم لوگوں نے میر محمد مراد جمالی کا خون قبول کیا اور جمالی سرداروں کی طرف سے یار محمد جمالی اور سب نے چار لہڑیوں اور ایک رخشانی کا خون قبول کیا۔ پھر اپنا خون معاف کرنے کا اعلان کیا۔

ہمارے سرداروں نے اپنے چار خون معاف کیئے، رخشانیوں کے حاجی نذیر نے اپنا خون معاف نہیں کیا، خان قلات داؤد خان نے اپنی طرف سے عبدالکریم رخشانی کا خون بہا ادا کیا، پھر خان قلات داؤد خان سمیت سارے سردار ہماری اوطاق پر ہم لوگوں کے پاس خون معاف کروانے آئے اور پھر جمالیوں کے پاس روجھان جمالی گئے۔

پھر محمد شہی مینگل موسیانی اور علاقے کے دیگر قوموں کے لوگوں نے خرچے میں حصہ دینے کے لئے لہڑی مقتولین کے ورثہ کو 19 بلاک سے زیادہ زمین دی۔ اس طرح مختلف قبائل کے لوگ آپس میں صلح کے بعد ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔

☆ ☆ ☆

میر گل موسیانی اور اس کے ساتھیوں کا انصاف

مرحوم میر گل موسیانی

میر گل موسیانی اور اس کے دوسرے ساتھی جو مختلف قبائل سے تھے ان کی یہ کوشش تھی کہ فیصلے میں لہڑی شہیدوں کے ورثاء کے ساتھ انصاف ہو، ان کے بے قصور مارے گئے شہیدوں کے ورثاء کو خون بہا ملے مگر بروہی قبائل کے سردار پہلے ہی لہڑی قوم کے چار شہیدوں کا خون ایک جاگیردار میر محمد مراد جمالی کے خون کے بدلے میں معاف کر چکے تھے۔

اس لئے میر گل موسیانی اور علاقے کے دیگر قبائل نے جدوجہد کے دوران لہڑیوں کے خرچے میں حصہ ادا کرنے کے لئے 19 بلاک زرعی زمین اور نقد رقم دی، بلوچستان کے قبائلی رسم و رواج میں جہاں فوری فیصلے کی سہولت موجود ہے وہاں طبقاتی نابرابری شدید طور پر موجود ہے، سرداروں، میر معتبرین، جاگیرداروں، پیروں اور سیدوں کا خون بہا ان کے نام نہاد سماجی مرتبے سے زیادہ طے کیا جاتا ہے اور عام لوگوں کو کمتر سمجھ کر ان کا خون بہا کم مقرر کیا جاتا ہے۔

مردوں کے مقابلے پر عورتوں کا خون بہا کم طے کیا جاتا ہے سارے انسانوں کو ان کی زندگی اور زندہ رہنے کے حق کو ہمارے قبائلی معاشروں میں ایک جیسا تسلیم نہیں کیا جاتا اس لئے جمالی جاگیردار محمد مراد جمالی کے ایک خون معاف کرنے کے جواب میں بروہی سرداروں نے لہڑی قوم کے چار عام لوگوں کا خون برابر کر دیا۔ اگر ان چار عام لہڑیوں کی جگہ بروہی قبائل کا ایک بھی سردار قتل ہوتا تو بروہی سردار اس طرح ایک کے مقابلے پر چار خون معاف نہیں کرتے، یہاں جمالی جاگیرداروں اور بروہی سرداروں کا طبقاتی رشتہ اور مفاد ایک تھا اس لئے پٹ فیڈر کے شہید چار لہڑی کسانوں کے خون کے فیصلے میں یہ ناانصافی ہوئی۔ جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے کسانوں کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کے بجائے ہم لوگوں کو گرفتار کر کے پٹ فیڈر کے کسانوں کی

طبقاتی جنگ کو پھر قبائلی جنگ بنا دیا تھا اسلئے اسپیشل جرگے کا فیصلہ غیر مساویانہ ہونے کے باوجود قبائلی دشمنی کو روکنے اور خیر کروانے میں اہم کوشش تھی، اسپیشل جرگے کے فیصلے کی شق نمبر ۴ میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے اجتماعی حق میں یہ اہم بات بھی کی گئی ہے کہ ''بہر کیف اس دوران حق ملکیت انہی الاٹیوں کی قائم رہے گی بشرطیکہ فریق جمالی کسی بااختیار ادارے سے اپنے حق میں کوئی ایسا حکم نہ لائے جو اس فیصلے کے منافی ہو'' اس فیصلے کے بعد جمالی جاگیردار زرعی اصلاحات کے خاتمے کا کوئی فیصلہ کسی کورٹ یا بورڈ آف ریونیو بلوچستان سے نہیں لا سکے اسی لئے ابھی تک پٹ فیڈر کی زرعی زمینیں الاٹی کسانوں کے قبضے میں زرعی اصلاحات کے نتیجے میں موجود ہیں۔

میر گل موسیانی اور ان کے ساتھیوں نے سرداروں کے اسپیشل جرگے کے فیصلے کے بعد کسی دباؤ کے بغیر انہوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ ہماری جدوجہد میں ہمارا ساتھ دینگے، ہمارا ساتھ دینے کے لیئے لہڑی قوم کے جو لوگ آئے تھے، ان میں سے ایک ہی گھر کے چار افراد تین سگے بھائی اور ایک ان کا بھانجا شہید ہو گیا۔ انہوں نے جدوجہد کے دوران جو خرچ کیا اور قربانی دی وہ ہم سب کی خاطر تھی، جس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ ہم زندگی بھر اپنے ان لہڑی ساتھیوں کی قربانی کو فراموش نہیں کر سکتے۔ پھر میر گل موسیانی اور ان کے ساتھیوں نے جدوجہد کے خرچ میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیئے خود سے مشترکہ طور پر تقریباً 19 بلاک زمین اور کچھ رقم شہداء کے ورثاء کو دے دی۔

قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے علم
اور نکلیں گے عُشاق کے قافلے
جن کی راہِ طلب سے ہمارے قدم
مختصر کر چلے درد کے فاصلے

☆ ☆ ☆

لہڑیوں کوخرچ میں دی جانے والی زمین اور رقم کے معاہدے کی نقل

۱۳۸۶ھ

مورخہ عیسوی 78-12-1

معاملہ احوال جو کہ قوم لہڑی نے خرچہ وغیرہ کے بدلے میں قوم محمد شہی ٹکری عبداللہ سے 3 بلاک زمین جمعدار میر گل موسیانی، مٹھل خان موسیانی، علی محمد موسیانی، گہرام زہری، عبدالرسول پندرانی، اللہ رکھیا سومرو، مشترکہ 7 بلاک زمین ٹوٹل جملہ 10 بلاک زمین قیدی شاخ سے مشرق کی طرف ایک جگہ دے دیا قیدی شاخ کے مغربی طرف 9 بلاک زمین جمعدار علی مراد موسیانی، علی مراد بخاری، غلام مصطفیٰ لاشاری، خیر بخش لاشاری، جمشید لہڑی، پیر محمد جتک، پیر محمد مینگل، حاصل خان مغیری، لال بخش سومرو، عبدالحلیم دایہ، بیک جگہ یہ زمین دینگے، سب کا جملہ مشرقی ومغربی 19 بلاک زمین ہوا، 1978ع کے بعد لہڑی اپنے زمین کے ہر لحاظ سے خرچہ کے خود ذمہ دار ہیں۔

اگر ان زمین میں کوئی کمی پیشی حکومت کی طرف سے یا کوئی اور قسم سے ہو تو لہڑی خود ذمہ دار ہیں اس کے بعد ان قوموں کے ساتھ کوئی اعتراض لہڑی کو نہیں ہے، یہ بلاکوں کی الاٹمنٹ یعنی نمبروں کو لہڑی کے حوالے کر دیا اسکے علاوہ مبلغ 11,000 روپیہ بھی مشترکہ لہڑوں کو زمین کے علاوہ دے دیا۔

اقرار نامہ لکھ کر دیتا ہوں تا کہ بوقت ضرورت کام آجائے۔

ٹکری عبداللہ محمد شہی، جمعدار میر گل موسیانی، جمعدار علی مراد موسیانی، اللہ رکھیا سومرو، غلام مصطفیٰ لاشاری، علی مراد بخاری۔

اقوام لہڑی کی طرف سے علی محمد لہڑی، عبدالعزیز لہڑی، مولوی امان اللہ لہڑی، عبدالرحمٰن لہڑی۔

گواہ: چاکر خان ولد فتح محمد آبابکی، احمد خان ولد امیر محمد چندان زئی

پٹ فیڈر کسان تحریک میں شامل دیگر ساتھیوں کے انٹرویو

ڈاکٹر جبار خٹک

ڈاکٹر جبار خٹک اس وفد میں شامل تھے جو پٹ فیڈر میں جاگیرداروں کی طرف سے پانچ کسانوں کی شہادت اور اسکے بعد کسانوں کی گرفتاریوں اور دیگر زیادتیوں کا جائزہ لینے سب سے پہلے جاوید شکور کی قیادت میں پٹ فیڈر گئے تھے۔

ڈاکٹر جبار نے بتایا کہ اب بہت سی چیزیں ذہن سے نکل گئیں ہیں اس زمانے میں وسائل بہت محدود تھے، جب مجھے پٹ فیڈر جانے کیلئے پارٹی نے کہا تو میں بہت جوش وخروش سے تیار ہوا لیکن وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے مجھ پر مایوسی طاری ہوگئی، والد صاحب نے دبئی سے گھر کا خرچہ 3000 روپئے بھجوایا تھا، میں نے اپنے گھر سے ایک ہزار روپیہ لیا اور ایک جوڑا اٹھا کر خاموشی سے نکل گیا، ساتھی غلام اکبر کو کہا کہ میرے جانے کے بعد میرے گھر والوں کو بتا دینا، گھر والوں کو بعد میں غلام اکبر کے ذریعے معلوم ہوا کہ میں پٹ فیڈر گیا ہوا ہوں۔

پٹ فیڈر کسان تحریک ایک انقلابی تحریک تھی اور ہمارے کام کا ایک تسلسل تھا طبقاتی اور قومی جبر و تشدد اور ظلم کے خلاف نظریاتی کام کرنا ایک خواہش اور عزم تھا، ہم جیسے سیاسی لوگ

سرکار کے علاوہ سیاسی مخالفین کے جبر کا بھی شکار ہوتے تھے۔

اس ساری صورتحال کے باوجود ہماری ملک گیر طاقت تھی اور ایک مضبوط ٹیم کا اظہار ہوتا تھا اب وہ ساری ٹیم اور کام بکھر گیا ہے، جس کے باوجود نئی نسل خود روطور پر مختلف حالات اور تجربات، مطالعہ اور مشاہدات سے متاثر ہو کر اس رجحان کو ابھار رہی ہے مگر بدقسمتی سے موثر سیاسی تنظیمی تربیتی ڈھانچہ موجود نہیں ہے ضرورت اس عمل کی ہے کہ اس سارے بکھرے ہوئے موتیوں تنظیموں ،گروہوں کو ایک لڑی میں پرو کر منظّم اور متحد کیا جائے۔

مجھے آج تک ایک بات یاد ہے کہ جب ہمارا پٹ فیڈر کا دورہ مکمل ہوا تو ایک مقامی ساتھی نے رخصت ہوتے وقت کسی بہت بڑی ذمہ داری کے خاتمے کی کیفیت میں بتایا کہ خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کا پٹ فیڈر کا یہ دورہ بخیر و خوبی مکمل ہو رہا ہے آپ لوگوں نے تو رات تھکاوٹ کی وجہ سے خوب بے فکری سے نیند کی لیکن ہم لوگ رات بھر آپ کے کمروں کے باہر جاگتے رہے تا کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے آپ نے بہت ہمت کی ہے اور اس صورتحال میں باہر سے آکر اس مسئلے کو اٹھایا، ہمارے لئے یہ مسئلہ بہت پیچیدہ ہے کہ ہم پٹ فیڈر کے کسانوں کے ساتھ جاگیرداروں کے اس ظلم اور جبر کے خلاف تحریک چلاتے ہیں تو جاگیرداروں اور حکومت کی ایجنسیاں اس کو فوراً قبائلی جھگڑا بنا کر مظلوم محنت کشوں کو تقسیم کر دیگی، آپ لوگوں کے آنے کی وجہ سے یہ امکان پیدا ہو گیا ہے کہ ہم اس تحریک کو قبائلی تقسیم سے بچالیں گے۔

ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم واطلس و کمخواب میں بنوائے ہوئے
جابجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے

پیر بخش سامت

پیر بخش سامت نے پٹ فیڈر کی تاریخ بتاتے ہوئے کہا کہ 1956 میں پٹ فیڈر کے سروے کا کام کیا گیا تھا اور اسی سال میں سکندر مرزا نے پٹ فیڈر نہر کا سنگ بنیاد رکھا تھا کشمور سے لیکر ہیر دین ڈنڈ (جھیل) تک یہ علاقہ ریتیلا اور پہاڑیوں پر مشتمل تھا اس علاقے سے پٹ فیڈر کینال نکالنا مشکل تھا لیکن مزدوروں اور انجینیئروں نے 1967 تک کشمور سے ٹیمپل ڈیرہ تک کینال بنالی۔ لوگ 1966 کے بعد پٹ فیڈر کے علاقے دولت گاڑی، شورو ناری، مانجھوٹی کے علاقوں میں آباد ہوئے پیر بخش سامت بھی 1968 میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹمپل ڈیرہ میں آباد ہوئے۔

پیر بخش سامت نے بتایا، کہ مجھے ساتھیوں نے پیپلز پارٹی میں شامل ہونے اور بھٹو کی زرعی اصلاحات میں کسانوں کو زمین دلانے میں مدد کے لئے کہا میرے دوست جو ترقی پسند تھے ان کے ساتھ میں نے پیپلز کسان کمیٹی کی بنیاد 1972 میں رکھی اور ہم ساتھیوں نے کسانوں کی مارشل لاء ریگیولیشن 117 کی تحت درخواستیں دینا شروع کر دیں چنیسر خان کو بھٹو نے دادو سے پٹ فیڈر لینڈ ریفارم آفیسر مقرر کیا۔

سب سے پہلے پٹ فیڈر کے کسانوں کو جھڈیر، مانجھو، بیدار، علی آباد، دولت گاڑی، شورو گھابی میں 197 بلاک زمین دی گئی، زمینداروں نے مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا، جھگیوں کو آگ لگادی اور مصنوئی سیلاب لا کر تباہی مچادی، یہ واقعات 1975 کے ہیں۔

ہماری تنظیم پیپلز کسان کمیٹی نے مقابلہ کیا کافی ساتھیوں کے گھروں کو گرادیا گیا، اور کئی جھونپڑے جلا کر خاک کردیے گئے ہم نے اس وقت کے لینڈ ریفارم آفیسر جاوید اختر کو درخواست دی کے علاقے کے غریب ہاریوں کو در بدر کیا جارہا ہے جاوید موقعے پر پہنچ گیا علاقے میں دہشت کی فضا جاری تھی ہاریوں کو دھمکایا جارہا تھا، گواہی کے لئے کوئی نہیں آیا سب خوف زدہ تھے شیر محمد نے کہا اس ماحول میں کوئی انسان میری سکونت کی گواہی دینے نہیں آئے گا میرا کتا اس کی گواہی دے سکتا ہے لینڈ ریفارم کمیٹی کے جاوید اختر نے کہا کیا کتا تمہاری آواز پر آجائے گا شیر محمد نے کہا اگر کتا زندہ اور آزاد ہوا تو ضرور آئے گا، شیر محمد نے کتے کا نام لیکر آواز لگائی دور سے وہ کتا آتا ہوا نظر آیا اور آکر شیر محمد کے پیروں میں لوٹنے لگا، ڈپٹی کمشنر جاوید اشرف نے کہا کہ انسان سے زیادہ جانور سچا دکھائی دیتا ہے ایک جانور نے انسان کی سچائی کی گواہی دے دی اس نے فوری طور پر زمینیں کسانوں کے نام الاٹ کردی۔

پیر بخش سامت نے بتایا کے پیپلز پارٹی کے دور میں ان پر یہ الزام لگا کے گرفتاری کیا گیا۔ کہ وہ کسانوں کو باغی کررہیں ہیں اور کسانوں کی متوازی تنظیم بنانے کی کوشش کررہیں ہیں انہیں ایک ہفتے تک ٹیمپل ڈیرہ جیل میں قید رکھا گیا، بھٹو دور کے بعد ضیاء کے دور میں وڈیرے جو بھٹو کی چمچہ گیری کرتے ہوئے نظر آتے تھے فوری طور پر ضیاء الحق کے ساتھ کھڑے ہوگئے میرے خلاف سیکشن بارہ کے تحت مقدمہ بنایا گیا، میرے خلاف گواہی کے لئے احمد حسین، ہزار خان بنگلزئی، ملنگزار کو آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے گواہی دینے سے انکار کردیا۔

پٹ فیڈر میں جو زمینیں ہاریوں کے نام کردی گئی تھی ضیاء کے آنے کے بعد زمینداروں نے کہا (جیئے بھٹو، ہی جوڑو بھی چھٹو) یعنی زمینداروں کا مطالبہ تھا کہ زرعی اصلاحات کے نام پر جو زمینیں کسانوں کو دی گئی ہیں وہ انہیں واپس مل جائیں۔

زمینداروں نے ہاریوں پر زور دیا کہ وہ زمینوں پر سے بے دخل ہوکر قبضہ ان کے حوالے کردیں، زرعی اصلاحات کے قانون کو زمینداروں نے ماننے سے انکار کیا، موسیانی نے stay ختم کروایا مجھ سے جاگیرداروں نے کہا کہ ساڑھے چار لاکھ لیکر چلے جاؤ اس وقت جوار کی فصل تیار تھی۔

پیپلز کسان کمیٹی ایک مضبوط تنظیم بن گئی تھی، 20 دسمبر 1977 کو گاؤں نور محمد جمالی

(میر گل موسیانی) پرحملہ کرنے سے پہلے مجھے گرفتار کیا گیا، 22 دسمبر 1977 کو ٹیمپل ڈیرہ جیل میں تاج محمد جمالی، مراد جمالی، ڈی سی ملک سرور مجھ سے ملنے آئے میں نے ان سے بات کرنے سے انکار کیا اس پر تاج محمد نے کہا باہر لوگوں کو قتل کروا کر تم یہاں بیٹھے ہو۔ مجھے باہر کی صورت حال کا پتہ نہیں تھا 23 دسمبر کی صبح مجھے پتہ چلا کہ 5 ہاری شہید ہو چکے ہیں اس سارے جھگڑے کو حکومت نے جمالی اور لہڑیوں کا جھگڑا بنا کر قبائلی رنگ دیا، ایک ہفتے بعد تحصیل دار نے مجھے بتایا کہ مجھے رہا کیا جا رہا ہے، ڈی سی ملک سرور کا کہنا تھا کہ یہ سانپ ہے اس کو مت چھوڑو۔

جب کراچی سے کامریڈ رمضان کے ساتھ دوستوں کا وفد آیا اور پٹ فیڈر تحریک کو ہاریوں کے حقوق کی جدوجہد کو ابھارنے کے لئے انہوں نے مجھ سے مل کر پیپلز کسان کمیٹی سے رابطہ کیا اور پورے علاقے کا دورہ کیا۔ اس کے بعد جب رمضان، اکبر، عمر دین کو گرفتار کیا گیا تو مجھے بھی ساتھ گرفتار کر لیا گیا اور مجھے کہا گیا کہ میں معافی نامہ لکھ کر دوں اور کراچی سے آئے ہوئے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دوں تو میں نے اس بات سے انکار کیا۔

سعیدہ زوجہ پیر بخش شامت

تحریک کے دوران نصر اللہ رند، عزیز رند، عطاء محمد عمرانی جو نوجوان تھے اور پورے جذبے کے ساتھ اس تحریک میں سرگرم تھے ان کی گرفتاری کے لئے پولیس نے چھاپے مارنے شروع کر دئے تھے، میری بیوی نے ان لوگوں کو اپنے گھر میں پناہ دی نصر اللہ کو گرفتار کر لیا گیا اور ہم سب جیل چلے گئے۔

جب دوسرا گروپ کراچی سے آیا جس میں آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو، الطاف الرحمٰن

وغیرہ بھی شامل تھے ان لوگوں کے ساتھ میرے سسر چچا دیرک علی کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔

اس دوران سارے ساتھی جو کراچی اور سندھ سے آتے تھے میرے گھر ہی مہمان ٹھہرتے تھے اور میری بیوی ان کی مہمان داری کرتی تھی، آصفہ اور حمیدہ کو جب بھی پیشی پر لایا جاتا تھا تو میری بیوی ان سے ملنے جاتی تھی ہم کرائے کے گھر میں رہتے تھے ایک جذبہ تھا کہ ہاریوں کو ان کے حقوق ملیں اور ان کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے ان کا حساب بھی لیا جانا چاہئے۔

پیر بخش سامت کی بیوی سعیدہ نے بتایا کہ پیر بخش سامت کی مچھ جیل سے رہائی کے بعد بھی ہمارے اوپر بہت ظلم ہوئے اور ہمارے گھر کو بلڈوز کر دیا گیا، کہا گیا کہ علاقے سے نکل جاؤ دو سال تک ہمیں پتہ نہیں تھا کہ پیر بخش سامت کہاں ہے؟

پیر بخش سامت روپوش تھا، دو سال بعد ایک خط کے ذریعے ہمیں پتہ چلا کے پیر بخش سامت زندہ ہے اور سندھ کے کسی علاقے میں دوستوں نے اسے رکھا ہوا ہے۔

عاجزی سیکھی، غریبوں کی حمایت سیکھی
یاس و حرمان کے، دُکھ درد کے معنی سیکھے
زیر دستوں کے مَصائب کو سمجھنا سیکھا
سرد آہوں کے، رُخِ زرد کے معنی سیکھے

❀☆❀❀☆❀❀☆❀

غلام اکبر

غلام اکبر نے بتایا کہ گرفتاری کے وقت اس کی عمر چھبیس سال تھی، پٹ فیڈر تحریک میں گرفتاری کے وقت اسٹوڈنٹ فرنٹ پر پارٹی کی طرف سے کام کرتے تھے ہمارے انچارج تنویر شیخ تھے ایک میٹنگ کا انعقاد، شو مارکیٹ آفس میں کیا گیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو لوگ رضا کارانہ طور پر پٹ فیڈر تحریک کے سلسلے میں پٹ فیڈر جانا چاہیں انکے جانے کا بندوبست کیا جائے، اسوقت ہم مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی میں سرگرم تھے ۔

پارٹی کا مینڈیٹ تھا کہ ہمیں پٹ فیڈر میں کسانوں کی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے جانا ہوگا ہم کو کراچی اسٹیشن پر جمع ہونا تھا، وہاں ایک نیا ساتھی عمر دین بھی آیا تھا ہم ٹرین سے ٹیمپل ڈیرہ گئے وہاں ڈاکٹر احمد حسین کے کلینک میں رہے اور متاثرہ علاقے کا دورہ کیا۔ جس میں مقامی ساتھیوں نے جیپ کا بندوبست کیا، کچھ پیدل اور زیادہ تر جیپ میں سفر کیا ہم نے دیکھا لوگوں کے پیر ننگے تھے اور لوگوں کی حالت بہت خراب تھی۔

میں لمبا کوٹ نیلی شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے، کینال کے اردگرد کا ایریا دیکھا جہاں سے لوگوں کو بے دخل کیا گیا تھا جب ہم عبداللہ رند کے گاؤں پہنچے تو وہاں قبائلی لڑائی کا ماحول تھا، گاؤں میں کتے بھونک رہے تھے، کچھ مسلح لوگوں نے ہمیں گھیر لیا، وہ سمجھے کہ شائید ہم مخالف قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اتنے میں ان میں سے کسی نے آواز لگائی اور پوچھا

کہ یہ لوگ کون ہیں؟ عبداللہ رند نے زوردار آواز میں کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں، پھر ہمیں عبداللہ رند کی بیٹھک میں لے جایا گیا۔ وہاں پر عبداللہ رند کے قبیلے کی کسی دوسرے قبیلے سے قبائلی دشمنی چل رہی تھی۔ شیر محمد چانڈیو کی گھوڑی پر میں نے اور رمضان نے متاثرہ علاقے میں دورہ کیا اور کسانوں کے اوپر ہونے والے ظلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم نے ایک جگہ میٹنگ کی جن میں صرف بزرگ ہی بول رہے تھے، ہم نے نوجوانوں کو مجبور کیا کہ وہ موجودہ سیاسی صورتحال پر بات چیت کریں، مختلف علاقوں میں ہم نے لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور صورتحال کا جائزہ لیا، ہمارے رابطے کا بندوبست سکندر جمالی کی ذمہ داری ہوتی تھی جو ساری مشکلات کے باوجود ہمارا لوگوں سے رابطہ کرواتے تھے۔

اپنے ساتھیوں کے علاوہ وہاں کے علاقائی لوگوں نے بڑا ساتھ دیا اور سرگرم رہے ہم نے آٹھ دس دن موبلائیزیشن کی اس دوران ہم نے شیٹوں پر پٹ فیڈر کے کسانوں کے قاتل گرفتار کرو، سرسوں کے ڈیروں کو واگزار کرواو سرداروں اور جاگیرداروں کا زمینوں پر قبضہ ختم کراؤ کے مطالبے لکھ کر ہم نے یہ شیٹیں ٹرینوں اور بسوں پر لگائیں۔

16 فروری کو ہم نے بھوک ہڑتال پر بیٹھنا تھا ہم نے 14 فروری کو ٹیمپل ڈیرہ میں میٹنگ اور مہم شروع کردی محمد عالم بندرانی نے اپنا ہوٹل ہمیں بھوک ہڑتال کے لئے دیدیا اور ہم جب وہاں گئے اور اپنا بینر لگایا تو کافی لوگ جمع ہو گئے ہم نے وہاں 16 تاریخ کی بھوک ہڑتال کا اعلان کیا لیویز اور پولیس نے ہوٹل کا گھیراو کیا اور ہم آٹھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے لوگوں کی کافی تعداد ہمارے ساتھ تھی ہم نعرے لگا رہے تھے ہمیں تھانے میں لے جایا گیا۔ 15 فروری کو ہم لوگ ٹمپل جیل کے اندر تھے 16 فروری کو ہم نے اندر بھوک ہڑتال کی۔

ہم سب کو 16 فروری کی رات کو تین بجے اٹھا کر ہتھکڑی لگائی، میرے ہاتھ پتلے تھے تو ہتھکڑی سے نکل گئے جس پر پولیس والے ناراض ہوئے، لیویز سے بھری ہوئی بس میں ہمیں لیجایا گیا، بس میں ڈیک بہت اونچی آواز میں چل رہا تھا، ہمیں دہشت زدہ کیا جا رہا تھا، عمر دین غصہ میں چیخ پڑا۔

ہم صبح سویرے سبی پہنچ گئے ایک ہوٹل پر چائے پی پھر ہمیں جیل لیجایا گیا، کچھ دیر بعد ISI کا میجر آیا ہم سب کو لائن سے کھڑا کر دیا گیا، مجھے کہا کہ تم اسٹوڈنٹ ہو کر یہ کیا کر رہے ہو جب

مچھ جیل جاؤ گے تب تمکو پتہ لگے گا، اسکے بعد مقامی لوگوں کو ہم سے الگ رکھنے کی کوشش کی جانے لگی۔ کچھ دن بعد ہمارا ٹرائل شروع ہوگیا ہم پر الزام لگایا گیا کہ ہم نے پیداواری عمل کو ڈسٹرب کیا ہے، کامریڈ رمضان نے کہا کہ ہم نے اس طرح کا کوئی کام نہیں کیا ہے، اس پر فوجی عدالت کے میجر نے کہا میں مجبور ہوں آپکو سزا ہوگی اس نے جیپ کے پاس کھڑے ہوکر ہمیں سزا سنائی اور جیپ دوڑاتا ہوا چلا گیا اسکی ہمدردیاں ہمارے ساتھ تھیں۔

اسکے بعد ہم چھ لوگوں کو ایک ہفتے بعد بولان میل سے مچھ جیل بھیج دیا گیا، ہم مچھ جیل شام تقریباً چار بجے پہنچ گئے احمد علی جتک ہمارے پاس آئے اور ہمیں ایوب سے ملایا، جیل میں موٹی تازی سفید جوئیں تھیں، ہمیں قیدیوں نے بتایا کہ گرم کھولتے ہوئے پانی میں کپڑے ڈالنے سے ہی یہ جوئیں مر سکتی ہیں۔

ہم کو الگ الگ کھولیوں میں رکھا گیا تھا ایک کھولی میں چائے بنتی تھی ڈوری سے باندھ کر کیتلی کھینچ لیتے تھے، ہم نے مطالبہ کیا کہ ہمیں ایک ساتھ رکھا جائے ہمیں چار نمبر بیرک میں رکھا گیا، ہمیں مشقت کیلئے دریوں کے کارخانے میں رکھا گیا تھا وارڈن نے ہمارے ساتھ بدتمیزی کی اور ہمارا جھگڑا ہوگیا، کچھ عرصے بعد آصفہ اور حمیدہ کا گروپ بھی آ گیا انھیں عورتوں والے بیرک میں رکھا گیا۔

ہمارے بیرک میں محمد انور، گل محمد اور عدالت نام کے لڑکے تھے جو فوجی کمانڈو رہ چکے تھے، اسکے علاوہ مختلف کیسوں میں فوجی بھی آیا کرتے تھے، اکثر فوجی بھگوڑے ہوا کرتے تھے جو بلوچستان آپریشن کے دوران بھاگے تھے۔

ہم نے کمیون سسٹم شروع کیا ہوا تھا ہمارے کمیون میں یہ لوگ بھی شامل تھے انکے یونٹ سے دودھ اور مکھن آتا تھا وہ کہتے تھے کہ کمانڈوز کبھی ریٹائر نہیں ہوتے، کمانڈوز کا راشن دوسرے فوجی جوانوں سے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔

سردار دودا خان کے بیٹے محمد یوسف اور علی اکبر سے ہماری دوستی ہوگئی تھی انکا خانساماں ہمارا اپکا دوست بن گیا اسکے علاوہ محمد خان باروزی نے سبی جیل میں بڑی خدمت کی اور یعقوب یوسفزئی نے ہماری سزاؤں کے خلاف کوئٹہ ہائیکورٹ میں رٹ داخل کی تھی، جیل کے اندر ہم نے افغانستان کے سور انقلاب کا جشن بھی منایا۔

جب نظیر عباسی اور تنویر شیخ ہم سے ملنے آئے تو اندر پیغام آیا کہ آپ کے ٹیچر ملنے آئے ہیں، میں نے ماڑی کے اندر ان سے ملاقات کی۔

رہائی کے بعد کوئٹہ گئے، وہاں BSO کے رازق بگٹی سے ملاقات ہوئی جو کچھ عرصہ پہلے جیل سے رہا ہو کر آئے تھے بلوچستان لیبر فیڈریشن اور ریلوے ورکرز یونین کے ساتھیوں نے ہمیں استقبالیہ دیا۔

﴿☆﴾﴿☆﴾﴿☆﴾

عمر دین

جن ساتھیوں کے ساتھ تحریکی جدوجہد کے سلسلے میں زیادہ وقت ساتھ گزارا ہو، ان سے کچھ زیادہ ہی انسیت، محبت، اور قربت ہوتی ہے، انہی قریب ترین ساتھیوں میں سے ایک کامریڈ رمضان ہے، کامریڈ رمضان نے مارچ 2009 میں مجھ سے فرمائش کی کہ عمر دین میں پٹ فیڈر کسان تحریک پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں، تمہاری یاداشت میں اس تحریک کے حوالے سے کچھ یادیں ہیں تو تحریر کرو۔

پٹ فیڈر تحریک کے حوالے سے مکمل تفصیلات تو ظاہر ہے کہ کتاب لکھنے والا ہی مرتب کرے گا میں کچھ تجربوں کا جذبات کا اور دلچسپ واقعات کا ذکر کروں گا۔

جس وقت پارٹی کی طرف سے اعلان ہوا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی تحریک میں کراچی

کے مزدوروں کی شمولیت ضروری ہوگئی ہے تو ایک دن ڈاکٹر تاج محمد نے فکری نشست کے دوران پٹ فیڈر تحریک کے حوالے سے تفصیل بتائی اور کہا کہ ہم ہمیشہ سے یہ نعرہ لگاتے آرہے ہیں کہ مزدور کسان بھائی بھائی" اب آپ لوگ سوچ کر بتائیں کہ اس تحریک میں کون کون جانا چاہتا ہے، تمام بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے ہاتھ اٹھائے، ڈاکٹر نے کہا کہ باہمی مشورے سے جن کا نام تجویز کیا جائیگا وہ اس تحریک میں جائیگا۔ میں نا امید ہو گیا میں نے سوچا میں سب سے نیا ہوں اسلئے مجھے تو یہ لوگ لفٹ نہیں کرائیں گے۔

لیکن دوسرے دن ڈاکٹر نے یہ کہ کر مجھے حیران کر دیا کہ عمر دین پہلے گروپ میں جن ساتھیوں کا نام ہے اس میں تمہارا نام بھی شامل ہے، میں نے بے تابی سے پوچھا اور کون کون لوگ ہیں انھوں نے تین ساتھیوں کے نام بتائے کامریڈ رمضان، غلام اکبر اور میں یعنی عمر دین میں نے مزید تجسس سے پوچھا یہ غلام اکبر اور رمضان کون ہیں؟ میں تو ان سے نہیں ملا ہوں۔ ڈاکٹر تاج نے کہا نہیں ملے ہو تو کل اسٹیشن پر مل لینا اور ایک دوسرے سے تعارف کرا لینا۔ اور ہاں اس تحریک میں دو باتوں کے علاوہ تیسرا آپشن نہیں ہے یا تو جیل یا پھر ختم کھیل.....!! یعنی اگر مرنے سے بچ رہے تو جیل تو لازمی ہے۔

مجھے شہید حسن ناصر کی والدہ محترمہ کا ایک مکالمہ یاد آیا۔۔۔۔

ہر انسان کی زندگی کا اپنی ذات کے علاوہ بھی مقصد ہونا چاہئے، ورنہ وہ انسان انسان نہیں بعض مقاصد ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جان کی بازی لگانی ہوتی ہے۔

اقتباس۔ "حسن ناصر کی شہادت۔"

پارٹی نے نہایت دیانت داری کا مظاہرہ کر کے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس مشن میں، جیل یا موت کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، پھر بھی ہر مزدور یہ سعادت حاصل کرنے کیلئے بے چین تھا۔ ہم تین ساتھی فروری 1978ء (دن اور تاریخ یاد نہیں) بولان میل پر سوار ہو کر ٹمپل ڈیرہ (موجودہ نام ڈیرہ مراد جمالی) کیلئے روانہ ہوئے۔

راستے بھر درپیش مشن کی اونچ اور عوامل و عواقب پر گفت و شنید کرتے رہے، مجھے صرف ایک فکر تھی۔ "میں بار بار کامریڈ سے استفسار کرتا رہا کہ بھوک ہڑتال کتنے دن تک چلے گی۔

کامریڈ ہم تو صبح سحری کر کے روزہ رکھتے ہیں تو شام تک برا حال ہو جاتا ہے غیر معینہ

مدت تک کیسے بھوک برداشت کرینگے، کامریڈ ایسی گولی نہیں جو بھوک کے احساس کو ختم کر سکے۔
کامریڈ نے جل بھن کر کہا کیوں نہیں کوئی بھی گولی لگے گی تو بھوک کا احساس ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گا۔

ٹرین کے شور سے کبھی آنکھ لگ جاتی کبھی کھل جاتی اس طرح ہم ٹمپل ڈیرہ پہنچ گئے وہاں ہمارے استقبال کے لئے کوئی بھی موجود نہیں تھا کامریڈ رمضان بہت پریشان نظر آئے پھر ہم لوگ ڈاکٹر احمد حسین کے دواخانہ پر گئے اس کے ذریعے باقی دوستوں کے ساتھ رابطے ہوئے، دوسرے دن ہم نے گاوں گوٹھوں کے دورے شروع کئے مگر اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ بھوک ہڑتال کیمپ لگانے سے پہلے ہم گرفتاری نہ دیں اس لئے وہاں کے مقامی ساتھی ہمیں محفوظ راستوں سے لے جاتے۔

14 فروری 1978 کو ہم مقامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر بھوک ہڑتالی کیمپ پر گئے وہاں دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں کسان جمع ہو گئے پولیس نے گھیرا ڈال دیا، ہمیں گرفتار کر کے ٹمپل ڈیرہ کے مقامی حوالات میں ڈال دیا گیا۔

دوسرے دن وہاں کہ اے سی (اسسٹنٹ کمشنر) جو کہ کوئٹہ کے پشتون تھے لاک اپ میں آئے لاک اپ میں عجیب طرح کی حل چل مچ گئی غالباً کسی افسر کا لاک اپ میں آکر قیدیوں کے ساتھ بیٹھنا وہاں کے باسیوں کے لئے انوکھا اور نیا تجربہ تھا۔

رسمی تعارف کے دوران اے سی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا تعلق بھی پشتو زبان سے ہے انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور میرے ساتھ پشتو میں گفتگو کرنے لگے کہنے لگے تم نے جیل دیکھی ہے میں نے صرف ہاں کے انداز میں سر کو اوپر نیچے ہلایا، اے سی نے کہا میں باہر سے دیواریں دیکھنے کی بات نہیں کر رہا ہوں- کیا بحیثیت قیدی جیل کے اندر کا ماحول دیکھا ہے میں نے کہا ہاں دیکھا ہے اے سی نے اس پر پوچھا تمہارا تعلق کونسی پارٹی سے ہے میں نے جواب دیا مزدور تحریک سے اس دور میں سی پی پی (کمیونسٹ پارٹی) کا نام لینا بہت بڑا جرم ہوتا تھا میں نے کہا میرا تعلق پاکستان ورکرز فیڈریشن سے ہے اور ہم دنیا کے مزدوروں کو متحد کر کے پرولتاری انقلاب لانا چاہتے ہیں، اے سی نے پشتو میں کہا او ہی ہتھوڑی درانتی والے، اے سی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا

مجھے دوسروں سے کوئی مطلب نہیں تم پشتون ہوتم چاہوتو میں تمہیں اس مصیبت سے نکال سکتا ہوں بس تمیں ایک معافی نامے پر دستخط کرنے ہونگے میں نے ان سے کہا ہم گروپ میں آئے ہیں اور گروپ میں ہی فیصلہ کریں گے اے سی صاحب نے پشتو میں سمجھاتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں کسی مذہب کو نہیں مانتے انہوں نے تمہیں پٹی پڑھائی ہوگی، پشتون اے سی اپنے مخصوص بیوروکریٹانہ انداز میں مجھے سمجھا رہا تھا۔اس نے دیکھا کہ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہورہا ہے تو مجھ سے مایوس ہونے کے بعد میرے ساتھیوں کامریڈ رمضان۔اکبر، بیربخش سامت،غلام قادر، میر ملگزار ،ڈاکٹر احمد حسین، میر ہزار خان بنگلزئی سے مخاطب ہوا میں وہاں سے اٹھ کر پیچھے چلا گیا کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ اے سی مایوس ہوکر باہر جارہا تھا۔

مقامی کسان ساتھیوں نے ہمیں کہا کہ آپ لوگ ہمارے مہمان ہیں ہماری خاطر اس لڑائی میں شامل ہوئے ہیں ہم تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں،اسی دوران کسانوں نے ایک جلوس نکالا تھا اور کوئٹہ جانے والی شاہراہ نیشنل ہائی وے کئی گھنٹوں تک بند رہی۔

رات کو تقریباً 3 بجے کے قریب ہمیں نیند سے اٹھایا گیا ہتھکڑیاں لگائی گئیں اور کہا کہ چلو باہر نکلو ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا ہمیں جیل سے نکال کر بس میں بیٹھنے کا حکم دیا، ذہن میں کئی قسم کے خیال آرہے تھے تین باتیں بار بار دماغ میں گونج رہی تھی (۱) کیا ہمیں رہا کیا جارہا ہے (۲) کیا ہمیں کسی اور جگہ منتقل کیا جارہا ہے (۳) کیا ہمیں جان سے مارنے کے لئے ویرانے میں لے جایا جارہا ہے۔

بس کئی گھنٹے تک چلتی رہی دن کی روشنی میں ہمیں سبی ڈسٹرکٹ جیل کے حکام کے حوالے کیا گیا ہم سب بحیثیت ملزمان ملٹری سمری کورٹ میں ایک میجر کے سامنے پیش ہوئے جن کے نام کے آخر میں بخاری آتا ہے، میجر بخاری نے فرد جرم عائد کرنے کے بعد کامریڈ رمضان سے پوچھا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو،تو کامریڈ نے کہا کیا فائدہ صفائی پیش کرنے سے ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ منصف آپ نہیں کوئی اور ہے ہمارے بارے میں اب تک فیصلہ ہو چکا ہوگا بلکہ مجھے پکا یقین ہے کہ تحریری طور پر آپکے پاس فیصلہ پہنچ چکا ہوگا، آپ اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے ہمیں وہ فیصلہ سنادیں۔

میجر بخاری جو کہ ایک سلجھے ہوئے معقول انسان تھے،کیس کی کاروائی کے دوران کہنے

لگےتم بالکل ٹھیک کہتے ہو، ہم سب قواعد وضوابط کے کولہو کے بیل ہیں مجھے بھی پتہ ہے کہ کچھ لوگوں کی پیدائش ایسے حالات میں ہوتی ہے کہ گھٹی کے لئے چند روپے بھی میسر نہیں ہوتے اور کچھ لوگ سونے کا چمچہ منہ میں لیکر پیدا ہوتے ہیں یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے اور نہ جانے کب تک چلتا رہے گا، میجر بخاری نے شیکسپئر کا مشہور قول دہرایا "یہ دنیا ایک اسٹیج ہے ہر انسان اپنے اپنے وقت پر اپنا کردار ادا کر کے آوٹ ہو جاتا ہے اس طرح ہم بھی ملٹری سمری کورٹ سے آوٹ ہو کر "مچھ" جیل بھیج دیئے گئے۔

جب ہم مچھ جیل پہنچے تو تقریباً چار بجے کا وقت تھا، ماڑی کا مرحلہ طے ہونے کے بعد ہمیں اندر بھیجا گیا ہم صبح بغیر کچھ کھائے چلے تھے اس وقت تو ہمارا بھوک سے برا حال تھا، لنگر کمانڈر کو ہمارے کسی اندا کے ساتھی یا ہمدرد نے سفارش کی تھی کہ یہ لوگ محنت کشوں کے حقوق کیلئے لڑ رہے ہیں، اسلئے جیل میں انکا خیال رکھا جائے، سالن یعنی دال وغیرہ تو اس وقت تیار نہیں تھی، البتہ تندور میں گرم گرم روٹیاں پک رہی تھی، لنگر کمانڈر نے ایک بڑی کیتلی میں پانی چائے کی پتی اور چینی ڈالکر تندور سے روٹیاں نکالنے والی سیخ کی مدد سے کیتلی تندور میں لٹکا دی، اور چند منٹ میں سلیمانی قہوہ تیار تھا، پھر ہم نے بیٹھکر گرم گرم روٹیاں سلیمانی قہوے کے ساتھ تناول فرمائی....!!

اس عصرانے کا ذائقہ آج تک نہیں بھولا ہوں کہ بھوک بڑی ظالم چیز ہے.....!!

دوسری صبح ہمیں جیل میں مختلف قسم کی مشقتوں پر لگا دیا گیا، کیونکہ قواعد وضوابط کی رو سے ایک چین کے قیدیوں کو ایک ہی جگہ کام پر نہیں لگایا جاتا بلکہ الگ الگ جگہوں پر لگایا جاتا ہے، مجھے دوسرے ساتھیوں کی مشقت یاد نہیں مجھے درزی خانے میں بھیج دیا گیا۔

بشیر احمد راجہ مچھ جیل کے سپرینٹینڈنٹ تھے ہفتے میں ایک دن پوری جیل کا معائنہ کرتے اور قیدیوں سے ملتے تھے، جیل کا جو بھی قیدی ان سے (بشیر احمد راجہ) کوئی گفتگو کرنا چاہتا تو پہلے جیل کے سپاہیوں اور حوالدار وغیرہ کو وہ بات بتانی پڑتی تھی، اسکے بعد اسے ڈائریکٹر صاحب سے بات کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

کامریڈ کی اسکیم یہ تھی کہ ہم عملے کو اعتماد میں لئے بغیر ڈائریکٹر صاحب سے بات کرینگے تو لامحالہ پھڈا ہوگا، اور پھر پھڈے کو بڑا مسئلہ بنانا کوئی مشکل کام نہیں، طے یہ پایا تھا کہ ہمارے

ساتھی جہاں جہاں کام (یعنی مشقت) کرتے تھے، ڈائریکٹر صاحب جہاں بھی جائیں ہر ساتھی یہی حرکت کریگا یعنی ڈاریکٹ راجہ صاحب سے بات کریگا۔

یہ سعادت اس ناچیز کے حصے میں یوں آئی کہ ڈائریکٹر صاحب نے دورہ شروع ہی۔" درزی خانے۔" سے کیا، اور میں انکے آگے کھڑا ہوا کہ جناب میں نے کچھ "عرض کرنا ہے" انہوں نے بڑے اخلاق کے ساتھ کہا ہاں ہاں کہو کیا بات ہے، میں نے کہا ہم سیاسی قیدی ہیں ہمارے ساتھ عادی مجرموں جیسا سلوک ہوتا ہے آپ اپنے عملے کو پابند کریں کہ وہ آدمی آدمی کو دیکھا کریں، جیسے ہی ڈائریکٹر درزی خانے سے نکل کر دوسرے جانب روانہ ہوئے، ایک سپاہی (جس کا نام "عزیز" تھا اور منہ کوے کی طرح کالا سیاہ) نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے گریبان سے پکڑ کر زمین پر گرانا چاہا پھر دھکم پیل میں کچھ پوزیشن میں تبدیلی اس طرح آئی کہ سپاہی عزیز نیچے اور میں اوپر میرے اوپر ڈنڈے گھونسے اور لاتیں برسنے لگی جب مارنے والوں کو یقین ہو گیا کہ مجھے جرم کی سزا مل چکی ہے تو انہوں نے سپاہی عزیز کو میرے نیچے سے گھسیٹ کر نکالا اور اس کی وردی جھاڑنے لگے۔

طے یہ پایا تھا کہ جس ساتھی کو بھی مار پڑے گی وہ اسی لمحے سے بھوک ہڑتال پر بیٹھ جائے گا اور دوسرے سب ساتھی بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے لہذا دس، پندرہ منٹ میں پوری جیل میں خبر پھیل گئی کہ سیاسی قیدیوں نے بھوک ہڑتال کر دی ہے۔

ہم سب کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا اور انتظامیہ نے مذاکرات شروع کر دئے کیونکہ مجھے مار پڑی تھی میں نے مطالبہ کیا کہ سپاہی عزیز کو نوکری سے نکال دیا جائے، کامریڈ رمضان نے سمجھایا کہ یہ سپاہی بھی غریب گھر کا ہوگا اس نے صرف اپنی ڈیوٹی پوری کی ہے جو اسے اس گندے بدبو دار نظام نے سونپی ہے، بہر حال اس بھوک ہڑتال کے نتیجے میں مذاکرات ہوئے اور ہم سیاسی قیدیوں کے مطالبات تسلیم کئے گئے۔

مچھ جیل میں قیام کے دوران ایک معقول حلیے اور مناسب شکل کا آدمی مجھے انتہائی نامعقول نظروں سے گھورتا رہتا تھا آتے جاتے ایک بھرپور نفرت کی نظر مجھ پر ضرور ڈالتا تھا ایک دن میں نے کامریڈ رمضان سے اس معقول آدمی کی نامعقول حرکت کا ذکر کیا، کامریڈ رمضان نے

کہا کہ تم خود اس سے پوچھو کہ یہ حرکت کیوں کرتا ہے، میں نے اس شخص سے جس کا نام منتظر خان تھا پوچھ ہی لیا کہ کیا بات ہے تم مجھے ایسی نظروں سے کیوں گھورتے رہتے ہو، پہلے پہل تو وہ کنی کترانے کے انداز میں کہنے لگا، ایسی کوئی بات نہیں تمہیں مغالطہ ہوا ہوگا، میں نے کہا مغالطہ ایک دفعہ ہوسکتا ہے، ہمیشہ نہیں ہوسکتا، آپ کو مجھے سچ بتانا ہی پڑے گا اور جب منتظر خان نے سچ بتایا تو میں اپنی اس وقت کی کیفیت کو لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں ۔

انہی دنوں میں جب ہم گرفتار ہوئے، کوئٹہ شہر میں تھانہ روڈ بازار (ہیرا منڈی) کو ختم کردیا گیا تھا اس میں گرفتار عورتیں اور مرد بھی مچھ جیل میں منتقل کیئے گئے تھے، منتظر خان ہمیں بھی ان کا ساتھی سمجھ بیٹھا تھا، میں نے منتظر خان کو سمجھایا کہ ہم ایک اجتماعی مقصد کے لئے جیل آئے ہیں اور جو خواتین ہمارے ساتھ ہیں وہ بہت عظیم ہیں وہ عورت ذات ہوتے ہوئے بھی غریب محنت کشوں کے حقوق کے لئے جیل کی سختیاں برداشت کررہی ہیں منتظر خان شرمندگی اور حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نشست کے بعد وہ ہمارا دوست بن گیا۔ منتظر خان والی تفصیل جو میں نے بیان کی ہے اس سے جڑا ہوا ایک اور واقعہ بھی یادوں کے خزانے میں سے لکھ رہا ہوں۔

کچھ یادیں کچھ باتیں ذہن پر اس قدر نقش ہو جاتی ہیں کہ جیسے چپک کر رہ گئیں ہوں بہت سارے کردار چہرے واقعات میں سے کوئی کوئی ایسا ہوتا ہے جو بھلائے نہیں بھولتا ایسا ہی ایک کردار چودھری نور خان کا تھا گو کہ اس کا نام چودھری نور خان تھا لیکن اس کی شخصیت میں کسی پہلو سے نور نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی کسی زاویے سے وہ خان یا چودہری لگتا تھا بے رونق سا چہرہ جس پر ہر وقت پھٹکار برستی تھی، اس کے وجود سے ایک عجیب طرح کی سڑاند اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جو کہ قوت شامہ کے ذریعے نہیں بلکہ روح کی گہرائی سے محسوس کی جاتی تھی اردگرد کے لوگ اس کو چودہری کے نام سے پکارتے تھے اپنے فطری تجسس سے ہار کر ایک روز میں اس سے پوچھ ہی بیٹھا چودھری صاحب آپ کدھر کے چودھری ہو آپ کے پنڈ کا نام کیا ہے۔

چودھری کسی دائمی مریض بلے کی طرح کسمسایا اور پریشان کن دکھی لہجے میں کہنے لگا میں بازار کا چودھری تھا اب تو ہماری چودھرات کے سارے باغ سوکھ گئے ہیں۔

میں بہت حیران ہوا میں نے بہت سارے چودھریوں کو دیکھا تھا بہت ساروں کے

بارے میں پڑھا اور سنا تھا لیکن یہ انوکھا یعنی بازار کا چودھری میری معلومات میں ایک گرانقدر اضافہ تھا، معلومات سے پتہ چلا کے موصوف جس بازار کے چودھری تھے وہ بازار حسن کہلاتا ہے اب میری کئی الجھنیں رفع ہوئیں اور اندازہ ہوا کہ جیل کے قیدی چودھری سے زیادہ میل جول کیوں نہیں رکھتے تھے صرف ایک قیدی سلیم کبھی کبھار اس کے پاس دیکھا جاتا تھا۔ ایک دن چودھری کا وہ دوست سلیم غصے میں بھرا ہوا کامریڈ رمضان کے پاس آیا اور آتے ہی لڑنے لگا ہم نے اس یکطرفہ لڑائی کی وجوہات جاننا چاہیں تو سلیم نے بڑی سنسنی خیز انکشافات کیے سلیم نے کامریڈ رمضان پر الزام عائد کیا کہ آپ کے ساتھ آئی ہوئی عورتیں زنانہ وارڈ میں ہماری عورتوں کو خراب کر رہی ہیں اس نے دھمکی دی کہ ان عورتوں یعنی حمیدہ اور آصفہ کو روکا جائے ورنہ ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا آس پاس کے قیدیوں نے سلیم سے کہا تم کسی آسان زبان میں ہمیں یہ بتاؤ مسئلہ کیا ہے اور تم کامریڈ رمضان سے کیا چاہتے ہو۔

سلیم نے غصے بھرے لہجے میں بتایا تمہارے ساتھ جو عورتیں ہیں وہ میری بیوی کو الٹی سیدھی پٹیاں پڑھاتی ہیں عزت، نسوانی وقار، انسانی اور نسوانی حقوق اور نہ جانے کیا کیا الابلا سکھاتی اور پڑھاتی رہتی ہیں، جب سے تم لوگ اس جیل میں آئے ہو میں دن بدن اپنے بیوی کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت بڑھتی ہوئی محسوس کر رہا ہوں اس کے مستقبل کے تمام منصوبے بدل گئے ہیں اب وہ کہتی ہے کہ جیل سے نکل کر وہ اپنا سابقہ پیشہ چھوڑ دیگی اور شریفانہ زندگی گزاریگی، چاہے اسے کسی کے گھر کے کپڑے اور برتن مانجھنا ہی کیوں نہ پڑیں، سلیم نے فرمایا کہ اگر بات صرف اتنی ہی ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر اب میری بیوی کھلم کھلا دھمکیوں پر اتر آئی ہے کہتی ہے جیل سے رہا ہو کر پہلا کام یہ کریگی کہ مجھ پر عدالت میں کیس داخل کریگی کہ میں نے اس شریف لڑکی کو زبردستی غلط کام کے لئے مجبور کیا ہے۔

کامریڈ رمضان اس دوران صرف مسکراتے رہے اور میرا غصہ عروج پر چلا گیا میرا غصہ کسی طرح کم نہیں ہو رہا تھا وارڈ میں بند ہونے کے بعد جب ہم ساتھی بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو میں نے سلیم کے بارے میں اپنے نفرت کا اظہار کیا کامریڈ رمضان نے مجھے کہا کہ سلیم کی جتنی سوچ ہے وہ اسطرح کی ہی بات کریگا وہ بازار بھی تو اسی استحصالی نظام کی تخلیق ہے جب اس کو

عزت اور بے عزتی کے مفہوم کا شعور ہی نہیں ہے تو ایسے انسان سے کیسا گلہ ہماری کامیابی یہ ہے کہ جب اس کی بیوی کو حمیدہ گھانگھرو اور آصفہ رضوی نے اچھے اور برے کا شعور دیا تو چند ہی دنوں میں بہتر نتائج سامنے آگئے اور اس کی بیوی نے اپنی زندگی کو صحیح راستے پر ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہے یہی ہماری کامیابی ہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر احمد حسین پندرانی

ڈاکٹر احمد حسین پندرانی ٹیمپل ڈیرہ سٹی پیپلز پارٹی کے صدر تھے، انھوں نے بتایا کہ پٹ فیڈر میں ہمارا خاندان 1965 میں آباد ہوا 1976 میں ہمارے خاندان کو زرعی اصلاحات میں سولہ سولہ ایکڑ کے دس بلاک ملے ،دوسرے کسانوں کو بھی بلاکوں کی صورت میں زرعی زمین الاٹ کی گئی۔

1976 میں بھٹو صاحب نے ٹیمپل ڈیرہ میں زرعی زمینوں کے الاٹمنٹ آرڈر خود تقسیم کرنے کیلئے بہت بڑا جلسہ عام کیا۔

5 جولائی 1977ء میں مارشل لاء لگا زمینداروں نے زمین واپس لینے کی کوشش کی قیدی شاخ گاؤں نور محمد جمالی، گاؤں میر گل محمد موسیانی، گاؤں لہڑی سے کسانوں کو بیدخل کرنے کی کوشش کی گئی کسانوں نے زمین سے بیدخل ہونے سے انکار کیا جس پر جمالی جاگیرداروں نے لشکر کشی کے ذریعے کسانوں کو زبردستی بیدخل کرنے کی کوشش کی جس میں کچھ کسان شہید ہوئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسانوں نے حاجی محمد مراد جمالی کو کوئٹہ میں قتل کردیا، قبائلی جرگے نے بعد میں تصفیہ کروایا اور کسانوں کی الاٹمنٹ کو بحال رکھا گیا اور انکو اس جدوجہد میں

جانوں کا نظرانہ پیش کرنے اور سندھ سے آئے ہوئے ساتھیوں کی جدوجہد کے نتیجے میں حقوق دیئے گئے۔جیسا کہ 22دسمبر 1977 کے واقعہ کے خلاف مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی سندھ اور بلوچستان کے دوستوں نے پٹ فیڈر کے کسانوں کی شہادت کے خلاف بھرپور تحریک چلائی ،جس میں مزدور کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے کئی دوست اور پیپلز پارٹی کے عہدیدار اور کارکنوں نے مل کر جدوجہد کی۔اس بھرپور تحریک کے نتیجے میں پٹ فیڈر کے جاگیردار، وڈیرے اور مارشل لاء حکمران بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے اور کسانوں کی تحریک کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوئے۔

اس تحریک کے نتیجے میں کسانوں کو ان کے حقوق ملے وہ 16،16 ایکڑ زمین آباد کر کے خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔اس تحریک میں ہمیں مارشل لاء کورٹس سے سزائیں ملیں کئی ساتھی جس میں کامریڈ رمضان، غلام اکبر، عمر دین اور پیر بخش سامت، آصفہ رضوی، حمیدہ گھانگھرو تھے جبکہ، میر گل موسیانی، گل حسن منجو، نہال الدین سولنگی، فقیر محمد لاشاری شیر محمد چانڈیو کو نظر بند کیا گیا۔

صادق عمرانی نے کسان تحریک کی حمایت کی اسے اوستہ محمد میں نظر بند کیا گیا اور کچھ دنوں کے لئے جیل میں بھی رکھا گیا22دسمبر کے واقعہ کے بعد ہم نے یحیٰی بختیار سے جناح روڈ ان کے دفتر میں ملاقات کی میرے ساتھ لال بخش کھوسو، غلام رسول ببر اور کچھ دوست شامل تھے، یحیٰی بختیار اس وقت بھٹو صاحب کے وکیل تھے یحیٰی بختیار نے بھٹو کا پیغام دیا کہ میں پٹ فیڈر کے کسانوں کے ساتھ ہوں، جب میری رہائی ہوگی تو میں ان کے حقوق کے لئے جاگیرداروں سے لڑونگا جنہوں نے پارٹی میں رہتے ہوئے زرعی اصلاحات کو قبول کیا، مارشل لاء حکومت نے زرعی اصلاحات کو ناکام کرنے کیلئے جاگیرداروں کے ذریعے کسانوں کا خون بہایا ہے، میں جاگیرداروں کو کبھی بھی معاف نہیں کرونگا میں جیل سے رہا ہوکر کسانوں کے حقوق کی خاطر جدوجہد کرونگا، ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں دونگا، کیونکہ میں نے جاگیرداری نظام کے خاتمے کا وعدہ پورا کیا ہے۔

پٹ فیڈر کی جدوجہد کے دوران میں اپنے کردار سے مطمئن ہوں میں نے انسانی ہمدردی کے تحت رابطہ کمیٹی کے دوستوں سے مل کر کام کیا ہم سب کے مفادات ایک ہیں۔ہمارے علاقے میں مسئلہ ہوا تو کراچی اور حیدرآباد کے ساتھیوں نے آکر تحریک چلائی، بھوک ہڑتال کی گئی اور گرفتاریاں ہوئیں جس کی خبریں جنگ، مشرق، زمانہ، مساوات، اخبارات میں چھپتی رہی ہیں۔

☆ ☆ ☆

حاجی نذیر احمد رخشانی

میر گل موسیانی گاوں پر دو دن سے جمالی لشکر کا حملہ جاری تھا۔ ہم سب بھی پریشان تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ بروہیوں اور جمالیوں کا جھگڑا ختم ہی نہیں ہو رہا لڑائی کے دوسرے دن شام کو میر گل موسیانی کے گاوں کے جو لوگ گاوں سے باہر تھے وہ ہمارے پاس آئے اور ہم سے اپیل کی کہ اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو ورنہ اگر جمالیوں نے ہمارے گاوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیا تو آپ لوگوں سے بھی زمینیں اور گاوں خالی کرالیں گے۔

ہمارے گاوں سے کئی لوگ اسلحہ لیکر لڑائی میں شامل ہو گئے دونوں طرف سے فائرنگ شروع کر دی گئی، کئی دوسرے گاوں کے لوگ بھی میر گل موسیانی کے گاوں والوں کی مدد کیلئے آگئے انہوں نے بھی جمالی جاگیردار کے لشکر پر فائرنگ شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے میر گل موسیانی اور اس کے گاوں والوں پر حملہ کرنے والے جمالی سردار دوسرے گاوں سے آنے والے کسانوں کی فائرنگ میں پھنس گئے۔ ساری رات ہم اندھیرے میں ایک دوسرے پر فائرنگ کرتے رہے۔ صبح کے وقت ہمارے ساتھ والے گاوں کے لہڑیوں کے ساتھ میرے بھانجے عبدالکریم رخشانی کے

شہید عبدالکریم رخشانی کے ماموں حاجی نذیر احمد رخشانی، تاج مری کو انٹرویو دے رہے ہیں

گروپ کا اسلحہ ختم ہو گیا وہ میدان سے جا رہے تھے کہ جمالی لشکر کے لوگوں نے ان پر فائرنگ کر دی، جبکہ انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لئے تھے اس کے باوجود ان کو گولیاں ماری گئیں جس کی وجہ سے تین لہڑی موقع پر ہلاک ہو گئے ایک نے راستے میں دم دیا اور میرے بھانجے عبدالکریم رخشانی کی موت روڈ پر سواری نہ ملنے کی وجہ سے کافی خون بہنے کی وجہ سے ہوئی۔ ڈپٹی کمشنر لیویز اور بلوچستان ریزرو پولیس کی بہت زیادہ نفری کے ساتھ آیا اس نے لاشیں اٹھوائیں اور فائرنگ بند کروائی جمالی لشکر منتشر ہو گیا جنگ بند ہو گئی، ہم اپنے شہید بھانجے عبدالکریم رخشانی کو اپنے گھر لے آئے، لہڑیوں کے چار لوگ شہید ہوئے جس میں تین سگے بھائی تھے اور ایک ان کا بھانجہ وہ اپنے شہیدوں کو اپنے گاؤں لے گئے پھر ہم نے آپس میں فیصلہ کیا کہ پانچوں شہیدوں کو ایک ہی قبرستان میں دفن کیا جائے پھر لہڑیوں کے گاؤں کے قریب والے قبرستان میں پانچوں شہیدوں کو دفن کیا گیا۔

اس کے بعد ہمارے لوگوں کی گرفتاریاں ہوئی ہماری سرسوں کی فصلوں کے ڈیروں پر حکومت نے قبضہ کر لیا ہم لوگ بہت پریشان تھے جمالیوں سے بدلہ لینے کے لئے سوچ رہے تھے کہ کراچی سے کچھ لوگ آئے ہم لوگوں سے تعزیت کی اور ہم سے وعدہ کیا کہ ہم کوشش کر کے آپ کے قاتلوں کو گرفتار کرائیں گے اور تمہارے لوگوں کو آزاد کروائیں گے، حکومت سے تمہارے سرسوں کے ڈیرے بھی واپس دلوائیں گے، وہ یہ کہکر چلے گئے ہمیں کوئی بھروسہ نہیں تھا پھر ان میں سے کچھ لوگ ہمارے گاؤں میں آئے کہا کہ ہم لوگ ہاریوں کے حق کیلئے بھوک ہڑتال کریں گے آپ ہمارا ساتھ دیں۔ سارے گوٹھوں میں ہم ان کے ساتھ گئے لوگوں کو تیار کیا اور پھر بھوک ہڑتال پر بیٹھ گئے پولیس کراچی اور سندھ سے آئے ہوئے لوگوں کو گرفتار کر رہی تھی اس تحریک کے دوران ہم لوگ بہت جوش میں تھے، لوگ آگے بڑھ رہے تھے اس تحریک نے بڑا فائدہ دیا اور اس کے نتیجے میں لوگوں کو ان کی زمینیں ملی۔

☆☆☆

محمد عرس موسیانی

محمد عرس موسیانی ولد میر گل موسیانی ،والد کی وفات کو تین سال ہو گئے ہیں۔ 1976 میں زمین الاٹ ہوئی تو جلدی ضیاء الحق کا دور آ گیا، ضیا دور میں جمالی برادری کے وڈیروں نے پیپلز پارٹی چھوڑ کر ضیا الحق کا ساتھ دیا۔اوراس کے اشارے پر ظفر اللہ جمالی،نور محمد اور دیگر جمالی آئے اور ہاریوں سے کہا کہ آپ زمین چھوڑ دیں عیوض میں آپ کے خاندان کو دوسری جگہ پر زمین دینگے ہم نے کہا کہ زمین نہیں چھوڑ ینگے۔

میرے والد کسانوں کی کمیٹی کے صدر تھے ظفر اللہ نے ہمیں دھمکایا اور کہا کہ 10 یا 15 دن میں آپ کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا ۔ جمالی اور علاقے کے دوسرے جاگیرداروں نے ضلعی افسر کے پاس کسانوں کو بلا کر دھمکیاں دینی شروع کی ۔کسانوں نے زمینیں واپس دینے سے انکار کیا اس بات پر کسانوں کو گرفتار کیا گیا اس کے بعد کسانوں کی طرف سے احتجاجی جلوس نکالا گیا، میرے والد نے جا کر زیارت سیشن کورٹ میں کیس درج کروایا، سیشن کورٹ نے زمینداروں کے حق میں فیصلہ دیا۔

اس کے بعد ہائی کورٹ میں کیس درج کیا گیا ہائی کورٹ نے جمالی جاگیرداروں کے خلاف فیصلہ دیا، ہمارے والد کے وکیل جمیل احمد پنجابی تھے انھوں نے سپریم کورٹ کوئٹہ برانچ میں کیس داخل کیا اس کے نتیجے میں کورٹ نے کسانوں کے حق میں فیصلہ دیا۔اس کے بعد ہمارے

والد نے آ کر اپنی فصل اٹھائی جب سپریم کورٹ نے کسانوں کے حق میں فیصلہ دیا تو ظفر اللہ، حاجی نور محمد، محمد مراد جمالی نے کہا کہ آپ بچوں کی طرح ضد نہ کریں اور معاوضہ لے کر چلے جائیں، ہم سب نے اس سے انکار کیا بعد میں ایک دوسرے کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی دونوں جانب سے اسلحہ نکالا گیا اور فائرنگ شروع ہوگئی۔

پھر جمالی واپس چلے گئے اس کے بعد جمالی ایک ماہ کے بعد لشکر کے ساتھ آئے، تین دن تک فائرنگ ہوئی والد صاحب گھیرے سے باہر رہ گئے وہ باہر سے ٹیلیگرام کرتے رہے، ہم گھیرے میں تھے۔ لیکن مخالف پارٹی کو گھروں میں داخل ہونے نہیں دیا۔ کیمپ جمالیوں نے لگایا ہوا تھا یہاں 8 سے 10 دیگیں روز پکائی جاتی تھیں، آخر والد نے ٹیلیگرام کے ذریعے صدر کو اپیل کی جس کے نتیجے میں کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔

22 دسمبر 1977 گیارہ محرم کی صبح کو کسان شہید ہوئے شام کو پولیس آگئی بعد میں جمالی کیمپ اور دیگیں وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن انکے کچھ لوگ گرفتار ہوئے بعد میں پولیس نے آ کر لاشیں اٹھانے میں مدد کی بعد میں پتہ چلا کہ بروہیوں کی لاشیں ہیں، سائیں داد قمبرانی زخمی ہوئے تھے اس واقع کے بعد کیس چلتے رہے۔ پھر مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی نے آ کر تحریک چلائی حمیدہ، آصفہ رضوی کو ہم نے ایک گاؤں میں چھپایا، لوگ بھی ڈر رہے تھے۔

تحریک کے بعد بالآخر مذاکرات ہوئے تحریک میں ہمارے ساتھی اور مہمان بھی گرفتار ہوئے بعد میں بلوچی جرگہ کیا کہ خون کا بدلہ خون ہونا چاہیے اس کے بعد بروہیوں نے محمد مراد جمالی کو قتل کیا اور قبول کیا کہ ہم نے قتل کیا ہے اور کہا کہ ابھی ہمارے تین شہید اور باقی ہیں جن کا بدلا ہم تین اور جاگیرداروں کو قتل کر کے لیں گے، شہید عبدالکریم رخشانی شہادت کے وقت بھی ہم لوگوں کو حوصلہ دیتا رہا۔ اس کی شہادت کو ہم ضائع نہیں ہونے دیں گے، اس کے بعد جرگہ ہوا، خیر بخش مری جرگے میں کسانوں کی طرف سے تھے اور جمالی کی جانب سے میر رسول بخش تالپور مشیر تھے۔ اس جرگے کے بعد قبائلی طور پر خیر کا فیصلہ ہوا اور دونوں طرف امن ہوا اور جرگے کے فیصلے کے بعد پٹ فیڈر کی زمینیں کسانوں کے پاس رہیں۔

☆☆☆

صوفی عبدالخالق بلوچ

کامریڈ صوفی عبدالخالق بلوچ سابقہ ممبر پولٹ بیورو نے بتایا کہ اس وقت پولٹ بیورو ہوتا تھا میں بھی پولٹ بیورو کا ممبر تھا کامریڈ امام علی نازش سیکریٹری جنرل تھے انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا کہ آپ پٹ فیڈر جا کر شہید کسانوں اور ان کے خاندانوں پر ہونے والے ظلم کے متعلق اسٹڈی کر کے پٹ فیڈر کے حوالے سے فیکٹ فائنڈنگ جمع کر کے سینٹرل کمیٹی میں رکھیں میں اس وقت روپوش رہ کر پارٹی کے لئے کام کر رہا تھا، پولٹ بیورو کی اکثریت کراچی میں تھی، پارٹی کے دوستوں کے کہنے پر شہید کسانوں کے قریبی گاوں میں جا کر معلومات حاصل کی۔ اس کے بعد

اپنے طور پر پیپلز ہاری کمیٹی کے پیر بخش سامت کے گھر گیا ان کا گھر ضیا الحق کے دلالوں نے مسمار کر کے انہیں بے دخل کرنے کی کوشش کی تھی وہ پیپلز پارٹی کے جنرل سیکریٹری بھی تھے۔
میں نے پیر بخش سامت کو پیغام بھیجا کہ ہم انفرادی قوت کے ساتھ کچھ نہیں کر پائیں گے ہم کو مل کر جدو جہد کرنی چاہیئے ۔جس پر پیر بخش سامت نے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے مشترکہ جدو جہد کی طرف ہمارے ساتھ مل کر آگے بڑھنے کا اظہار کیا۔

شیر محمد مینگل، غلام قادر مینگل پہلے سے رابطے میں تھے، ہزار خان بنگلزئی سے بھی رابطہ کیا میر گل والے میرے رشتہ دار بھی تھے، سب سے پہلے پیپلز ہاری کمیٹی نے موسیانی اور دیگر سے رابطہ کر کے اس بات کو بھاگ کے علاقے تک پھیلایا اور فیصلہ کیا کہ کسانوں کے حقوق کی اس لڑائی کو ان کے علاقے میں ہی لڑینگے، اس کے بعد پارٹی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ پارٹی رابطہ کمیٹی کو سپورٹ کریگی۔

شیر محمد مینگل کے ذریعے پریس کانفرنس کروائی آگے جا کر پیر بخش سامت نے پیپلز ہاری کمیٹی کو بزگر کمیٹی میں ضم کروایا اور بعد میں جدوجہد اور بھوک ہڑتال چلتی رہی، پارٹی نے اپنی حکمت عملی سے طبقاتی تحریک کو قبائلی تحریک میں تبدیل کرنے کی کوشش کو ناکام بنادیا۔

پارٹی سیاست آگے بڑھی تو روائتی سیاستدانوں کو خوف ہو گیا کہ اب سیاست ان کے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ انہوں نے تحریک کے لوگوں کو جیل بھجوایا اور حراساں کر کے دھمکیاں دینی شروع کی شہیدوں کے رشتہ دار سیاسی نہیں تھے ان میں سے کچھ جاگیرداروں کی دہشت میں آ گئے۔ جاگیرداروں نے طبقاتی تحریک کو روکنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرنا شروع کئے۔

جن لوگوں نے اس مرحلے میں میری مدد کی ان میں ٹیمپل ڈیرہ میں درزی کی دکان کا مالک اللہ ڈنہ، محمد عالم پندرانی ہوٹل والا، درزی امداد پندرانی اور، جیکب آباد میں امداد اوڈھو کا بھی اس تحریک میں مددگار کے طور پر اہم کردار تھا۔

محمد بخش سومرو ایڈووکیٹ کا خاص طور پر بڑا اہم کردار تھا مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں اس نے اپنی سوزوکی کیری کو میرے لئے وقف کیا ہوا تھا، اس جدوجہد کے نتیجے میں کسان (بزگر) کمیٹی اور پارٹی کو کافی تقویت ملی تحریک کی حمایت میں لوگوں نے اوستہ محمد میں جلوس نکالا اور جدوجہد کو آگے بڑھایا گیا۔

اے خاک نشینوں اُٹھ بیٹھو ،وہ وقت قریب آ پہنچا ہے

جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اُچھالے جائیں گے

(فیض احمد فیض)

☆☆☆

مجید بھائی

مجید بھائی نے بتایا کہ پٹ فیڈر تحریک میں رمضان اور ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد مجھے جاوید شکور نے اکیلے میں کہا کہ پٹ فیڈر میں لشکر کشی ہو رہی ہے وہاں لوگ شہید ہو رہے ہیں اس جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لئے آپ کو جانا پڑے گا اس وقت میں ہاشمی کمپنی میں ڈھائی مہینے سے ملازمت کر رہا تھا میں نے وہاں سے تنخواہ اٹھائی اور کرایہ کر کے چلا گیا اوستہ محمد میں عبدالرحیم رند کے پاس پہنچ کر میں نے لوگوں سے رابطہ کیا۔

جب میں ٹیمپل ڈیرہ پہنچا تو پتہ لگا کہ کامریڈ رمضان اور دوسرے ساتھی ٹیمپل جیل میں ہے ٹیمپل ڈیرہ میں ایک شناختی کارڈ کا دفتر تھا جس کے پچھلے سائیڈ پر ایک بیٹھک تھی۔ جہاں پارٹی کے اور BSO کے لوگ آتے تھے اور تحریک کے حوالے سے آپس میں تبادلہ خیال کر کے آئندہ لائحہ عمل تیار کرتے تھے، میں چونکہ ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد کام کو آگے بڑھانے کے لئے آیا تھا اس لئے میں کام میں مصروف ہو گیا، مجھے کہا گیا تھا کہ میں نے گرفتاری نہیں دینی ہے۔

جب آصفہ رضوی اور حمیدہ گھانگھرو ٹیمپل ڈیرہ آئے اور بھوک ہڑتال پر بیٹھیں تو انتظامیہ نے کہا آپ ہماری روایت کے خلاف کام کر رہی ہیں ہمارے یہاں عورتیں روڈ پر نہیں بیٹھتیں،

آصفہ اور حمیدہ نے کہا کیا تمہاری روایت میں عورتوں اور بچوں پر لشکر کشی کر کے قتل کرنا شامل ہے، عورتوں کی جدو جہد جاگیرداروں کو بری لگ رہی ہے اس کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

مجھے ٹیمپل ڈیرہ میں سکندر جمالی نے آکر کہا آپ اس جگہ سے فوراً نکل چلیں میں نے جانے سے انکار کیا اس نے میرے پیر کو ہاتھ لگا کر کہا کہ لیویز والے ہمیں گھیر رہے ہیں لہذا جتنی جلدی ممکن ہو نکلیں گرفتاری کی صورت میں تحریک کا کام رہ جائیگا اور اس سے ہمیں نقصان ہوگا، ہم وہاں سے نکل گئے میٹنگ میں مجھے پتہ چلا کہ امداد اوڈھو کی ذمہ داری تھی کہ وہ پریس کا کام کرے، ہم ساتھیوں میں کام کے حوالے سے ذمہ داریاں تقسیم کی گئی تھی میٹنگ میں شیر محمد آیا، شیر محمد نے مجھے کہا کہ آپ میری دعوت پر میرے ساتھ چلیں وہ مجھے ہوٹل لے گیا BSO کے دوست بھی ساتھ تھے آصفہ اور حمیدہ پیر بخش کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے، ہم نے وہاں ہڑتال پر بیٹھنے والوں کی لسٹ بنائی پھر سو گئے صبح میری آنکھ 5 بجے کھلی میں نے دیکھا ایک مقامی رہنما غائب تھا 6 بجے میں نے چائے پی اتنے میں پیر بخش سامت کا سسر چچا دیرک آیا اس نے کہا تمہاری گرفتاری کے لئے پولیس آنے والی ہے، میں وہاں سے نکل گیا، دوسرے دن پتہ لگا کہ کچھ لوگ گرفتار ہو گئے ہیں جہاں میں اور سکندر جمالی ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں لیویز والوں نے ہمیں گھیر لیا۔

میں اور سکندر جمالی پچھلے دروازے سے نکل گئے، ہم لوگ کافی دور تک پیدل چلتے رہے جیکب آباد کے نزدیک پہنچ گئے وہاں سے بس ملی جس نے ہمیں جیکب آباد شہر پہنچایا سکندر سے میں نے کہا میں کراچی جا رہا ہوں جس پر سکندر نے مجھے بتایا آپ کا کام ابھی ختم نہیں ہوا نذیر عباسی کا پیغام ہے کہ آپ کو نصیر آباد جھٹ پٹ، اوستہ محمد وغیرہ کے ساتھیوں سے بھی ملنا ہوگا اور بھوک ہڑتال پر آمادہ کرنا ہوگا۔

پھر ہم جھٹ پٹ سے ٹیمپل ڈیرہ آگئے اس دوران ریڈیو پر اعلان ہوتا رہا چند شر پسند افراد ضیا الحق کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں مقامی لوگوں سے یہ کہا جا رہا تھا کہ رمضان، اکبر اور عمر دین کے علاوہ تمام لوگوں کو رہا کیا جا سکتا ہے جس پر ہم نے کہا کہ اگر ہاریوں کو ان کی زمینیں واپس دی جائیں اور ان کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئی ہیں اس کا ازالہ کیا جائے اس پر سوچا جا سکتا ہے۔

میں اپنا کام کرنے کے بعد کراچی آگیا۔ کراچی میں مجھے پنجاب کے ساتھی ضیاء الدین

بٹ سے ملایا پارٹی نے کہا کہ اس ساتھی کو صوفی خالق اور عبدالرحیم کے پاس لے جاؤں میں دوبارہ ٹیمپل ڈیرہ ساتھی ضیاء الدین کو لیکر روانہ ہوا، ہم وہاں پہنچے تو ضیاء الدین کچھ پریشان نظر آنے لگا کیونکہ وہاں کے حالات بہت خراب تھے۔

وہاں چھوٹے چھوٹے لڑکے، عزیز رند اور عبدالجبار رند بھی اس جدوجہد میں شامل تھے جو کہتے تھے کہ ہم نظریاتی لوگ ہیں ہم جاگیرداری نظام کے خلاف ہر قسم کی قربانی دینے کے۔لئے تیار ہیں یہ دونوں بھائی بھی پٹ فیڈر کے تحریک میں گرفتار ہوئے تھے ان بچوں کی طبقاتی نظام کے خلاف لڑنے کی خواہش کو دیکھ کر مقامی لوگوں اور سندھ سے آئے ہوئے لوگوں کا حوصلہ بلند رہتا تھا۔

☆☆☆

سکندر جمالی

سکندر جمالی پٹ فیڈر تحریک کی وہ اہم کڑی ہے جنہوں نے مشکل حالات میں سندھ سے آئے ہوئے ساتھیوں کا پورے جذبے اور بہادری سے مقامی رابطے کا کام انجام دیا۔
سکندر جمالی نے بتایا کہ اس تحریک میں ہم پورے جوش سے اس طبقاتی نظام کے خلاف اپنی طاقت کے مطابق جدوجہد کر رہے تھے اس تحریک کو شروع کرنے میں سائیں عزیز اللہ کا اہم کردار تھا، سائیں عزیز اللہ اس وقت جیکب آباد میں اپنے بھائی کے گھر رہتے تھے، سائیں عزیز اللہ نے ہمیں پٹ فیڈر تحریک کے حوالے سے لوگوں کو موبلائیز کرنے کے لئے اور کراچی سے آئے ہوئے ساتھیوں کی سرگرمیوں

میں ان کی مدد کرنے کے لئے کہا پارٹی کے حوالے سے ہمیں بتایا کہ اس تحریک میں کراچی سے آئے ہوئے لوگ بلوچستان میں پارٹی کی مدد کریں گے۔

پٹ فیڈر میں کسانوں کے شہادت کے بعد رمضان، جاوید شکور، مجید بھائی اور حمیدہ گھانگرو اس واقعے کی فیکٹ فائینڈنگ کے لیئے آئے تھے۔

مجید بھائی جو کراچی سے کامریڈ رمضان کی گرفتاری کے بعد کسانوں کو منظّم کرنے کے لیے آئے تھے میرے ساتھ روپوش رہے میں انہیں مینگل کورٹ، گوٹھ غلام محمد اور ماما خیر بخش کے پاس لے گیا۔ پٹ فیڈر کی تحریک میں سندھ سے آئے ہوئے دوستوں نے جیلیں کاٹی اور بھرپور ساتھ دیا چار ساتھیوں رمضان، اکبر، عمردین، پیر بخش سامت کو مچھ جیل میں ایک ایک سال کی سزا کاٹنی پڑی۔ بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائیزیشن (BSO) بلوچستان لیبر فیڈریشن (BLF) کے ساتھیوں نے بھی ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔

کراچی کے ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد کوئٹہ میں بلوچستان کی تنظیموں نے میٹنگ بلوائی، محمد خان مینگل بھی اس میٹنگ میں شامل تھے جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ طلبہ الائنس اور لیبر فیڈریشن بھی اس جدو جہد میں شامل ہوگی، ڈیرہ مراد جمالی میں نور پندرانی کی جگہ پر ساتھی جمع ہوتے تھے اور پٹ فیڈر تحریک کی صورت حال پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ میرا کردار اس تحریک میں سندھ کے ساتھیوں کو بحفاظت مقامی دوستوں کے ساتھ رابطے کروانا تھا اور اس تحریک کی کڑیوں کو ملانے کے کام کے ساتھ میں تحریک کی سچائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں شریک رہا۔ میرا تعلق جمالی قبیلے سے ہونے کی وجہ سے مجھے اور میرے خاندان کو جمالی جاگیرداروں کے زیادہ دباؤ کا سامنا کرنا پڑا میں سمجھتا تھا کہ یہ قبائلی نہیں طبقاتی جنگ ہے اس لئے میں اپنے طبقے کے ساتھ تھا ہم خود بھی کسان ہیں میرے چچا علی محمد جمالی کو جمالی جاگیردار بار بار یہ پیغام بھجواتے تھے کہ اپنے بھتیجے کو روکو، وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے بچانے کے بجائے بروہی قبیلے کے لوگوں کا ساتھ دے رہا ہے ایک بار یہ بھی دھمکی ملی کہ کسی دن روڈ پر کسی گاڑی کے نیچے پڑا ہوگا میرے چچا نے گاؤں میں موجود جمالی قبیلے کے اپنے کسانوں کو جمع کر کے جمالی جاگیرداروں کو جواب دیا کہ دیکھا جائیگا ہم کسان ہیں کسانوں کا ساتھ دیں گے۔

☆☆☆

تاج بلوچ

پٹ فیڈر کسان تحریک میں وہ کم عمر نوجوان جو ابھی اسکولوں میں پڑھتے تھے لیکن اپنی آنکھوں کے سامنے کسانوں پر جو انکے اپنے طبقے سے تعلق رکھتے تھے ان پر ہونے والی زیادتیوں کو دیکھ کر انکے اندر اس طبقاتی فرق کے خلاف نفرت کا جذبہ تھا ان میں ایک نام تاج بلوچ کا ہے جو اسوقت جعفر آباد میں ہائی اسکول میں پڑھتے تھے۔

اب تاج بلوچ یوسی ناظم اور چیئرمین شہری ایکشن کمیٹی ہیں انکے علاوہ عطاالله آسی (عمرانی) جو بی ایس او ڈگری کالج اوستہ محمد کے جنرل سیکریٹری تھے۔ان نوجوانوں نے تنظیمی طور پر بہت کام کیا، تحریک کی سپورٹ میں ہڑتال کی تھی اور جلوس بھی نکالا تھا یہ لوگ مسلسل عوامی رابطے میں شامل تھے آصفہ رضوی اور حمیدہ گھانگھرو کی آمد پر ان نوجوانوں نے کسانوں سے رابطے کا کام بہت تیزی اور مکمل یکجہتی سے کیا۔

انہوں نے بتایا کہ کسانوں کی شہادت اور تحریک کے بعد کافی کسانوں کو زمین مل گئی، قادر بخش، بنی بخش زھری کی زمین بھی کسانوں کو ملی، کسانوں نے جان کا نذرانہ دے کر زمین کو بچایا۔

اب جو بھی چاہو چھان کرو — اب جتنے چاہو دوش دھرو
چھاتی تو وہی ہے گھاؤ وہی — اب تم ہی کہو کیا کرنا
یہ گھاؤ کیسے بھرنا ہے

☆ ☆ ☆

پٹ فیڈر کے گرفتار شدگان کے ساتھ غیر انسانی سلوک

پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن ضلع نصیر آباد کے قائم مقام ضلعی صدر مسٹر محراب راجہ ڈپٹی سیکریٹری جنرل جان محمد اللہ ڈنہ نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کے مطالبات کے سلسلے میں مزدور طلباء کسان رابطہ کمیٹی کراچی، حیدرآباد کی جانب سے بھوک ہڑتالیوں کی گرفتاری افسوسناک ہے انہوں نے کہا کہ پورے ملک میں مزدوروں کی بے روزگاری، تالہ بندی، چھانٹی اور مہنگائی جیسے مسائل پر مزدور طبقہ جدوجہد کر رہا ہے اس طرح کسانوں کی بھی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے کسانوں کو زمین سے بے دخل کیا جا رہا ہے اور انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ جاگیرداروں کے خلاف جدوجہد نہ کر سکیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ مزدور کسان طلباء ظلم و تشدد کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پٹ فیڈر کے کسانوں کی حمایت میں گرفتار پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن ضلع نصیر آباد کے ضلعی صدر مسٹر نصر اللہ بلوچ طلباء

ہفت روزہ معیار کراچی

۱۵ تا ۲۲ اپریل ۱۹۸۷ء

مزدور کسان رابطہ کمیٹی کراچی کی سیکریٹری جنرل آمنہ رضوی مزدور رہنما محمد رمضان، غلام اکبر، محمد دین، الطاف حسین حیدرآباد کے مزدور رہنما محمد زمان، محمد حسنی، غلام قادر، سلیم، سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی حمیدہ گھنگرو، پیر شہاب الدین کسان رہنما پیر بخش سامت، غلام قادر مینگل، گلزار دومکی، ہزار خان، بنگلزئی، شیر محمد مینگل، محمد عطا، ڈاکٹر احمد حسین کو فوری طور پر رہا کیا جائے اور جن لوگوں کو سزائیں ہوئی ہیں ان کی سزائیں منسوخ کی جائیں تاکہ ضلع نصیر آباد کے کسانوں اور کارکنوں و عوام میں پھیلی ہوئی بے چینی دور ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ چار رہنماؤں مسٹر نصر اللہ بلوچ محمد زمان، محمد حسنی، غلام قادر کو ضلع نصیر آباد کی تحصیل جھٹ پٹ ضلع نصیر آباد کی ویران جگہ پر رکھا گیا ہے اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا ہے ان کی ملاقات پر بھی بندش ہے اور ان کے پاؤں میں بیڑی بھی لگائی گئی ہے ہم حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ سیاسی رہنماؤں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بند کیا جائے اور ان رہنماؤں کو پولیس تھانہ سے تبدیل کر کے کسی جیل میں منتقل کیا جائے۔

ہفت روزہ معیار کراچی

۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء

۱۰ جانیں پٹ فیڈر کی خونی زمین کی بھینٹ چڑھ گئیں

سنہ ۱۹۷۷ء کا آخری سورج جب بلوچستان کے پہاڑوں میں غروب ہو رہا تھا تو شفق پر چھائی ہوئی سرخی بلوچستان کے ان مظلوم کاشت کاروں کی داستان سنا رہی تھی جو گذشتہ ہفتہ پٹ فیڈر میں سرداروں اور جاگیرداروں کے روایتی ظلم و ستم کا نشانہ بنے تھے۔ اور دس قیمتی انسانی جانیں پٹ فیڈر کی خونیں زمین کی بھینٹ چڑھ گئی تھیں۔ ان غریب کاشت کاروں کو یہ زمینیں سابق حکومت نے زرعی اصلاحات اور مارشل لاء ریگولیشن ۱۱۵ کے تحت الاٹ کی تھیں کیونکہ ان زمینوں پر صدیوں سے یہی کاشت کار قابض تھے اور کاشت کرتے چلے آئے تھے جب سے سابق حکومت نے ان کسانوں کو زمین کا اصل مالک تصور کیا تھا اس وقت سے ان دو طبقوں یعنی غریب کاشت کار اور زمیندار کے درمیان جنگ جاری تھی مگر پچھلی حکومت کی کسان اور مزدور دوستی کے باعث اس جاگیردار طبقے کو ان کسانوں پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر اس کے خاتمے کے بعد یہ جاگیردار پھر منظم ہوئے اور لاکھوں روپے جمع کر کے پانچ ہزار افراد پر مشتمل ایک مسلح لشکر ترتیب دیا گیا جس کی قیادت میر ظفر اللہ جمالی۔ طاہر خان جمالی اور نور محمد جمالی کر رہے تھے چنانچہ ۲۲ دسمبر کی شام یہ مسلح لشکر گوٹھ علی مراد بروہی اور گوٹھ حبیب اللہ پہنچا اور مزارعین جو اب زمینوں کے مالک بن چکے تھے انہیں گاؤں خالی کرنے اور تیار فصلوں کا نصف حصہ دینے کو کہا۔ مزارعین کے انکار اور مزاحمت پر ہزاروں بندوقوں کے منہ کھل گئے اور مسلسل چوبیس گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی جس کے نتیجے میں دس قیمتی جانیں ضائع ہوئیں جبکہ اتنے ہی غریب کاشتکار لاپتہ ہیں۔ جب دو دن بعد فوج اور پولیس کے دستے علاقے میں پہنچے تو جھل کے علاقے میں پندرہ ہزار سے زائد بندوقوں اور اسٹین گنوں کے خالی خول ملے جبکہ میر ظفر اللہ جمالی کے قبضے سے پینتیس بندوقیں اور بیس ہزار راؤنڈ برآمد ہوئے۔

مسلم لیگی رہنما فراز خان جمالی کو کوئٹہ میں قتل کر دیا گیا ستّر افراد گرفتار

مرحوم کو آبائی گاؤں رودھان جمالی میں سپرد خاک کیا گیا گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے تعزیتی بیانات

ہفتہ وار معیار کراچی کے شمارہ 14 تا 21 جنوری 1978 میں پٹ فیڈر کے کسانوں کی حمایت میں شائع ہونے والے مضمون کا عکس

کچھ عرصہ سے پیشتر حکومت تبدیل ہونے سے یہ منسوخ ہوگئی ہیں
حکومت پر سردار ظفر اللہ خان جمالی کا کلیم ہے کہ زمین ان کی
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زمین کی ملکیت کے بارے میں انہوں
نے ضلع کے حاکم سے کوئی حکم بھی حاصل کر لیا ہے ۲۵ر
دسمبر ۱۹۷۷ء کو سردار ظفر اللہ خان جمالی اپنے قبیلے کے
مسلح جوانوں کے ساتھ سرزمین پر آئے تاکہ فصل اٹھوائی
شروع کی۔ بروہی ہاری معترض ہوئے۔ بات تصادم تک
پہنچی گو کہ سردار ظفر اللہ خان جمالی اب وزیر نہیں ہیں لیکن
ایک تو سردار اوپر سے سابق وزیر پھر مسلح جوان ساتھ تھے۔
بھلا خالی ہاتھ کیسے جاتے۔ بندوق سیدھی کی۔ بروہی قبیلے کے
ہاریوں کے لیے مسئلہ فصل سے زیادہ غیرت کا بنا۔ ۲ر گھنٹے
گولیوں کا مقابلہ ہوا۔ سات بروہی ہاری ہلاک اور ایک
جمالی ہلاک ہوا۔

خبر دور دور تک پہنچ گئی۔ قبائلی صورت حال میں
بروہی کا کوئی مسئلہ نہیں سینکڑوں بروہی انتقام
لینے جمع ہو گئے۔ ملک میں مارشل لا کے تحت فوج پہلے
ہی کارروائیوں پر ہے۔ پھر بلوچستان میں تو پچھلے کئی سال
سے فوجوں کا عمل دخل ہے۔ موقع واردات پر فوج اور
لیویز پہنچ گئے۔ صورت حال مخدوش تھی۔ سردار ظفر اللہ
اور ان کے قبیلے کے چوبیس جوان گرفتار کرکے جیٹ پٹ
تھانے کے لاک اپ میں لائے گئے۔ جب کہ بروہیوں کے
۱۳ افراد کو سنٹرل ڈیرہ میں رکھا گیا ہے۔ مزید تشدد و تصادم کی
روک تھام کے لئے ۲۴ گھنٹے کے اندر اسلحہ جمع کرانے
کی ہدایت کی ہے۔ مزید تصادم تو رک گیا لیکن کشیدگی
برقرار ہے۔

اس مسئلہ پر جیکب آباد مسلم لیگ کے ایک رہنما
شان بجارانی کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ حکومت اور قانون کے
ذریعہ حل نہیں ہو سکتا۔ صرف سیاسی لیڈر ہی صحیح صفائی
کرا سکتے ہیں۔ محمد رضا این ڈی پی، جمعیت العلمائے اسلام
اور تحریک استقلال جن کا اس علاقے میں اثر ہے۔ جرگہ
کر کے صحیح صفائی کرا سکتے ہیں۔ پٹ فیڈر کی زمینوں کا
ان کے نزدیک مستقل اور دیرپا حل یہ ہے کہ فیڈر کی زمین
کے قریب آباد مقامی افراد میں تقسیم کی جائے۔

جیکب آباد میں این ڈی پی کی مرکزی کمیٹی کے رکن
اور سابق نائب صدر نیشنل عوامی پارٹی میر بقا محمد جکھرانی
کا موقف ہے کہ حکومت کو زرعی اصلاحات کے ضابطہ
نمبر ۱۱۵ کے مطابق آٹھ ہزار یونٹ حد ملکیت کی شرط
پورا صحیح طور پر تقسیم کرنی چاہیئے۔ زمینوں کا سروے کیا
جانا چاہیئے۔ سیاسی سطح پر فریقین کے سردار بیٹھ کر
فیصلہ کریں۔ زمین کی ملکیت کا مستقل فیصلہ کیا جائے۔

پٹ فیڈر پر مشہور ہے کہ نصیر آباد کی تحصیل
تک تقریباً تین لاکھ ایکڑ زمین ہے۔ پچھلے سات
سال سے ملکیت کا مسئلہ حل نہیں ہوا ہے۔ وقفے
وقفے سے مسلح تصادم کے نتیجہ میں خونریزی بڑھتی
جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علاقے کے لوگ پٹ فیڈر
کو رت فیڈر کہنے لگے ہیں۔ سندھی زبان میں رت
کے معنی خون کے ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پٹ فیڈر
نہر خونی نہر بن چکی ہے۔

روزنامہ جنگ کراچی (۹) ۲۴ر فروری ۱۹۷۸ء

پٹ فیڈر کے کسانوں کی گرفتاری کی مذمت

حیدرآباد ۲۳ر فروری (پ ر) بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن
کے مرکزی سیکریٹری جنرل رفیق کھوسو نے ایک بیان میں پٹ فیڈر
کے کسان کارکنوں غلام نبی منگسی، جان محمد، پیشام، علی شیر، نورالدین
عبدالحمید، غلام رسول، سلمان، عبدالغفور سامتیو کی گرفتاری کی شدید
مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ چند روز قبل جاگیرداروں
نے کسانوں کو زمینوں سے بے دخل کرنے کے لئے اندھا دھند
فائرنگ کر کے کسانوں کو شہید کر دیا تھا اب انتظامیہ جاگیرداروں
کے کہنے پر کسانوں کو گرفتار کر رہی ہے جس سے علاقے میں خوف
و ہراس پیدا ہو رہا ہے اور عوام میں بے چینی پھیل رہی ہے انہوں
نے کہا کہ ہم ان مظالم پر خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتے انہوں
نے مطالبہ کیا کہ ان کارکنوں کو فوری طور پر رہا کیا جائے ورنہ
حالات کی تمام تر ذمہ داری انتظامیہ پر ہوگی۔ انہوں نے تمام ترقی
پسند عناصر اور جمہوری قوتوں سے اپیل کی کہ وہ پٹ فیڈر کے
بگڑتے ہوئے حالات کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے اور
کسانوں پر مظالم بند کرانے کے لئے آواز اٹھائیں۔

پٹ فیڈر میں گرفتاریوں کی مذمت

کراچی ۱۹ر فروری (پ ر) جامعہ کراچی کے طالب علم راہنما ضیاء احمد
اعوان نے پٹ فیڈر میں گرفتاریوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ پٹ فیڈر
کے کسانوں کا مسئلہ فوری طور پر حل کیا جائے کیونکہ سابقہ حکومت کے
دور میں پٹ فیڈر اور دیگر کے کسانوں کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا تھا
[illegible]

پٹ فیڈر کے کسانوں کی بیدخلی کی مذمت

کراچی ۲۶ر فروری (پ ر) عوامی جمہوری اتحاد کے رہنما سردار شوکت
علی، عابد حسین منٹو، تاج محمد لنگاہ، شفیق احمد اور ممتاز مزدور رہنما مرزا محمد
ابراہیم نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں پٹ فیڈر کے کسانوں کی بے دخلی،
گرفتاری اور ان پر تشدد کی مذمت کرتے ہوئے مقامی حکام اور سابقہ
وزیروں کے ظلم و تشدد کی مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ان کسانوں
کو بلاتاخیر رہا کیا جائے ان کو انکے زرعی رقبوں پر آباد کیا جائے اور
ان کی فصل واپس دلائی جائے اور ایسے اقدامات کئے جائیں کہ اس
قسم کے واقعات نہ دہرائے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ۲۶ر فروری کے یوم
احتجاج کے سلسلے میں صوبہ سرحد اور دیگر مقامات پر جو گرفتاریاں عمل
میں آئی ہیں ہم ان کی مذمت کرتے ہیں

27/2/78 جنگ

پٹ فیڈر کسان تحریک کے اثرات اور نتائج

اثرات

پٹ فیڈر کسان تحریک بلوچستان کے قبائلی معاشرے میں ہونے کے باوجود جس طرح پاکستان بھر کی جمہوری تحریک کا حصہ بنی بلکل اسی طرح اس کے اثرات بھی ملک گیر بنے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کی یہ کوشش کہ سارے پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے زرعی اصلاحات کو ختم کر کے پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کے اثرات کو ختم کر دیا جائے ملک بھر کے بڑے زمینداروں وڈیروں، سرداروں، خانوں اور چودھریوں کے عوام دشمن آمریت نواز حصوں کو اپنے ساتھ متحد کر کے فوجی آمریت کو مستحکم کیا جائے۔

جنرل ضیاء الحق کی اس حکمت عملی کو ناکام بنانے کیلئے سندھ اور بلوچستان کے جمہوریت پسند، ترقی پسند کمیونسٹ سیاسی کارکنوں نے پٹ فیڈر میں جا کر مقامی طور پر کسانوں کو طبقاتی طور پر متحرک اور منظم کرنے کیلئے جدوجہد شروع کی، لیکن تحریک میں تسلسل نہیں رہا مقامی موقع پرست لوگوں نے تحریک کو بار بار کمزور کیا اور ذاتی مفادات حاصل کیئے۔

ملتان کے مزدوروں اور ملک بھر کے اخباری کارکنوں کے ساتھ پٹ فیڈر تحریک کو جوڑنے سے یہ فائدہ ہوا کہ پٹ فیڈر کسان تحریک تن تنہا نہیں رہی اس لئے اس کو زیادہ شدت سے کچلنا مشکل ہو گیا، پٹ فیڈر کسان تحریک میں عورتوں کی شرکت اور گرفتاری نے قبائلی معاشرے میں عورتوں کے خلاف بزدلی والے تعصب اور نفرت کو توڑ کر ایک نیا جذبہ پیدا کر دیا۔

سب سے اہم بات پٹ فیڈر کے کسانوں کا اپنے معاشی، سیاسی اور سماجی مفادات کو بچانے کے لئے واضح موقف اور ان کی مدد میں سندھ سے آنیوالے سیاسی کارکنوں کا جاگیرداری نظام کے خاتمے، زرعی اصلاحات کو بچانے اور مزید زرعی اصلاحات کروانے کے اپنے نظریے اور سیاسی پروگرام پر عمل کرنے کے لئے ذاتی ارادے اور تنظیمی مضبوطی نے پٹ فیڈر کسان تحریک کو قبائلی جھگڑے کی نچلی سطح سے اٹھا کر طبقاتی جدوجہد کی اعلیٰ و بلند سطح پر پہنچا دیا۔

نتائج

پٹ فیڈر کسان تحریک نے جنرل ضیاء الحق کے ظالمانہ دور حکومت کو بڑے پیمانے پر جھنجھوڑ دیا اور مارشل لاء کا ڈر اور خوف ختم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا، پٹ فیڈر کسان تحریک نے زرعی اصلاحات کے تحت ملنے والی پٹ فیڈر کی لاکھوں ایکڑ زمین کا قبضہ دوبارہ جاگیرداروں کے پاس جانے سے بچالیا۔

جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء حکومت کا پورے ملک میں اپنے اتحادی جاگیرداروں کو مضبوط کرنے کے لئے زرعی اصلاحات کے سارے عمل کو پلٹنے کے خواب کو پٹ فیڈر کسان تحریک نے خاک میں ملادیا۔

پاکستان میں زرعی اصلاحات کے خاتمے کے عمل کو روکنے سے زرعی اصلاحات کے تحت ملنے والی زمینوں کے مالک کسانوں نے فوجی آمریت کے خاتمے اور ملک میں جمہوری نظام کے قیام کی جدوجہد کی کامیابی کے لئے اہم کردار ادا کیا۔

جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کو ختم کرنے کی جدوجہد میں مزدور، طلبہ، کسان عورتوں اور دیگر جمہوری قوتوں کے اتحاد کی ضرورت اور عمل کا طریقہ کار پورے پاکستان میں عام ہوا۔

بلوچستان کے قبائلی معاشرے میں پٹ فیڈر کسان تحریک والا سارا علاقہ آج بھی قبائلی نسل پرستی اور قومی تنگ نظری سے کم متاثر ہوتا ہے یہاں جمہوریت پسند سیاست کا رجحان مضبوط ہوا ہے، پٹ فیڈر کے کسانوں کا یہ شعور پختہ ہوا ہے کہ انکے علاقے کا فرسودہ جاگیرداری اور قبائلی سرداری نظام انکے معاشی اور سیاسی حقوق کی حفاظت نہیں کرسکتا، انکو زرعی زمینوں کا مالک بنانے والی اور ان زمینوں کو جاگیرداروں سے بچانے والی قوتیں ملک بھر کے محنت کش عوام، جمہوریت پسند، ترقی پسند سیاسی پارٹیاں اور تنظیمیں ہیں۔

کسانوں اور مزدوروں کے حقوق کے واضح اظہار کے بغیر جمہوری حقوق اور قومی حقوق کی تحریکیں طاقتور نہیں ہوسکتیں اور طبقاتی حقوق کی جدوجہد اپنی قوم کے جاگیرداروں سرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف بھی ہوتی ہیں، اسلئے اپنی قوم کے ان استحصالی گروہوں کو پورے ملک اور دنیا بھر کے استحصالی طبقات، انکی حفاظت کرنے والی فوج، پولیس اور دیگر انتظامی اداروں کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔

اس طبقاتی حقوق کی کامیابی کیلئے لازمی ہے کہ ایک علاقے ،ایک قوم ،ایک ملک کے محنت کشوں کو دوسرے علاقے ،دوسری قوم ،اور دوسرے ممالک کے محنت کشوں کی بھی حمایت حاصل ہو، پٹ فیڈر کسان تحریک کی کامیابی میں یہ عنصر غالب اور فیصلہ کن تھا

﴿☆﴾﴿☆﴾﴿☆﴾

زرعی اصلاحات کے امکانات اور خدشات

زرعی اصلاحات عوام کو بھوک سے بچانے کے لئے یا سرمائیداروں کا سرمایہ بڑھانے کے لئے ماضی میں کسانوں کو زرعی زمینیں زراعت کے لئے دینا اسلئے ضروری تھا کہ دیہی آبادی کے کسانوں کی زندگی میں خوشحالی ہو، زمینوں کی ملکیت چند جاگیرداروں کے ہاتھوں سے نکل کر جب لاکھوں کسان خاندانوں کے ہاتھ میں آجائے گی تو دیہی آبادی کے کروڑوں عورتوں اور مردوں کے ہاتھ میں خریداری کی قوت آجائے گی زیادہ صنعتوں ،زیادہ بازاروں اور مارکیٹوں کی ضرورت خود بہ خود پیدا ہوگی اور سماجی زندگی میں ترقی لائے گی ،زرعی اصلاحات کی وجہ سے کسان خوشحال ہوں گے اور ملک ترقی کریگا۔

لیکن اب لوگ خاص طور پر عورتیں بھوک کی وجہ سے اپنے بچوں کے ساتھ خودکشیاں کر رہی ہیں، اس لئے نہیں کہ آج دنیا میں اناج کے ذخائر کم ہیں اناج تو گوداموں میں بند ہے، مگر لوگوں کے پاس قوت خرید نہیں ہے، اس لئے اب زرعی اصلاحات کا مقصد صرف کسانوں کی خوشحالی اور ملک میں صنعتی ترقی نہیں رہا ہے، بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو بھوک سے بھی بچانا ہے۔

ہمارے حکمران اور عالمی کمپنیاں بھی جاگیرداری نظام کا خاتمہ کرنے کے لئے زرعی اصلاحات کرنا چاہتے ہیں اس لئے جاگیرداری نظام کے خاتمے اور زرعی اصلاحات کے امکانات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ لیکن ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفاد میں کئے جانے والے زرعی اصلاحات

بے زمین ہاری خاندانوں کو زرعی زمینیں و دیگر وسائل دیکر خوشحال بنانا نہیں ہے، بلکہ یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اور انکی ایجنٹ حکومتیں مزید غربت اور تباہی لائیں گی۔ حکومت کسانوں اور محنت کشوں میں ترقی کے قدرتی وسائل خاص طور پر زرعی زمینیں اور زرعی پانی کے قدرتی وسیلوں کو تقسیم کرنے کے بجائے ریاست کے غیر ضروری اخراجات کو پورا کرنے کے لئے زرعی زمینیں اور پانی کے وسائل دیگر ممالک کی کمپنیوں کو فروخت کرنے کیلئے منصوبے پیش کر رہی ہے، جس سے مقامی غریبوں کو زرعی زمین اور زرعی پانی کے وسائل نہیں ملیں گے بلکہ جب غیر ملکی کمپنیوں کو زرعی پیداوار کے یہ وسائل دے دیئے جائیں گے اور ساتھ میں یہ سہولت بھی کہ وہ اپنے زرعی فارموں میں پیدا کردہ خوراک اپنے ملکوں یا عالمی مارکیٹ میں لے جاسکتے ہیں تو ہمارے دیہی علاقوں میں خوراک تو بہت زیادہ پیدا کردی جائے گی مگر خوراک پیدا ہونے کے باوجود ہماری بھوکی غریب عورت اپنے بچوں کے لئے خوراک حاصل نہیں کر سکے گی، پہلے ایک علاقے یا ملک کے اندر خوراک کی رسائی اور کنٹرول چند لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا یعنی ملک کے اندر آبادی امیر اور غریب لوگوں میں خوراک استعمال کرنے والوں اور خوراک کی مناسب مقدار سے محروم لوگوں میں تقسیم تھی اب سرمائیدار ممالک کے سرمایہ دار اپنے ملک کی زرعی زمینوں کو زیادہ مہنگی صنعتی پیداوار کیلئے استعمال کریں گے اور ہم جیسے غریب ملکوں کے کمیشن ایجنٹ حکمرانوں کی مدد سے اپنے ملک کے عوام کی خوراک کی ضرورتوں کو ہمارے ملک کی زرعی زمینوں اور پانی کو خرید کر پورا کریں گے۔

جب دوسرے ممالک کے سرمایہ دار ہمارے ملک کی زرعی زمینیں اور زرعی پانی خرید لیں گے تو ہمارے ملک کے عوام کی خوراک کی ضرورتیں کیسے پوری ہونگی؟ عالمی منڈی سے؟ عالمی منڈی میں موجود خوراک کی قیمت ہمارے ملک کے غریب کیسے ادا کریں گے جن کے روزگار کے وسائل حکمران گروہ پہلے ہی فروخت کر چکا ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ پاکستان کے حکمران گروہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ غریب عوام کی خوراک کے وسائل غریب کسان عورتوں اور مردوں کے حوالے کردیں۔ بصورت دیگر آنے والی تباہی جنرل ضیاء الحق اور اس کے آقا امریکی انتظامیہ کی پیدا کردہ القائدہ اور طالبان سے زیادہ خطرناک ہوگی۔

Pakistan offers farmland to foreign investors

DUBAI, April 20: Pakistan is offering one million acres of farmland, protected by a special security force, for lease or sale to countries seeking to secure their food supplies, an official from the ministry of investment said on Monday.

Gulf Arab countries, mainly reliant on food imports, have been seeking farmland in developing nations to secure supplies and have expressed interest in Pakistan's offer.

Donors, including the United States, Japan, Europe, Saudi Arabia and Iran, pledged more than $5 billion in aid over two years at a conference in Japan this month to help Pakistan as it battles militants and repair its economy.

"We are offering one million acres of land across Pakistan for investors who want to buy or lease the land for a long period of time," said Waqar Ahmed Khan, the federal Minister for Investment.

Pakistan's government is now in talks with Saudi Arabia, the United Arab Emirates, Bahrain and other Arab states, said Mr Khan.

"And very soon we will be signing the deals," he added.

The ministry will also provide investors with a legislative cover to protect them from changes in the government, Mr Khan said in an interview to Reuters and a local newspaper.

"We want to give Pakistan a corporate style and corporate look and with that we also want to protect investors from any changes that happen politically, which never used to happen before," he said, adding parliament would approve this within three months.

"For the first time I can say that whole government, including the upper and the lower house and the opposition, are on board for this project and are supporting the idea of improving Pakistan's economic situation."

Mr Khan said the ministry would also make sure that all machinery being brought in would be exempted from duty charges.

It will also hire a new security force of 100,000 men to be split among the country's provinces to help stabilise the investment environment, said Mr Khan.

"This will cost us about $2 billion to pay the salaries and train these people who will be from local towns and provinces," he said. "We are now seeking funds from donor associations to help us with this amount." Asked how will farmers' rights will be preserved, Mr Khan said all land that would be for sale or leased is currently unused.—Reuters

مورخہ 21-04-2009 کو روزنامہ ڈان کے صفحہ اول کی خبر کا عکس اور خلاصہ دیکھئے۔

ڈان کی خبر کا خلاصہ

منسٹری آف انویسٹمنٹ کے ایک افسر کے مطابق حکومت پاکستان نے دس لاکھ ایکڑ زرعی زمین لیز یا فروخت کیلئے ان بیرونی ممالک کو دینے کی پیشکش کی ہے جو اپنے عوام کی خوراک کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ خاص طور پر گلف کے عرب ممالک جو بیشتر خوراک باہر سے درآمد کرتے ہیں۔ یہ زمین جو انھیں پیش کی جا رہی ہے اس کیلئے خاص فورس تعینات کی جائے گی جو ان زمینوں اور کام کرنے والوں کو تحفظ فراہم کریگی۔ سرکاری افسران نے مزید بتایا کہ اس کام کیلئے حکومت قومی اسمبلی اور سینٹ سے بل پاس کروائے گی جس میں اپوزیشن کو بھی شامل کیا جائے گا حکومت اس کیلئے قانون سازی کیلئے کام مکمل کر چکی ہے اور عنقریب یہ بل قومی اسمبلی اور سینیٹ سے پاس کرالیا جائیگا۔ دو بلین ڈالرز سیکیورٹی فورس کی تنخواہوں اور تربیت کیلئے مختص کئے گئے ہیں اور یہ افراد مقامی ہوں گے۔ (سیکیورٹی کمپنیوں اور ایجنسیوں میں بھرتی کے وقت اشتہار میں صرف اتنا لکھ دیا جائیگا کہ ترجیح سابقہ فوجیوں کو دی جائیگی تو مقامی لوگوں کا بھرتی میں راستہ بند ہو جائے گا۔)

کیا پاکستانی عوام کی خوراک کی ضروریات پوری ہو چکی ہیں جو حکومت سرمائے کی خاطر خوراک پیدا کرنے والے وسائل دوسرے ممالک کو پیش کر رہی ہے۔ موجودہ حکومت کہتی ہے کہ ہم عوام کے روٹی، کپڑا اور مکان کی ضروریات پوری کریں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے؟ عوام دوست جمہوری قوتوں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا وعدہ جب پورا ہو سکتا ہے کہ پٹ فیڈر کی طرح کسانوں کو زمین، زرعی پانی دیا جائے۔ محنت کش کسان اپنی روٹی، کپڑا اور مکان کے ساتھ دوسروں کی روٹی کا بھی بندوبست کرلیں گے۔ اپنے بچوں کی تعلیم، صحت، سواریاں اور بہت کچھ خود ہی حاصل کرلیں گے صرف کسان عورتوں اور مردوں کو زرعی زمینیں اور اسکو آباد کرنے والے زرعی پانی و دیگر وسائل دے دیئے جائیں اپنے ملک کے عوام کی خوراک کا بندوبست کئے بغیر دوسرے ممالک کو خوراک پیدا کرنے کے وسائل دینے کی حکومت کی اس غلط پالیسی کے خلاف پٹ فیڈر کسان تحریک سے زیادہ وسیع، زیادہ منظّم کسانوں، محنت کشوں اور پورے ملک کی انصاف پسند عوام کی ملک گیر تحریک کی ضرورت ہے۔

بھوک سے بچنے کیلیئے خودکشیاں یا زرعی اصلاحات

تقریباً ہر دوسرے دن اخبارات میں ہم یہ خبر پڑھتے رہتے ہیں کہ کسی ماں نے بھوک سے تنگ آ کر اپنے بچوں سمیت خودکشی کر لی یہ خبر اب اتنی عام ہوگئی ہے اور عوام کو اس قدر بے حس بنا چکی ہے کہ اب یہ خبر ہمارے اور آپ کے لیے اس حد تک ہی ہے کہ ہم صرف افسوس کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔

اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کی خوراک کے تحفظ کے لیئے وسائل کو خوراک پیدا کرنے والے پائیدار طریقہ پیداوار کے ذریعے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے، کسان عورتوں اور مردوں کو زرعی زمینوں، زرعی پانی اور دیگر وسائل کو قانونی ملکیت اور قبضے میں دینے کے لیئے موجودہ دور کی زرعی اصلاحات کی تحریک کا آغاز ہوگیا ہے اور کسانوں اور انکی تنظیموں کی مشاورت سے زرعی اصلاحات کا اعلان نامہ مرتب ہو رہا ہے۔

اس تحریک کو پٹ فیڈر کسان تحریک کی طرح نتیجہ خیز بنانے کے لیئے زرعی اصلاحات کے اعلان نامے کو بنیاد بنا کر پورے ملک میں کسان تنظیموں کا وسیع نیٹ ورک بنانے کی ضرورت ہے، ملک میں زرعی اصلاحات کی حامی جمہوری سیاسی پارٹیوں اور دیگر جمہوری قوتوں کو کسان تنظیموں کے ساتھ متحد کر کے عوام کی خوراک کا تحفظ کرنے والے علاقائی اور عالمی اداروں کے ساتھ ایڈووکیسی کی جائے، تا کہ وسیع پلیٹ فارم کے ذریعے زرعی اصلاحات پر عمل درامد کے لئے جدوجہد کی جاسکے۔

اے خاک نشینو اُٹھ بیٹھو وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اُچھالے جائیں گے

☆ ☆ ☆

اختتامیہ

پٹ فیڈر کسان تحریک کا تجربہ مستقبل کی کسان تحریکوں کیلئے بہت ہی اہم اور کارآمد ہے، اسلئے پٹ فیڈر کسان تحریک کا تجربہ حرف ماضی کی داستان کے طور پر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس طرح دیکھنا چاہیے کہ مستقبل کی کسان تحریک کو پٹ فیڈر کسان تحریک کا یہ تجربہ کیسے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

پٹ فیدر کسان تحریک اور آج کی کسان تحریکوں میں بنیادی فرق ہے اسی فرق کو سمجھ کر اس کو گھٹانے کی کوشش کرنی چاہیے، موجودہ دور کی کسان تحریکیں ہاریوں کے جبری مشقت کے خاتمہ کی تحریک، ٹیننسی ایکٹ میں ہاریوں کے حق میں ترمیمات کی تحریک، ملک میں زرعی اصلاحات کی تحریک مچھیاروں اور مزارعین کی تحریکوں میں بھی بے پناہ جرت، قربانیوں اور ارادے کی مضبوطی کے باوجود یہ تحریکیں ملکی اور بین القوامی اداروں کے مالی تعاون کے بغیر قائم رہیں گی یا ختم ہوجائیں گی؟ یہ بہت بڑا سوال ہے پٹ فیڈر کسان تحریک مکمل طور پر سیاسی پارٹیوں اور ان کے سیاسی کارکنوں کی رضا کارانہ طور پر جان کی بازی لگانے والی تحریک تھی، کیا آج موجودہ دور کے کسانوں کی تحریک کو، جنرل ضیاء الحق جیسے خوفناک مارشل لاء کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوجانے والی سیاسی پارٹیاں، سیاسی اتحاد اور سیاسی کارکن میسر ہیں یا ہوسکتے ہیں؟ فوری طور جواب نہیں میں آئے گا، مستقبل قریب جواب پھر نہیں میں نظر آرہا ہے۔ سرمایہ دارنہ نظام نے بہت ہی زیادہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہمارے معاشرے سمیت دنیا کے اکثر مما لک اور علاقوں کے لوگوں کو غیر سیاسی بنا دیا ہے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سیاسی عمل پر عملاً کمٹمنٹ کی جگہ نفع نقصان کا کاروباری تصور رائج کردیا گیا ہے۔

بہت کم سیاسی کارکن یا سیاسی پارٹیاں ہیں جن کا دعوٰی ہے کہ وہ ابھی تک سیاست میں سچائی اور مضبوطی کے ساتھ اپنے پروگرام پر قائم ہیں ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ یہ سوال آجاتا ہے کہ ان پارٹیوں اور گروپوں کی سیاسی کارکردگی کیا ہے، یہ دو انتہائیں ہیں ایک گروہ غیر سرکاری تنظیموں این جی اوز کا ہے جس کے بظاہر مقاصد اور پروگرام ترقی پسند اور انقلابی نظر آتے ہیں مگر ڈونر کے فنڈ ختم ہونے کے بعد ان کا اس شعبے میں کیا ہوا کام غیر موثر ہوجاتا

ہے، دوسرا گروہ ترقی پسند کمیونسٹ اور قوم پرست سیاسی پارٹیوں، گروپوں سیاسی کارکنوں اور صحافیوں کا ہے جو این جی اوز والوں کو رات دن برا بھلا کہنے کے ساتھ سیاسی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں کیلئے وسائل کے حصول کیلئے سرگرداں رہتے ہیں، اسکے ذرائع اور حساب کتاب کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

یہ حقیقت ہے کہ زرعی اصلاحات جیسے مشکل ترین سیاسی فریضے کو پورا کرنے کیلئے اور کسانوں، محکوم قوموں، محنت کش عورتوں مردوں، اقلیتوں اور بچوں کے انسانی حقوق کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کیلئے جہاں مضبوط سیاسی ارادہ بہت ضروری ہے وہاں بغیر وسائل کے کوئی بھی جدوجہد ناممکن ہے، اسلئے مضبوط سیاسی ارادے اور وسائل کے درمیان اس دوری کو اس ارادے کے ساتھ کم ہونا چاہیے کہ رفتہ رفتہ مضبوط ارادے والے ساتھی پٹ فیڈر کسان تحریک کی طرح اپنے وسائل خود پیدا کرینگے اور وسائل پر کنٹرول رکھنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے اندر موجود صحت مند عناصر کو اپنے کام میں وسائل کے علاوہ مضبوط ارادے کی طاقت کا اضافہ کرنا ہوگا۔

پٹ فیڈر کسان تحریک بے زمین لوگوں کی تحریک نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کی تحریک تھی جن کو زرعی اصلاحات کے تحت زمینیں مل چکی تھیں اور ان زمینوں سے انکو معقول آمدنی ہونے لگی تھی، پٹ فیڈر کے کسانوں کی کوئی مضبوط مشترکہ تنظیم نہ ہونے کے باوجود وہ اپنی تحریک کے اخراجات خود برداشت کر رہے تھے، ایسی تحریکیں جن کے ممبران اپنے رابطوں کے ذریعے فنڈ اکھٹا کر کے اور اپنی آمدنی میں سے کچھ حصہ اپنی تحریک کیلئے وقف کر سکتے ہوں وہ اچھی طرح منظّم ہو کر باہر کے اداروں سے فنڈ حاصل کر کے اپنے حقوق کی تحریک چلانے کے بجائے خود اپنے وسائل کو جمع کر کے تحریکیں چلائیں اس طرح انکی تحریکوں کے نتائج پائیدار ہونگے۔

پٹ فیڈر کسان تحریک میں زرعی زمینوں کے چھوٹے مالکان نے اپنی تحریک کے وسائل خود جمع کیے، اس تحریک میں شریک ہونے والے سیاسی کارکن ٹیمپل ڈیرا کیسے آئے اور کیسے واپس گئے وہ قربانی بھی قابل تحسین ہے، کس نے کرایہ کیسے حاصل کیا اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اتنی بڑی تحریک کیسے چلی۔

میں ایک ایسے خاموش انقلابی کو جانتا ہوں جو کسی درخت، پودے اور فصل کے بیج کی طرح خود تو

زمین کے اندر دب جاتا ہے مگر زمین کے اوپر ہر طرف ہریالی پیدا کر دیتا ہے، ہر تحریک اور ہر دور میں ایسے کئی کردار ہوتے ہیں، چمبڑ کے کسانوں کی تحریک کے رہنما سائیں عزیز سلام بخاری جنھوں نے ہاریوں کے حقوق کیلئے ہاریوں کے ذریعے ہاری عدالتیں قائم کروائیں اور بے شمار ہاری رہنما پیدا کیے مگر خود زندگی بھر روپوش اور گمنام رہے، ایسا ہی ایک کردار پٹ فیڈر کسان تحریک میں بھی تھا۔

سندھ کے ساتھیوں کیلئے پٹ فیڈر کسان تحریک کا بیس کیمپ جیکب آباد میں امداد اُڈھو کے گھر پر تھا اور انہی دنوں جیکب آباد میں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے مرکزی کمیٹی کے سینئر ممبر سائیں عزیز اللہ موجود تھے، جن کے دادا سمیع داد خان کو انگریزوں نے تحریک آزادی ہند میں جدوجہد کرنے کی وجہ سے دہلی میں پھانسی دی گئی وہ خود تحریک آزادی کے مجاہد اور پاکستان میں ہاریوں، مزدوروں اور محکوم قوموں کے حقوق کے لئے لڑتے رہے ہیں 1973 میں نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں

بلوچستان کے عوام کے قومی حقوق کی جدوجہد میں بلوچ اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے گوریلا گروپ کے ساتھ بلوچستان کی مسلح جدوجہد میں شامل رہے تھے، جس جگہ جاتے عوام کے مسائل میں سے سب سے زیادہ اہم مسئلے کو تلاش کر کے عوام کو متحرک کرنے کے ماہر تھے، سائیں عزیز اللہ کی جیکب آباد میں موجودگی پٹ فیڈر کسان تحریک کے محرک کردار کی نشاندہی کرتی ہے۔

دوسری اہم بات پٹ فیڈر کسان تحریک میں کراچی اور حیدر آباد سے جا کر گرفتاریاں دینے والے ساتھی اور ان کی گرفتاریوں کے بعد کراچی حیدر آباد سکھر اور پورے ملک میں پٹ فیڈر

کسان تحریک کو مقبول بنانے والے، کسانوں کے قاتلوں کی گرفتاریاں اور گرفتار شدہ رہنماؤں کی رہائی کیلئے آواز بلند کرنے والے ساتھی بہت اہم تھے جن میں کامریڈ جام ساقی ڈاکٹر اعزاز نذیر، چاچا مولا بخش خاصخیلی ، جاوید شکور ، زبیر الرحمٰن ، علی اصغر عیسیٰ خیلوی، عزیز الرحمٰن، شمیم واسطی، افراسیاب خٹک، ڈاکٹر محمد تاج اور کامریڈ نذیر عباسی جیسے مشہور رہنماء تھے تو ساتھ میں روپوش رہ کر کام کرنے والے حسن رفیق، محمد فصیح بھائی، پروفیسر جمال نقوی، تنویر شیخ اور کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکریٹری امام علی نازش جیسے ساتھی بھی تھے۔

پٹ فیڈر کسان تحریک میں مچھ جیل آنے والی دولڑکیوں کی جدوجہد اور قربانی بہت اہم تھی مگر اس کے ساتھ وہ کردار بھی اہم تھے جنہوں نے ان کو اس قربانی کے سفر پر تیار کر کے روانہ کیا ایک سال سے کم عرصے کی دلہن آصفہ رضوی کے شوہر فیصل آباد میں پیدا ہونے والے میرے ساتھی تنویر شیخ اور ایک ماہ سے بھی کم عرصے کی دلہن حمیدہ گھانگرو کے شوہر ٹنڈو اللہ یار میں پیدا ہونے والے شہید نذیر عباسی، جن کی رہنمائی مدد اور کردار کو سمجھے اور شمار کیے بغیر پٹ فیڈر کسان تحریک کی کامیابیاں سمجھ میں نہیں آسکیں گی، کامریڈ نذیر عباسی کو جنرل ضیاء کی فوجی آمریت میں ISI کے ٹارچر سیل میں تشدد کے ذریعے 9 اگست 1980 کے دن شہید کر دیا گیا آج کے دور کی کسان تحریک میں ایسی قربانیاں دینے والے پرعزم رہنماء اور ساتھی کہاں سے لائیں گے، کیا ایسے رہنماء اور سیاسی کارکن اس دور کی کسان تحریک کو مل سکیں گے؟

عوام کے سیاسی رہنماء اور کارکن حکمرانوں کی ایجنسیاں نہیں عوام کی تحریکیں پیدا کرتی

ہیں، پٹ فیڈر کسان تحریک کی روح اس کو چلانے والے رہنماء اور کارکن نہیں تھے وہ تو سب مددگار کردار تھے، تحریک کی اصل جان وہ مسائل تھے جنہوں نے پٹ فیڈر کی تحریک کو جنم دیا، زرعی اصلاحات میں کسانوں کو ملنے والی زمینوں کو دوبارہ جاگیرداروں کے قبضے میں جانے سے بچانا، اس جدوجہد میں جان قربان کرنے والوں کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہی اصل مقصد تھا۔

پٹ فیڈر کسان تحریک کے وقت جنرل ضیاء الحق کی سخت گیر فوجی حکومت کے دور کا کم وسائل رکھنے والی خفیہ سیاسی پارٹی نے جس خوبی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ قابل تحسین ہے۔

آج کے دور میں زرعی اصلاحات کی تحریک، مزدوروں، کسانوں کے حقوق کی تحریکیں محکوم قوموں، اقلیتوں اور خواتین کے حقوق کی تحریکیں اور عالمی سامراجی کمپنیوں ان کی انتظامیا سیاسی اور فوجی اداروں سے آزادی کی تحریکیں خود بخود پٹ فیڈر کسان تحریک کی طرح اپنے رہنماء سیاسی وسماجی کارکن پیدا کر کے وسیع سیاسی حمایت کے ساتھ کامیابیاں حاصل کر سکتی ہیں۔

یہ ہاتھ سلامت ہیں جب تک، اس خوں میں حرارت ہے جب تک
اس دل میں صداقت ہے جب تک، اس نُطق میں طاقت ہے جب تک
اِن طوقِ و سَلاسِل کو ہم تم، سکھلائیں گے شورشِ بربط ونَے
وہ شورش جس کے آگے زبوں ہنگامہء طبلِ قیصر وکَے
آزاد ہیں اپنے فکر و عمل بھرپور خزینہ ہمت کا
اک عمر ہے اپنی ہر ساعت امروز ہے اپنا ہر فردا
یہ شام و سحر یہ شمس و قمر، یہ اختر و کوکب اپنے ہیں
یہ لوح و قلم، یہ طبل و علم، یہ مال و حشم سب اپنے ہیں
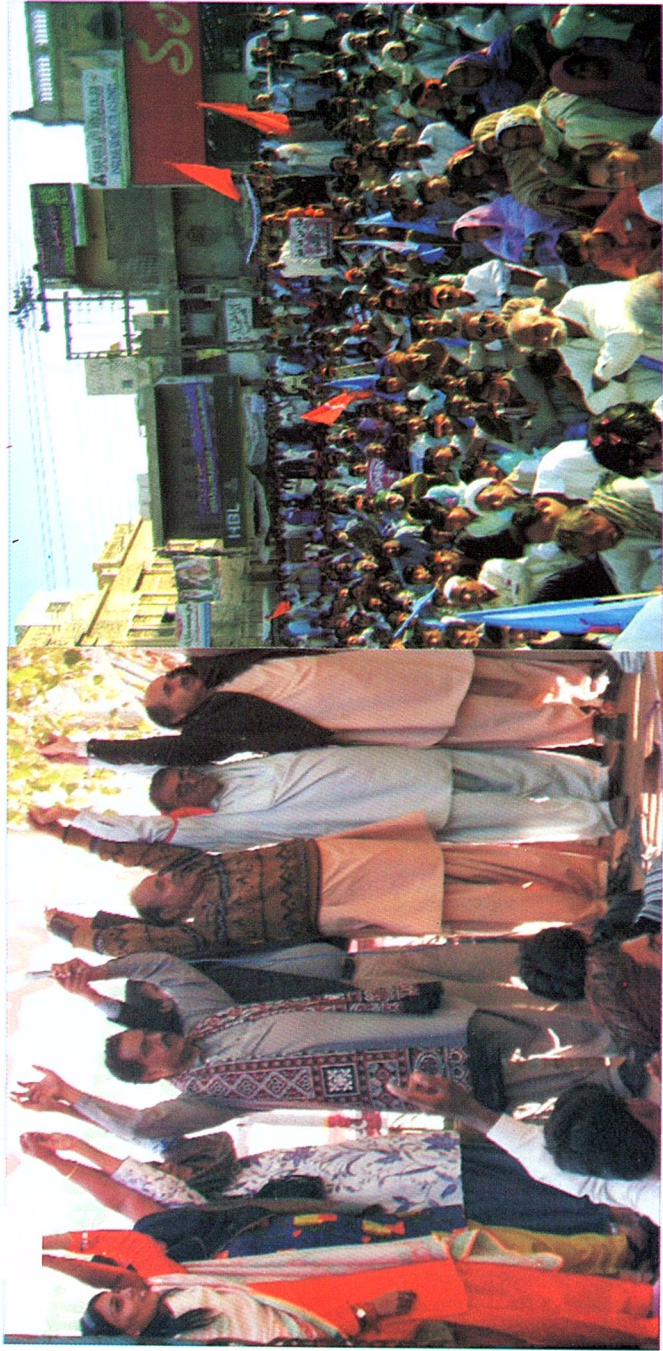
زرعی اصلاحات کے لیئے حیدرآباد میں منعقد کسانوں کے جلسۂ عام کا منظر

15 فروری 2009ء کے دن کامریڈ حیدر بخش جتوئی کے مزار
حیدر آباد سے کراچی تک 12 روزہ ہاریوں کا پیدل مارچ

پڙھندڙ نَسُل . پَ نَ

The Reading Generation

1960 جي ڏهاڪي ۾ عبدالله حسين ” اُداس نسلين“ نالي ڪتاب لکيو. 70 واري ڏهاڪي ۾ وري ماڻڪَ ”لُڙهندڙ نَسُل“ نالي ڪتاب لکي پنهنجي دورَ جي عڪاسي ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي. امداد حُسينيءَ وري 70 واري ڏهاڪي ۾ ئي لکيو:

انڌي ماءُ ڄڻيندي آهي اونڌا سونڌا ٻارَ
ايندڙ نسل سَمورو هوندو گونگا ٻوڙا ٻارَ

هر دور جي نوجوانن کي اُداس، لُڙهندڙ، ڪَڙهندڙ، ڪُڙهندڙ، ٻَرندڙ، ڄُرندڙ، ڪِرندڙ، اوسيئڙو ڪَندڙ، ياڙي، ڪاٺو، ياجوڪَڙُ، ڪاوڙيل ۽ وِڙهندڙ نسلن سان منسوب ڪري سَگهجي ٿو، پَر اسان اِنهن سڀني وِچان ”پڙهندڙ“ نسل جا ڳولائو آهيون. ڪتابن کي ڪاڳر تان کڻي ڪمپيوٽر جي دنيا ۾ آڻڻ، ٻين لفظن ۾ برقي ڪتاب يعني e-books ٺاهي ورهائڻ جي وسيلي پڙهندڙ نسل کي وَڌڻ، ويجهَڻ ۽ هِڪ ٻِئي کي ڳولي سَهڪاري تحريڪ جي رستي تي آڻِڻ جي آس رکون ٿا.

پَڙهندڙ نَسل (پَ نَ) ڪا بہ تنظيمَ ناهي. اُنَ جو ڪو بہ صدر، عُهديدار يا پايو وِجهندڙ نہ آهي. جيڪڏهن ڪو بہ شخص اهڙي دعويٰ ڪري ٿو تہ پَڪَ ڄاڻو تہ اُهو ڪُوڙو آهي. نہ ئي وري پَ نَ جي نالي ڪي پئسا گڏ ڪيا ويندا. جيڪڏهن ڪو اهڙي ڪوشش ڪري ٿو تہ پَڪَ ڄاڻو تہ اُهو بہ ڪُوڙو آهي.

جهڙيءَ طَرَح وڻن جا پَنَ ساوا، ڳاڙها، نيرا، پيلا يا ناسي هوندا آهن اهڙيءَ طرح پڙهندڙ نَسُل وارا پَنَ بہ مختلِف آهن ۽ هوندا. اُهي ساڳِئي ئي وقت اُداس ۽ پڙهندڙ، بَرندڙ ۽ پڙهندڙ، سُست ۽ پڙهندڙ يا وِڙهندڙ ۽ پڙهندڙ بہ ٿي سگهن ٿا. بين لفظن ۾ پَنَ کا خُصوصي ۽ تالي لڳل ڪِلَب Exclusive Club نہ آهي.

ڪوشش اها هوندي تہ پَنَ جا سڀ ڪَم ڪار سَهڪاري ۽ رَضاڪار بنيادن تي ٿين، پر ممڪن آهي تہ ڪي ڪم اُجرتي بنيادن تي بہ ٿِين. اهڙي حالت ۾ پَنَ پاڻ هِڪَبِئي جي مدد ڪَرڻ جي اُصولَ هيٺ ڏي وَٺُ ڪندا ۽ غيرتجارتي non-commercial رهندا. پَنَن پاران ڪتابن کي ڊِجيٽائِيز digitize ڪرڻ جي عَملَ مان ڪو بہ مالي فائدو يا نفعو حاصل ڪرڻ جي ڪوشش نہ ڪئي ويندي.

ڪتابن کي ڊِجيٽائِيز ڪرڻ ڪان پو بيو اهم مرحلو وِرهائڻ distribution جو ٿيندو. اِهو ڪم ڪرڻ وارن مان جيڪڏهن ڪو پيسا ڪمائي سگهي ٿو تہ ڀلي ڪمائي، رُڳو پَنَن سان اُن جو ڪو بہ لاڳاپو نہ هوندو.

پَنَن کي کُليل اکرن ۾ صلاح ڏجي ٿي تہ هو وَسَ پٽاندڙ وڌِ ڪان وَڌِ ڪتاب خريد ڪَري ڪتابن جي ليکَڪَن، ڇپائيندڙن ۽ ڇاپيندڙن کي هِمٿائِن. پر ساڳِئي وقت عِلم حاصل ڪرڻ ۽ ڄاڻ کي ڦهلائڻ جي ڪوشش دوران ڪَنهن بہ رُڪاوٽَ کي نہ مڃن.

شيخ اَيازَ علمَ، ڄاڻَ، سمجهہَ ۽ ڏاهپَ کي گيتَ، بيتَ، سِٽَ، پُڪارَ سان تَشبيهہ ڏيندي انهن سيني کي بَمن، گولين ۽ بارودَ جي مدِ مقابل بيهاريو آهي. اياز چوي ٿو تہ:

گيتَ بہِ ڄڻ گوريلا آهن، جي ويريءَ تي وار ڪَرن ٿا.

... ...

جئن جئن جاڙ وڌي ٿي جَڳَ ۾، هو ٻوليءَ جي آڙ ڇُپن ٿا؛

ريتيءَ تي راتاها ڪن ٿا، موٽي مَنجهہِ پهاڙ ڇُپن ٿا؛

... ...

ڪالهہَ هُيا جي سُرخ گُلن جيئن، اڄڪلهہ نيلا پيلا آهن؛

گيتَ بہِ ڄڻ گوريلا آهن........

... ...

هي بيتُ اَٿي، هي بَم- گولو،

جيڪي بہ ڪٽين، جيڪي بہ ڪٽين!

مون لاءِ ٻنهي ۾ فَرَقُ نہ آ، هي بيتُ بہ بَمَ جو ساٿي آ،

جنهن رِڻ ۾ رات ڪَيا راڙا، تنهن هَڏَ ۽ چَمَ جو ساٿي آ ـ

اِن حسابَ سان اٽڪاٽائي کي پاڻَ تي اِهو سوچي مَڙهڻ تہ ”هاڻي ويڙهہ ۽ عمل جو دور آهي، اُن ڪري پڙهڻ تي وقت نہ وڃايو“ ناداني جي نشاني آهي.

پَنَن جو پڙهڻ عام ڪِتابي ڪيڙن وانگر رُڳو نِصابي ڪتابن تائين محدود نہ هوندو. رڳو نصابي ڪتابن ۾ پاڻ کي قيد ڪري ڇڏڻ سان سماج ۽ سماجي حالتن تان نظر ڪڄي ويندي ۽ نتيجي طور سماجي ۽ حڪومتي پاليسيون policies اٽڪاڻ ۽ نادانن جي هٿن ۾ رهنديون. پَنَ نِصابي ڪتابن سان گڏوگڏ ادبي، تاريخي، سياسي، سماجي، اقتصادي، سائنسي ۽ ٻين

ڪتابن کي پڙهي سماجي حالتن کي بهتر بڻائڻ جي ڪوشش ڪندا.

پَڙهندڙ نَسُل جا پَنَ سيني کي **چوءِ چالاءِ ۽ ڪينئن** جهڙن سوالن کي هر بَيانَ تي لاڳو ڪرڻ جي ڪوٺ ڏين ٿا ۽ انهن تي ويچار ڪرڻ سان گڏ جوابَ ڳولڻ کي نہ رڳو پنهنجو حق، پر فرض ۽ اٽل گهرج unavoidable necessity سمجهندي ڪتابن کي پاڻ پڙهڻ ۽ وڌ کان وڌ ماڻهن تائين پهچائڻ جي ڪوشش جديد ترين طريقن وسيلي ڪرڻ جو ويچار رکن ٿا.

توهان بہ پڙهڻ، پڙهائڻ ۽ ڦهلائڻ جي اِن سهڪاري تحريڪ ۾ شامل ٿي سگهو ٿا. بَس پنهنجي اوسي پاسي ۾ ڏِسو، هر قسم جا ڳاڙها توڙي نيرا، ساوا توڙي پيلا پن ضرور نظر اچي ويندا.

وڻ وڻ کي مون ڀاڪي پائي چيو تہ "منهنجا ڀاءُ
پهتو منهنجي من ۾ تنهنجي پَنَ پَنَ جو پڙلاءُ".
- اياز (ڪلهي پاتم ڪينرو)